

67036

L3054

Y1

S.No- 2933

Harpa,

Ben. Tab.

Title

Author

Accession No.

Call No.

Borrower's
No.

Issue
Date

Borrower's
No.

Issue
Date

[illegible]

Title

Author

Accession No.

Call No.

[illegible]

سلسلہ تصفیہ

بین مایہ

یعنی

ملفوظات مولانا جلال الدین دہلوی

به اضافه مقدمه و حواشی و تذکره و تبصره،

مترجمه

عبدالمجید

با اہتمام مولوی مسعود علی مدوی

در مطبع معارف اعظم گڑھ طبع گردید

قادر خاں تحریر نمود

Title

Author

Accession No.

Call No. 4

[illegible]

فهرست عنوانات

۱	دیباچه	۱ - ۷
۲	تذکره صاحب ملفوظات	۹ - ۳۱
۳	تبصره بر ملفوظات	۳۲ - ۴۲
۴	فیه مافیہ	۱ - ۲۴۲

Title 1. The Great Wall of China

Author Andrew Ross / 2001

Accession No. 2017

Call No. ~~091.511~~ ~~A 115~~

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دریچہ مرتب

میسویں صدی عیسوی میں کسی کتاب کا آغاز حمد و ثناء سے کرنا، تصنیف اور مصنف دونوں کو بہت مضحکہ بنانا ہے، زمانہ حال کی روشنی میں یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے محدود علم و ناقص عقل رکھنے والے انسانوں کا جتنا شکر یہ بھی ادا کیا جائے، ان کی امداد کا جس قدر بھی اعتراف کیا جائے، انکی محنت و کاوش کے جتنے ہی حوالہ دیئے جائیں، سب جائز و درست، بلکہ بہتر و مستحسن، لیکن علم مطلق، عالم کل، خالق علم و عقل کے لطف و نوازش، کرم و احسان کا نام بھی زبان پر لانا تہذیب کے خلاف، مصنفین کے فیشن کے خلاف، داپ تصنیف کے خلاف!

لیکن میں اس دستور عام کے خلاف، اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہوں، نہ اس لیے کہ میں کوئی شکر گزار بندہ ہوں، بلکہ اس لیے کہ جس کتاب کے شائع کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے، اس کا میرے ہاتھوں شائع ہونا تمام تر احسانِ خداوندی میں ہے، اس میں نہ میری کسی کاوش کو دخل، نہ کسی دوسرے مصنف کی امداد شامل، آج سے آٹھ سال قبل کا ذکر ہے کہ ریاست رام پور کے سرکاری کتب خانہ میں بیٹھا ہوا مختلف کتابیں لٹ پٹ رہا تھا کہ اسی لٹ پٹ میں اتفاق سے فارسی کی ایک بوسیدہ و کرم خوردہ کتاب پر نظر پڑ گئی، نام دیکھا تو فہم آیا: دیر تک تو اس کا یقین ہی نہ آیا کہ یہ وہی کتاب ہوگی، جو حضرت مولانا سے روم کی جانب

منسوب ہے اول کتار ہا کہ یہ شاید اسی نام کی کوئی دوسری کتاب ہوگی، رفتہ رفتہ شک یقین
میں تبدیل ہوتا گیا، اور جب یقین آگیا کہ وہی حضرت مولانا کی شہرہ آفاق و نایاب کتاب ہے،

تو اس وقت کی مسرت قلب کا اندازہ کون کر سکتا ہے، ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم
جس اونچے دربار سے ہر خطہ اور ہر گھڑی بلا طلب و بلا استحقاق، بے شمار انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے اس
اگر ایک تباہ کار اور اور نامہ سیاہ کے ہاتھوں یہ کام انجام دلانا چاہا، تو اس پر حیرت کیون کی جائے!

پاک ہے، وہ ذات اور ہر حمد کے قابل ہے وہ ذات پاک جس نے
انسان کو ابدی مسرت اور سرمدی راحت کی راہ پر چلنے کے لئے عقل جیسی نعمت،
اور عقل سے کہیں بڑھ چڑھ کر وحی جیسی نعمت عطا فرمائی، اور سلسلہ وحی کی نعمت کی تکمیل اور انتہا
عرب کے اس امی پہ کی، جس نے عرب و عجم، مشرقی و مغربی، گورے اور کالے، بدوی و حضری، وحشی
و شہری، سب کو راہ ہدایت دکھائی، اور جس نے ہر قوم، ہر ملک، ہر زمانہ کے لئے سچی عقل و دانش،
سچے علم و حکمت، سچی روحانیت، و نورانیت کے دروازہ کھول دیئے،

اسی نامور آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک نامور خادم حضرت جلال الدین محمدیؒ معروف بہ مولانا
رومیؒ گذرے ہیں، جنکی شنوی معنوی کا شمار دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں ہے، مولانا کی جانب
ایک اور کتاب بھی فیہ مافیہ کے نام سے منسوب تھی، لیکن اب تک اس کا صرف نام ہی نام
آتا تھا، اصل کتاب گویا ناپید تھی، رسالہ سپہ سالار میں جو مولانا کے حالات و سوانح میں سب سے
زیادہ قدیم و مستند کتاب ہے، صرف ایک مقام پر ضمیمہ مافیہ کا نام آگیا ہے، (صفحہ ۳۴ رسالہ سپہ
مطبوعہ کانپور) اور کسی قسم کا ذکر مطلق نہیں، مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سوانح مولانا روم میں مولانا
کی تصنیفات کے زیر عنوان حسب ذیل عبارت لکھی ہے۔

”فیہ مافیہ یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے

کے نام لکھے یہ کتاب بالکل نایاب ہے، سپہ سالار نے اپنے رسالہ میں ضمناً اس کا

تذکرہ کیا ہے، (صفحہ ۱۲ مطبوعہ کانپور)

مولانا شبلی غریب تو اسی ہندوستان کے بسنے والے تھے، اہل فرنگ کے ذرائع و وسائل تحقیق و تلاش انہیں کہاں نصیب تھے، لیکن خود پر و فیسر نکلسن بھی اس سے زائد کچھ نہ لکھ سکے کہ

”جلال الدین نثر کے بھی ایک رسالہ کے مصنف ہیں جس کا نام فیہ مافیہ ہے جو تین ہزار

ابیات پر مشتمل ہے، اور جس میں زیادہ تر معین الدین پروانہ رومی سے خطاب ہے اس

رسالہ کے قلمی نسخہ نایاب ہیں“ (مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز، انگریزی صفحہ ۱۲ مطبوعہ

اسے اگر اللہ کا محض فضل و احسان نہ کہے، تو اور کیا کہے، کہ جوشے مشرق و مغرب کے زبردست

فاضلون کی نظر سے مخفی رہی تھی اس پر میری نظر بلا جستجو کاوش پڑ گئی، راہپور کے کتب خانہ میں اس

نسخہ کے نظر آ جانے کے بعد میں نے اس کی نقل حاصل کرنے کی درخواست پیش کر دی، اور میں

شکر گزار ہوں حافظ احمد علی خان صاحب شوق مہتمم کتب خانہ راہپور کا اور سیدناظر احسن صاحب

ہوش بلگرامی کا اور سید اولاد حسین صاحب شادان بلگرامی کا کہ ان مہنوں صاحبوں کی عنایت

و توجہ سے کتاب مذکور کی نقل بعد مقابلہ و تصحیح کے ۱۹۲۲ء میں مل گئی، ۱۹۲۳ء کے آغاز میں حیدر آباد

جانا ہوا اور کار ساز مطلق کی کڑی دیکھ بھال وہاں ایک چھوڑا، دو دو قلمی نسخہ اس کے میری نظر کے

سامنے آ گئے، ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں نکل آیا، جو بعض دوسری کتابوں

کے ساتھ ایک جلد کے اندر بندھا ہوا تھا۔ اس کی نقل کی اجازت نواب صاحب موصوف نے

بہ سرت دیدی اور جناب سید امین احسن صاحب سہل موہانی، ناظم ریاست نواب صاحب

موصوف کی عنایت و توجہ سے اس نسخہ کی پوری نقل حاصل ہو گئی، دوسرا حیدر آبادی نسخہ کتب خانہ

آصفیہ میں موجود ہے، اور فہرست کتب خانہ کی جلد اول میں تصوف فارسی کے زیر عنوان نمبر ۱۲

ساج نثر کی کتاب کو در ابیات، پر مشتمل کہنے کا مفہوم ہم مشرقیوں کی سمجھ سے بالاتر ہے،

درج ہے، اس نسخہ کی نقل کا مسئلہ نواب صدیق خان صاحب مولانا محمد حبیب الرحمان خان صاحب
شروانی کی نگاہ توجہ نے حل کر دیا،

جس کتاب کا ایک ہی نسخہ ناپید سمجھا جاتا تھا جب اس کے تین تین نسخے اللہ کے فضل سے اکٹھے
ہو گئے، تو کتاب کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا، اور تینوں نسخوں کا باہمی مقابلہ شروع کیا گیا، تینوں
میں کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نسبتاً صحیح تر پایا گیا، تاہم تینوں میں اختلافات بہت کثرت سے پائے گئے، گو
زیادہ تر اختلاف محض جزئی و لفظی تھے، کوئی اہم اور بڑا اختلاف جس سے مفہوم ہی سرے سے بدل
جاتا ہو، بحمد اللہ نظر نہیں آیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایک نسخہ آیا تھا، جس کی یہ
تینوں مختلف نقلیں ہیں، اور اختلافات جو کچھ ہیں، ان کی ذمہ دار محض کاتبوں کی بے احتیاطی
یا کم استعدادی ہے، اسی اثنائے میں نجد سے اور کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن سے جو مولانا کے
کلام کے خاص شیدائیوں میں ہیں، اس رسالہ کے باب میں مراسلت شروع ہو چکی تھی، اور میں انکی
خدمت میں کتب خانہ آصفیہ و اسے نسخے کی نقل ارسال کر چکا تھا، پروفیسر موصوف نے اسے دیکھ کر یہی
کہ جولائی ۱۹۲۳ء میں رائل ایشیائیک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مستشرقین اور فضلاء
اسلامیات کے سامنے، اس رسالہ کے متعلق اپنا مضمون پڑھ کر سنایا بلکہ اپنے قسطنطنیہ کے ذی علم
دوستوں کے ذریعہ سے اس رسالہ کا وہاں کھوج لگانا بھی شروع کر دیا،

خدا سے کریم کار ساز کے الطاف سے کہ ان کا شکریہ کہاں تک ادا کیا جائے، پروفیسر موصوف
اور ان کے دوستوں کی کوششیں بار و رہو میں، اور ۱۹۲۴ء میں میرے پاس قسطنطنیہ سے رسالہ مذکور
کی ایک نہایت خوشخط اور صحیح نقل پہنچ گئی جو دراصل چار مختلف قلمی نسخوں سے مقابلہ کے
بعد تیار ہوئی تھی، ہندوستان کے تینوں نسخوں میں سے کسی پر سنہ کتابت درج نہیں
لیکن انداز سے کوئی نسخہ سو ڈیڑھ سو برس سے زائد کا لکھا ہوا معلوم نہیں ہوتا، قسطنطنیہ کے چار نسخوں

میں سے تین پر تاریخ کتابت درج ہے جو علی الترتیب ۱۰۵۰ ۱۱۵۰ ۱۲۶۸ میں، ان میں سے
 پہلا نسخہ مولانا ہی کے سلسلہ مولویہ کے ایک شیخ الزادہ شیخ احمد بن شیخ مصطفیٰ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے
 قسطنطنیہ کا نسخہ (جو وہاں کے چار مختلف نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح کیا ہوا ہے) یہی نہیں
 کہ ہندوستان کے تینوں نسخوں سے کہیں زیادہ صحیح ہے، بلکہ ان تینوں سے کہیں زیادہ مکمل
 و جامع بھی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جو نسخہ اول بار آیا اور جس کی نقل وہ راجپور اور
 حیدر آباد و اسے تینوں نسخے ہیں وہ ناقص تھا، اور آخر کا ایک بڑا حصہ اس میں چھوڑ دیا گیا تھا چنانچہ
 ناظرین اس مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۰۷ کے وسط پر یہ نوٹ ملاحظہ کریں گے کہ وہاں تینوں ہندی نسخہ
 عملاً ختم ہو جاتے ہیں، اور باقی ۲۷ صفحہ صرف استنبولی نسخوں میں پائے جاتے ہیں، اس کے مقابلہ
 میں دیباچہ کی عبارت صرف ہندی نسخوں میں ہے، استنبولی نسخوں میں نہیں، اور وہ ٹھلا ہوا
 اضافہ یا احاط ہے ہندی اور استنبولی نسخوں کے درمیان کہیں کہیں عبارت میں بھی تقدیم و
 تاخیر کا فرق ہے، ان چند چیزوں کے سوا کوئی بڑا فرق ہندی اور استنبولی نسخوں میں نہیں صحت
 کی بنا پر قدرۃ میں نے سب سے زیادہ اعتماد استنبولی نسخہ ہی پر کیا ہے، اسی کی عبارت کو عموماً
 ترجیح دی ہے، گو جا بجا کسی ہندی نسخہ (خصوصاً کتب خانہ آصفیہ و اسے نسخہ) کی عبارت کو بھی اختیار
 کر لیا ہے، اس حیدر آبادی نسخہ کا نام میں نے نسخہ الف رکھا ہے، اور حصہ ۱ و حصہ ۲ پر حاشیہ میں اس کی
 عبارتوں کو جگہ دی ہے، استنبولی نسخہ اگر پیش نظر نہ ہو، تو لاکھ مشقت پر بھی میں اتنی صحیح اور جامع
 کتاب ہرگز نہ پیش کر سکتا اور اس استنبولی نسخہ کی دستیابی کے لئے پروفیسر نکلسن کے شکریہ کے حق میں
 الفاظ میں لکھوں سب کلمہ ہی ہوں گے،

مختلف نسخوں کی آخری تصحیح و مقابلہ میں مجھے سب سے زیادہ مدد و نذری عزیزوں،

مولوی نور الحق ندوی، پشاور، اور مولوی ابوالجلال صاحب ندوی اعظم گڑھی سے ملی اللہ تعالیٰ

جہزے خیر دے، کتاب میں علاوہ قرآن و حدیث کے جو عربی عبارتیں بہ کثرت آئی ہیں ان کی تصحیح کی ذمہ داری جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے باوجود اپنی عیدم الفرصتی کے بہ کمال عین اپنے ذمہ لے لی تھی، دوران ترتیب و تدوین میں جناب مولانا حمید الدین صاحب اعظم گڑھی (رحمۃ اللہ علیہ) نظام القرآن) اور مولانا عبدالباری صاحب ندوی سے بھی بعض مفید و قابل قدر مشورہ ملے، حاشیہ شروع سے آخر تک جس قدر بھی ہیں، سب راقم سطور کا کسا مرتب کے ہیں، ہر فصل کی عبارت کو مختلف پیرا گراف (بندوں) میں توڑنے کی جرات بھی میں نے ہی کی ہے، ورنہ ہر نسخہ میں ہر فصل کی عبارت مسلسل تھی اور ہندی نسخوں میں تو تفصیلین ہی نہ تھیں، تفصیلین صرف استنبولی نسخہ میں تھیں آیات قرآنی کی تخریج نسبت آسان تھی، احادیث کی تخریج مجھ جیسے کم علم کے لیے خاص طور پر دشوار تھی، اس دشواری کے حل ہونے میں ایک حد تک مولوی عبدالرزاق خان ندوی علیہ رحمۃ الہیہ اور ان سے بڑھ کر میرے مہر و محبوب رفیق عزیز مولانا عبدالرحمن ندوی نگرانی سے مدد ملی اور دو ترجمہ صرف آیات قرآنی و احادیث نبوی ہی کا درج کیا گیا ہے، باقی عربی عبارتیں عموماً بلا ترجمہ چھوڑ دی گئی ہیں۔ ان ترجموں، نیز دوسرے حاشیوں میں جو کچھ بھی نقل اس مقام رہ گئے ہیں، ان سب کی ذمہ داری تنہا میری ہی ذات پر ہے، کوئی دوسرے صاحب اس ذمہ دار میں شریک نہیں،

قدیم کتابوں کے ایڈٹ کرنے (تہذیب) کا جدید دستور یہ ہے کہ اختلافِ قرأت پر مسلسل نوٹ دئے جاتے ہیں اور چھوٹی بڑی ہر وہ عبارت یا ہر وہ لفظ جو مختلف نسخوں میں مختلف طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے، خواہ وہ اختلاف ایک نقطہ یا شوشہ ہی کا ہو، مگر فٹ نوٹ میں اس کا اختلاف ظاہر کر دیا جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ عام ناظرین تو خیر البتہ، ناقدین، معارف فرما رہے ہیں کہ میں اپنی نااہلی یا انہمی سے اس جدید فیض کی نہ عملاً تقلید کر سکا، نہ اصولاً اس کی ضرورت کا قائل ہوا

میں نہ اسکا لڑ ہون نہ ڈیسرج اسکا لڑ مستشرقین و علماء مشرقیات کی صف میں بیٹھنے کی ہوس
 اب دل میں باقی ہے تھوڑی بہت محنت جو کچھ بن پڑی ہے، اس سے مقصود مغرب کے "اہل قلم"
 کی نہیں بلکہ مشرق کے "اہل ذوق" کی خدمت کرنی ہے، مثنوی کے مطالب کے سمجھنے میں اگر کسی
 طالب کو اس رسالہ سے مدد مل گئی اور کسی اہل دل کی دعا، ان اوراق کے جامع کے حق میں
 نکل گئی تو اس کا مقصد حاصل ہے، مجھے اپنی کوتاہیوں کا پورا اعتراف ہے، اور اگر کوئی دوسرا اس
 کام کو کرتا تو یقیناً مجھ سے کہیں بہتر صورت میں انجام دیتا، اصل کتاب میں متعدد فقرے ایسے ہیں
 جن کا کوئی مطلب میں نہیں سمجھ سکا ہوں، اکثر ایسے موقع پر نشان استفہام (؟) بنا دیا ہے، ممکن
 ہے کوئی دوسرے صاحب مطلب نکال لیں، میں نے اسی طرح نقل کر دیا ہے جس طرح پایا تھا
 ناظرین کرام سے آخری التماس یہ ہے کہ میری خدمات کے سلسلہ میں اس کتاب میں جو
 خامیاں اور لغزشیں نظر آئیں، ان کے متعلق خدا سے قدوس کی صفت ستاری کو یاد کر کے
 خطا پوشی کو کام میں لائیں، اور میرے حق میں میری زندگی میں توفیق خیر کی دعا اور موت کے بعد
 مغفرت کی دعا فرمائیں، اللہ بخین بھی اجر سے محروم نہ رکھے گا، واخر دعوانا ان الحمد للہ
 رب العالمین۔

عبد الماجد

دریاباد، بارہ بنکی

دسمبر ۱۹۲۸ء

Title 1. The Great Wall of China

Author ~~Andrew G. ...~~

Accession No. 28177

Call No. ~~637.333~~ A115

[illegible]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تذکرہ

مولانا جلال الدین رومی

صاحب ملفوظات

نام | اکرم مبارک محمد، لقب جلال الدین، تخلص رومی تھا، عرف عام نے مولانا رومی
ملائے روم، مولوی رومی، مولوی معنوی، کہہ کر پکارا،

سہ مولانا کے حالات و سوانح کے اصلی مآخذ یہ دو ہیں :-

(۱) رسالہ سپہ سالار، از فریدون سپہ سالار بھٹون نے، بہ قول خود، اپنی ایک عمر مولانا کی خدمت اور
حضور میں صرف کردی تھی، ”خلاصہ عمر خود را بہ ملازمت حضرت اوستغرق داشتیم“ کا پور میں منشی رحمت اللہ علی
مرحوم کے اہتمام سے متنوی کا جو اعلیٰ نسخہ چھ جلدوں میں طبع ہوا تھا، اسی کے ساتھ یہ رسالہ بھی علیحدہ چھپ گیا ہے
(۲) مناقب العارفین، از شمس الدین افذاکی، جو دو واسطوں سے مولانا کے سلسلہ میں شامل ہوتے ہیں، یہ
کتاب بہت مفصل ہے، لیکن ہر قسم کے رطب و یابس روایات کا مجموعہ ہے، اگرہ میں طبع ہو چکی ہے، لیکن اب بازار میں ناپید ہے
حیدر آباد دکن کے کتب خانہ اصفیہ میں، مطبوعہ نسخہ موجود ہے، میں زیادہ تر ایک قلمی نسخہ سے مستفید ہوا ہوں جو مولانا عبد الباقی
فرنگی علی مرحوم کے کتب خانہ میں تھا اور ترجمہ، حافظ احمد علی خان صاحب شوق راجپوری، مہتمم کتب خانہ ریاست دہود نے شائع کیا ہے اور وہ پیش نظر
ان دو اصلی مآخذوں کے علاوہ، کتب ذیل سے بھی مستفید ہوا ہوں :-

(۳) اکوہر المصنفہ فی طبقات الخفیہ، از عبد القادر قریشی، (مطبوعہ دارۃ المعارف، حیدر آباد دکن) (۴) مدینۃ العلوم
از ازبغی رنجہ قلمی، نامی نام، اور کتب خانہ حکیم عبد الحسین صاحب دریا بادی (۵) نفحات الانس، از ملا جامی، (۶) تذکرۃ اشعرا، از دولت شاہ سمرقندی

زمانہ ۱۶ ربیع الاول ۱۰۴۳ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۶۳۰ء کو بہ مقام پنج عالم آب و گل میں
 قدم رکھا، اور ۶۸ سال قمری، یا ۶۶ سال شمسی کی عمر میں ۱۵ جمادی الثانی ۱۱۳۳ھ
 مطابق ۱۶ دسمبر ۱۶۳۳ء کو، غروبِ آفتاب کے وقت، عالم ارواح کی جانب مرحمت کی
 نسب اسلسلہ نسب، نژادِ اسطون سے حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے، جو ہر صدیقیت
 کی آب و تاب بزرگانِ خاندان میں نمایاں رہی، چنانچہ مولانا کے جد امجد حسین بن احمدؒ
 اپنے زمانہ میں ایک نامور صوفی و صاحبِ کیف بزرگ گزشتہ ہیں، انہالی سلسلہ حضرت سلطان
 ابراہیم ادظمؒ سے ملتا ہے،
 والد ماجد مولانا کے والد ماجد سلطان بہاء الدین ولد علم و فضل، زہد و تقویٰ، فقر و طہارت
 میں یگانہ روزگار تھے:-

”بادشاہی بود کامل، صاحبِ کشف، و در ہمہ علوم ظاہر و باطن بے نظیر.....
 پسندیدہ و مقبول و محبوب ہمہ دلہا بود، و وسیع و تقویٰ بہ غایت، و ریاضت
 بسیار، و مجاہدات بیشمار داشت، و بر ہمہ دلہا مشرف بود“ (رسالہ سپہ سالار)
 فتاویٰ علمی و مذہبی دور دور سے آتے تھے، اور انکی ذاتِ شیخ وقت کی حیثیت سے
 مرجعِ خلائق بنی ہوئی تھی،

”از اقصائے خراسان فتاویٰ می شکل حضرت او آوروندی“ (سپہ سالار)
 ”دور علوم ماہر بود و صاحبِ حال..... مثل او در فتویٰ در آن عصری نبود، (دیباچہ ملفوظات)

(بیبہ حاشیہ صفحہ ما قبل) اردو میں مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی سوانح عمری مولانا سہ روم دیکھ کر دیکھ کر معلوم ہوتا
 انگریزی میں نکسن نے اپنے مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز میں جو کچھ لکھا ہے، اگرچہ مختصر ہے، لیکن قابل
 مطالعہ ہے، رڈ ہاوس نے مثنوی جلد اول کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب
 مناقب العارفین سے ماخوذ ہے،

مرتبہ کمال و عظمت کا اندازہ، تذکرہ نویسوں کے اس بیان سے ہو سکتا ہے، کہ ایک شب کو بلخ کے تین سونا مور عالموں اور مفتیوں میں سے ہر ایک نے اپنے مقام پر یہ خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک سبز خیمہ میں جلوہ افروز ہیں، ایک پہلو میں سلطان بہار الدین ولد حاضر ہیں، اور الطاف و عنایات خاص سے سرفراز ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا، کہ "ہم نے بہار الدین کو سلطان العلماء کا لقب دیا، صبح ہوئی تو یہ تمام علماء و سلطان العلماء، کی خدمت میں اپنا خواب عرض کرنے اور تمینیت پیش کرنے کو حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ "خیر اب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن لینے کے بعد تو تم کو یقین آیا"

ترک و طن، فرمانروا سے بلخ، محمد خوارزم شاہ عزیز بھی تھا، اور معتقد بھی، لیکن رفتہ رفتہ بدعتیہ کی اور برکشی برپا ہو گئی، سپہ سالار نے اس کا سبب یہ لکھا ہے، کہ سلطان المسلمان اپنے و عظیمین حکمت و فلسفہ یونان اس میں غور رکھنے والوں کی سخت خبر لیتے رہتے تھے، امام رازی کو اخصین فنون میں تو غل تھا، انھوں نے اپنے اثر کو کام میں لا کر بادشاہ کے دل میں انکی طرف سے رنجش پیدا کر دی، تعلقات کی یہ کشیدگی یہاں تک بڑھی کہ بالآخر، شیخ نے تنگ آکر ترک و طن کی ٹھان لی، اور ششم میں ایک روز، اہل دیال، اور شاگردوں، اور مریدوں کی ایک جماعت کو لیکر نکل کھڑے ہوئے، اور وہ روانہ ہوئے، اور تاتاریوں کے ٹڈی دل نے مملکت بلخ کی فضا کو چھایا اور اینٹ سے اینٹ بجا دی، عقیدت مندی کی آنکھ کو ان دونوں واقعوں کے درمیان علت و معلول لے یہ روایت جزئی اختلافات کے ساتھ، سپہ سالار، مناقب، و بیاضہ موقوفات سب میں مذکور ہے۔

کا رشتہ نظر آتا ہے،

تا دل مردان حق نامد بہ درد
بیچ قوسے را خدا رسوا نکرد
سکونت قونیا | نیشاپور، بغداد، مکہ معظمہ، دمشق وغیرہ کی سیاحت، اور حج سے فراغت کے
بعد یہ قافلہ قونیا پہنچا، اور یہیں سکونت اختیار کر لی، یہاں خاندان سلجوق کے تاجدار
علاء الدین کی قیادت کی حکومت تھی، اس نے بڑھکرت شیخ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، عزت و احترام
کے ساتھ درس و تدریس کی خدمت سپرد کی، اور خود بھی اکثر حاضر ہوتا رہتا،
شیخ عطار کی نظر عنایت، | اثنائے مسافرت میں جب قافلہ نیشاپور پہنچا ہے، تو شیخ فرید الدین
عطار سلطان العلماء سے ملنے تشریف لائے، مولانا اس وقت بچہ تھے، لیکن گوہر شناس
نے اس وقت گوہر کو پرکھ لیا، اپنی کتاب اسرار نامہ عنایت کی، اور ارشاد فرمایا، کہ
عنقریب یہ لڑکا دل جلون کے گروہ میں آگ لگا کر رہیگا،

”وراثتِ آن سفر بہ نیشاپور رسید، شیخ فرید الدین عطار، بہ دیدن مولانا
بہاء الدین آمد، آن وقت مولانا جلال الدین کو دک بود، شیخ عطار کتاب اسرار نامہ
راہد یہ بہ مولانا جلال الدین داد، وہ مولانا بہاء الدین گفت زود باشد کہ این سپر
آتش در سوختن عالم برزند،“

از وواج | اس سفر و سیاحت کے دوران میں، ۶۲۳ھ میں عمر کے اسیسویں سال مولانا
کا عقد لائے سمرقند، شرف الدین کی صاحبزادی جوہر خاتون کے ساتھ ہوا، اور اسی سال
ان کے بطن سے، فرزند رشید، سلطان ولد کی ولادت ہوئی، ان خاتون کے تفصیلی حالات

۱۷ دیباچہ ملفوظات، مناقب، و سپہ سالار، ۱۷ سپہ سالار،

۱۷ تذکرہ دولت شاہ سمرقندی،

سے اہل تذکرہ خاموش ہیں، ان کی وفات کے بعد مولاناؒ نے دوسرا عقد، کراخاتون
قونوی سے کیا، جن کا ذکر تذکرون میں بار بار آتا ہے،

علوم ظاہری مولاناؒ نے علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم، اپنے والد ماجد کے سایہ شفقت میں
حاصل کی، اور اس کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے
ہمہ دان فاضل تھے، پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کے شوق میں اس وقت کے بڑے بڑے
مشہور علمی مرکزوں، حلب، دمشق وغیرہ کی خاک چھانی اور ہر جگہ کے باکمال استادان
فن سے استفادہ کیا، چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں یہ مرتبہ استناد حاصل ہو گیا تھا کہ
نعت، ادب، فقہ، منقولات، حدیث، و تفسیر کے وہ نازک و دقیق مسائل، جو کسی سے حل
نہ ہوتے، ان کے پاس لائے جاتے، اور ان کے جواب سے سب کو تشفی ہو جاتی،
”در علوم ربی، چون اقسام نعت و عربیت و فقہ و حدیث و تفسیر و منقولات و
منقولات بہ غایتی رسیدہ بود کہ در آن عشر سرآمد ہمہ علماء و ہر شدہ بود“ (پہلاں)
”ہر مسئلہ کہ اقران آن عہد را مشکل افتادے، بہ حضرتش عرضہ و اشتغال سے چھوڑ
وجہ در تحقیق آن فرمودے، کہ سائل را از ذوق آن منزہ استخوان
حل می شد“ (ایضاً)

علمائے حنفیہ کے سب سے معتبر تذکرہ میں، مرتبہ علمی کی شہادت، ان الفاظ
میں ملتی ہے :-

كان عالماً بالمذهب واسع الفقه عالماً بالخلافات و جامعاً للعلوم

كان اماماً عالماً بالفقه على مذهب ابي حنيفة رضي الله عنه

سے یہ حالات، تقریباً ہر تذکرہ میں مل جاتے ہیں، جیسے: الجوہر المصنوع، جلد ۱، ص ۱۲۴،

وہاما بالحداف

درس و افتاء، اسی میں چوبیس سال کے سن میں اپنے والد کی وفات پر مولانا، باوجود
وقت اور ایمانِ شہر کے اصرار سے مسندِ درس و افتاء پر جلوہ افروز ہوئے،

در سلطان علاء الدین سلجوقی باتامی ارکان و صدور آن دیار جمع شد، مولانا جلال الدین

راجا کے پیر نشاۃِ اند، مفتاح التواریخ یہ حوالہ خلاصۃ المناقب

علم و فضل، اور کمالِ فن کی شہرت، طلبہ کو دور دور سے کھینچ لائی، مناقب العارفین
کی روایت کے مطابق چار سو طلبہ کا ہجوم ہر وقت رہتا تھا، ان تمام خارجی شہادتوں سے
قطع نظر کر کے مثنوی میں جس کثرت سے مسائل معقول و منقول کے حوالہ اور اشارہ آئے
ہیں، وہ بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے، کہ صاحبِ مثنوی کا دماغ، قرآن و حدیث
فقہ و اصول کلام و فلسفہ، ہر قسم کے علوم و معارف کا گنجینہ تھا، لیکن علوم ظاہری کا یہ تھر
سوزِ قلب کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا،

تجلیاتِ باطنی کا ظہور، اربابِ تذکرہ متفق ہیں، کہ تجلیاتِ باطنی کا ظہور پچھن ہی سے ہونے
لگا تھا، بارہا ایسا ہوتا کہ تین تین چار چار دن گزر جاتے اور کچھ نہ کھاتے پیتے، ایک مرتبہ
چھ برس کے سن میں جمعہ کے دن چھت پر ہمسن بچوں کے ساتھ سیر کر رہے تھے
رطکون میں باہم یہ صلاح ٹھہری، کہ ایک چھت سے دوسری پر کودیں، مولانا نے قسم
کے ساتھ فرمایا، کہ یہ تو کتے، بلی سب ہی جانور کر لیتے ہیں، ہمت ہو تو آؤ، آسمان پر چھت کریں
یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئے، ساتھ کے رٹکے سہم گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر نظر آئے
گئے، اور ارشاد فرمایا، کہ ”سبز پوشوں کی ایک جماعت مجھے اڑا کر آسمانوں پر لے گئی اور آسمانوں

کی سیر کرائی تہ کہ دن میں اس قسم کے خرق عادات اور بھی منقول ہیں،
 "بر خدمت مولانا، از پنج سالگی باز صورت روحانی و اشکال غیبی، یعنی سفرہ ملائکہ و
 برزہ جن و خواص انس کہ مستوران قباب عزت اند ظاہری شدہ اند، و تمثیل گشتہ"
 انقیات الانس)

حضرت مولانا از سن پنج سالگی اکثر اوقات از جائے خود برمی جست و مضطرب
 می شد تا حدی کہ مریدان بہار الدین ولد اود ادریان می گرفتند، از آنکہ صمد روحانی
 و اشکال غیبی بہ نظرش تمثیل می شدند، انی سفرہ ملائکہ و برزہ جن و انس کہ مستوران
 قباب حضرت اند، (مناقب العارفین)

بیعت و منازل سلوک، شیخ بہار الدین ولد عارف کامل تھے، انکی صحبت و تربیت، لخت جگر کے
 اس جوہر فطری پر جلا دیتی رہی، ان کے انتقال کے بعد مولانا نے ان کے خلیفہ سید
 برہان الدین محقق ترمذیؒ کے ہاتھ پر، اربعین کے حسب خواہش بیعت کی، اور ان کی زیر تربیت
 نو سال کی مدت تک تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ طے کیے،

"سید برہان الدین چون با مولانا جلال الدین صحبت داشت... با او گفت کہ اگرچہ
 در علم ظاہر جای پدر گرفتہ، و اما قدرت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت
 و آن دیدنی ست نہ آموختنی، آن احوال از پدر تو بہ من رسیدہ است، اگر مرید
 شوی مراد یابی، مولانا جلال الدین بہ رغبت تمام مرید شد، و مدت نہ سال در خدمت
 او بود۔"

سید برہان الدین بعد از آن حضرت خداوند گار را بہ تحقیق علوم یقینی رغبت

سے سپہ سالار، مناقب، و انقیات الانس، سے ویجاچہ ملفوظات،

فرمودہ: طریق سلوک و آداب مشایخ تلیقن کر و مدت نہ سال تمام

صحبت فرمودند

ابتداء سے تربیت سلوک میں سید موصوف نے مولانا سے ایک ہفتہ روزہ رکھنے کو کہا مولانا نے کہا کہ کچھ عرصہ چالیس دن ہونے چاہئے، سید موصوف نے چالیس دن کی خلوت کرائی، حجرہ کا دروازہ مقفل کر دیا اور سامان خورد و نوش میں سے بجز ایک لٹا پانی اور چند نان جوین کے اور کچھ نہ دیا، چلہ کے خاتمہ پر دروازہ کھولا، تو دیکھا کہ مولانا حضور کامل کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں، مرشد کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی، دروازہ بدستور بند کر دیا، اور پورا ایک چلہ اور گزر جانے کے بعد دوبارہ کھولا، تو دیکھا کہ نماز میں مشغول ہیں، اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں، مرشد کی جانب اب بھی التفات نہ کیا، مرشد نے تیسرے چلہ کا انتظام کیا، اس کے خاتمہ پر مولانا تبسم کرتے ہوئے باہر تشریف لائے، تو آنکھوں سے انوار جمال الہی برسر رہتے تھے، مرشد نے گلے سے لگا لیا، اور چہرہ پر بوسہ دیا،

شمس تبریز | محقق ترمذی نے ۳۷۷ھ میں وفات پائی، پانچ سال بعد ۳۸۲ھ میں شمس تبریزیؒ کی صحبت نصیب ہوئی جس نے گویا مولانا کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا حضرت شمسؒ، بابا کمال الدین جندی کے مرید اور عارف کامل تھے، ایک مرتبہ مناجات میں دعا کی، کہ پروردگار کوئی تیرا بندہ خاص ایسا ملتا جو میری صحبت کا متحمل ہو سکتا، ارشاد ہوا کہ «روم کو جاؤ» یہ بشارت پاتے ہی چل کھڑے ہوئے، اور ساری اقلیمِ روم کا گشت لگا کر بالآخر قونینہ میں آکر اترے، شب کا وقت تھا، برج فروشون کی سرے میں فروکش ہوئے، صبح ہمہ تن شوق بن کر دوکان کے چوڑے پر بیٹھے، جذبِ دل کامل تھا، شکار، خود شکاری لے لے سپہ سالار لے لے مناقب العارفین،

کے استقبال کو بڑھا، ادھر حضرت شمس انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے، ادھر مولانا بھی صبح ہوتے ہی ان کی ملاقات کو چلے، شہرتِ علم و فضل کا آفتاب ادج کمال پر تھا راستہ میں خلقت دست بوسی کو ٹوٹی پڑتی تھی، شمس کی نگاہ چار ہوئی، رہبرِ نبوت نے پتہ دیا کہ یہی وہ محبوب ہے، جس کی بشارت ہوئی تھی،

مولانا مقابل کے چوتھے پر آکر بیٹھ گئے، دیر تک آنکھوں آنکھوں میں راز و نیاز ہوتے رہے، اس کے بعد شمس نے مولانا سے سوال کیا کہ "بایزید بسطامی" کو ایک طرف تو بتایا سنت میں یہ غلو تھا، کہ زندگی بھر خرپڑا اس خیال سے نہیں کھایا، کہ نہیں معلوم سرورِ عالم صلعم نے کس طرح تناؤ فرمایا تھا، اور دوسری طرف کبھی سبحانی ما اعظم شافی کے نعرہ لگاتے تھے، اور کبھی لبس فی جبتی سوی اللہ کی صدا بلند کرتے تھے، حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ فرماتے تھے، میں دن بھر میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں، ان وہ متضاد کیفیتوں میں کیونکر تطبیق دیا جاسکتی ہو؟ مولانا نے جواب دیا کہ "بایزید اگرچہ بڑے صاحبِ دل بزرگ تھے، تاہم دائرہ ولایت میں ایک خاص درجہ پر قائم کر دیے گئے تھے، اور ان پر اسی کی عظمت ظاہر تھی، اس لئے ان کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے، بخلاف اس کے سرورِ کائنات صلعم کے علوے مراتب کی حد و انتہا نہ تھی، ہر لحظہ منازلِ قرب میں بلند تر پایہ طے کرتے جاتے تھے، اس لئے قدم قدم پر آپ کو اپنا پہلا مقام بہت نظر آتا تھا اور اسی پر آپ استغفار فرماتے رہتے تھے،

یہ سنتے ہی شمس اٹھ کر مولانا سے بہت گئے، اور ایسا لپٹے کہ پھر کبھی نہ چھوٹے، راز و نیاز کے تعلقات آپس میں بڑھے، اور بڑھتے گئے، یہاں تک کہ ایک کی ہستی دوسرے میں گم ہو گئی، مولانا اب تک درس و افتاء میں مصروف رہتے تھے، اب یہ مشاغل چھوڑ کر

سماع میں منہمک ہو گئے، مستی و سرشاری کے جذبات طاری رہنے لگے، دوستوں عزیزوں
شاگردوں سے ملنا جلنا ترک ہو گیا، بڑی بڑی طویل مدتوں تک شمس کے ساتھ خلوت
رہنے لگی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حجرہ شیخ صلاح الدین میں دو دنوں بزرگ متصل تین
مہینہ یا چھ مہینہ تک، باختلاف روایت، بغیر آب و دانہ اور دوسری بشری حاجتوں
کے خلوت گزین رہے!

” مدت سہ ماہ، در خلوتی لیلاً و نہاراً بہ صوم وصال نشستند، کہ اصلاً بیرون

نیامند، کسی راز ہرہ نبود کہ در خلوت ایشان در آید“ مناقب العارفین و نفحات الانس

” مدت شش ماہ آزاد، در حجرہ شیخ صلاح الدین زر کوٹ بہم صحبت فرمودند چنانچہ

قطعا و اصلاً اکل و شرب و حاجات بشری در مابین نہ بود، و در سر وقت ایشان

بغیر شیخ صلاح الدین دیگر کسی را مجال دخول نہ بود“ (رسالہ سپہ سالار)

شمس اور رومی کے تعلقات باہمی آج تک ایک طلسم بنے ہوئے ہیں، اور دونوں کی
پہلی ملاقات نیز باہمی تعلق کی بابت جو عجیب و غریب افسانے عام زبانوں پر ہیں، ان کے
محاط سے یہ روایت جو یہاں اختیار کی گئی یقیناً پھکی اور بیمزہ معلوم ہو گئی، لیکن سب سے
قدیم تذکرہ سپہ سالار میں یہی روایت درج ہے، اور مناقب و نفحات میں بھی جزئی اختلافات
کے بعد اس کا اعادہ کر دیا گیا ہے۔

بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت شمس کیساتھ مولانا کی بڑھی ہوئی گرویدگی محبت و عقیدت
کو دیکھ کر شمس کو آپ کا پیر و مرشد لکھ دیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کر کے، کہ یہ خیال، قدیم ترین
تذکروں، سپہ سالار و مناقب کی تصریحات کے برخلاف ہے، خود مولانا کا بھی ایک
مقدور اس تعلق باہمی کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے، فرماتے ہیں کہ:-

یعنی ان میں بعض
و جب چکاتین مولانا
نہلی جو مہینے پہنچ
شیخ مولانا رحمہ
نقل کر دی ہیں

”علماء ظاہر، اختیار رسول کے عالم ہیں، شمس تبریزیؒ اسرار رسول کے حامل ہیں،
 اور میں انوار رسول کا منظر ہوں۔“ (مناقب، ذکر شمس تبریزیؒ)
 اس میں شبہ نہیں، کہ شعوی اور اس سے بھی بڑھکر دیوان غزلیات میں مولانا نے ایک
 دو جگہ نہیں، بہ کثرت حضرت شمس تبریزؒ کا نام اس ذوق و شوق، اور اس جوش و عقیدت
 سے لیا ہے، کہ گویا اپنے پیر و مرشد کا ذکر کر رہے ہیں، مثلاً شعوی میں :-

شمس تبریزیؒ کہ نور مطلق ست	آفتاب ست و ذوالوار حق ست
چون حدیث روی شمسؒ لدین رسید	شمس چارم آسمان رو در کشید
واجب آمد چونکہ بر دم نام او،	شرح کردن رمزی از انعام او،
دیوان میں اس سے بھی آگے قدم رکھتے ہیں، مثلاً :-	
شمس تبریزؒ طلوعی یکن، مشرق جان	کہ چو خورشید تو جانی و جهان جلد بدن

شمس تبریزؒ توئی وجہ وجود من ہم از وجہ و مرآت تو ام

پیر من و مرید من، در دین و دواي من فاش گیوم این سخن شمس من و خداي من
 اس قسم کے اشعار سے ایک گروہ نے یہ بات ٹھہرائی ہے، کہ حضرت شمسؒ مولانا کے
 پیر و مرشد تھے، اس لئے کہ ایسے الفاظ ایک مرید ہی اپنے مرشد کے لئے استعمال کر سکتا ہے
 لیکن یہ قیاس کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا، اس لئے کہ یہ انداز بیان مولانا کے طبعی جوش و خروش
 لئے دفتر اول، عنوان بردن بادشاہ طبیب را الخ،

بخودی و دوار فنگی کا نتیجہ ہے، اور تنہا شمس کیساتھ اس کی تھیسس نہیں، بلکہ اپنے مخصوص
 اور باب صحبت میں سے جس کسی کا بھی ذکر فرماتے ہیں، و فور جویش و فرط محبت سے بخود ہو جاتے
 ہیں، قلم کی رفتار مستانہ اور اہلی ہو جاتی ہے، اور سیاحت ایسے الفاظ زبان سے نکلنے لگتے
 ہیں، جو عموماً کوئی خوش عقیدہ مرید ہی اپنے مرشد کی شان میں استعمال کر سکتا ہے، شیخ
 صلاح الدین زرکوب تو مرشد نہ تھے، محض رفیق صحبت تھے، تاہم انکا ذکر اکثر غزلوں میں
 جس انداز سے کرتے ہیں اس کا نمونہ یہ ہے:-

مطربا، اسرار بار بازار گو،	قصہ ہای جا نغز بازار گو
چون صلاح الدین صلاح جان ما	آن صلاح جان مار بازار گو

کار زرکوبان تو زر کردی چو زر شہ صلاح الدین کہ تو صد مردہ

لطیفہای را کہ باماشہ صلاح الدین کند خضر جان گریز بنید دم بدم تحسین کند
 اسی طرح شیخ حسام الدین چلی تو متوقف طوبہ پر مرید و خلیفہای تھے، مرشد و ہادی تھے
 تاہم ان کا نام شنوی میں، بار بار اس بیابانی اس بخودی، اس ذوق و شوق کے ساتھ لیتے
 ہیں، کہ کچھ دیر کے لئے پیر پر مرید کا گمان ہونے لگتا ہے، دو ایک نمونہ ملاحظہ ہوں:-

ای غیار الحق حسام الدین در آرد	این سرخ را ازین بطیخ زار
مین ز ماصور تگری و جان نہ تو	نے غلط ہم این ز تو ہم آن نہ تو
شنوی صورت بود جانش توئی	ہم جہت ہم نور ار کانش توئی

(دقت ۴، نمودن جبریل علیہ السلام خود را)

چنان مقصود من زین متنوی
ای ضیاء الحق حسام الدین توئی
متنوی اندر اصول و ابتدا
جملہ بہرست اور برست انتہا
الحب برست و ہوا و ادا تو
تیکہ بر اشتقاق و بر اسعاد تو
در قبول تست عسز و مقبلی
زانکہ شاہ جان و سلطان دلی
پیش من آوازت آواز خداست
عاشق از محشوق حاشا کے جداست

(دفعہ ۴، حکایت مرد نشنہ)

شہ حسام الدین کہ نور انجم است
طالب آغاز سفر پنجم است
ای ضیاء الحق حسام الدین راد
اوستادان صفاء استاد
شرح تو غیب است بر اہل جہان
پہچور از عشق دارم در نہان
مدح تو حیف است بر زندانیان
گویم بھدر جمع روحانیان
مدح تو لایق است و تخریق حجاب
فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

(دفعہ ۵، آغاز)

حضرت شمس تبریز اور مولانا کے باہمی تعلقات کی اصل حقیقت کیا تھی، اس پردہ کو تو کوئی حقیقت شناس ہی اٹھا سکتا ہے، البتہ ہم ظاہر بینوں کو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا پہلے تو اپنے والد ماجد اور پھر سید برہان الدین ترمذی کے ساتھ تربیت و ارادت میں رہے، ریاضتوں، عبادتوں اور مجاہدوں سے علم و یقین، سلوک و عرفان کے مدارج حقیقی طے کر چکے تھے، اور اب قلب اسوز و گداز، کیفیت وستی کے جذبات کے لئے بیقرار ہو رہا تھا، شمس ہمہ تن بے قیدی اور دارنگی تھے، ان کی صحبت نے اس بارود خانہ کے حق میں جنگاری کا کام دیا، پیری و مریدی کے باضابطہ تعلقات بالائے طاق رکھ دئے گئے

رومی تبریزی میں اور تبریزی رومی میں فنا ہو گئے، اور دونوں نے اپنی اپنی جگہ لذتِ فنا کے حوصلہ و لکھول کر پڑے کئے، دونوں کے ایک دوسرے میں فنا ہونے کی کیفیت کائناتِ تصوف میں کوئی امر محال و ناممکن نہیں،

مولانا کی صحبتِ شمسؒ کے ساتھ کل دو ڈھائی برس رہی، اس درمیان میں ان کے حد سے بڑھے ہوئے اختلاط کو دیکھ کر عزیزِ دون اور شاگردِ دون کو ناگوار می اور بری پیدا ہوئی، کہ یہ کون دیوانہ آشکار ہے جس نے مولانا کو دوستوں شاگردوں، عزیزوں اور بال بچوں، سب سے چھڑا کر اپنا کر لیا ہے، اور تخلص کی صحبتوں میں مولانا کے صاحبزادوں تک کے آنے کا روادار نہیں، شمسؒ عزیزِ دون شاگردِ دون کے چڑھے ہوئے تیوروں کو تار تار اور کشمکش کی ناگوار صورت کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر بے اطلاع چل دیے، مولانا کو انکی جدائی کا بید صدمہ ہوا، بالکل خلوت اختیار کر لی، سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، اور تنہائی میں رنج و غم کا زمانہ گزارنے لگے، اتفاق سے ایک روز دمشق سے حضرت شمسؒ کا ایک مکتوب صادر ہوا، اس نے دبی و بانی انگ کو پھر بھر کا دیا، متعدد عنقیہ غزلین کہہ کر، اور بہت سے تحفہ تحائف ساتھ کر کے اپنے فرزندِ رشید سلطان و گد کو ان کی خدمت میں روانہ کیا، خدا خدا کر کے حضرت شمسؒ دوبارہ تشریف لائے، لیکن چند ہی روز کے بعد قدیم ہم نشینوں کے رشک و حسد نے پھر زور پکڑا اور جب نوبت حد سے گزر گئی، تو شمسؒ نے ارادہ کر لیا کہ اب جا کر واپس نہ آئیں گے، چنانچہ نکل کھڑے ہوئے، اور پھر باوجود انتہائی تلاش کے کبھی ہاتھ نہ آئے،

یہ ساری تفصیل رسالہ سپہ سالار سے ماخوذ ہے، لغاتِ الانس و غیرہ کی بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ مولانا کے فرزند اوسط علاء الدین محمدؒ نے برہم ہو کر حضرت شمسؒ کو

قتل کر ڈالا تھا، لیکن سپہ سالار میں گم شدگی و مفقود خبری کا حال تفصیل سے درج ہے، اس کے مقابلہ میں بعد کی تالیفات کی بے سند روایات قابل قبول نہیں ہو سکتی، مناقب العارفین میں بھی ترجیح اسی روایت کو دی ہے، اور خود دیباچہ مفوظات کے ان الفاظ سے، کہ "تا شمس الدین ناپید شد" بجائے قتل کے گم شدگی کی تائید نکلتی ہے،

صلاح الدین زرکوب [شمس کے فراق میں مولانا کی حالت زبون ہو گئی، ہر وقت ایک شوریدگی سی طاری رہنے لگی، ایک روز جوش و خروش کے عالم میں گھر سے باہر نکلے، راستہ میں شیخ صلاح الدین کی دوکان پڑی، یہ ایک صاحب جمال بزرگ تھے، اور مولانا کے پیر بھائی، شمس و مولانا کی خلوتوں میں بھی باریابی کی خوش نصیبی تھنا، انھیں کے حصہ میں آئی تھی، زرکوبی کا پیشہ کرتے تھے، اتفاق سے اس وقت چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے، ہتھوڑی کی آواز نے مولانا کے قلب پر سماع کا اثر پیدا کیا، اور سر راہ وجد و رقص کی حالت طاری ہو گئی، شیخ کیفیت دیکھ کر بدستور ورق فقرہ پر ضربیں لگاتے رہے، بیان تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہو گئی، مگر انھوں نے ہاتھ نہ روکا، بالآخر مولانا نے انھیں اپنے آغوش میں لپیٹا، اور جوش و ہستی کے عالم میں گھنٹوں اپنے اس شعر کی تکرار فرماتے رہے،

یکے گئے پدید آمد ازین دوکان زرکوبی
رہے صورت زہے معنی زہے خوبی ازہے خوبی

شمس کی مفارقت سے جو شورش پیدا ہو گئی تھی، اس میں شیخ صلاح الدین کی محبت سے بہت افاقہ ہو گیا، اب ان سے بھی ٹھیک وہی تعلقات راز و نیاز پیدا ہو گئے، جو

سے سپہ سالار ذکر صلاح الدین زرکوب، مناقب وغیرہ کی روایتیں اس سے ذرا مختلف ہیں،

حضرت شمسؒ سے تھے،

”خدمت مولانا، ہمان عشق بازی کہ با شیخ شمس الدین داشت باوے پیش گرفت
(مناقب و نجات، ذکر صلاح الدین زرکوب)

”بعد از غیبت مولانا شمسؒ، تسکین و آرام بہ حضرت شان یافتند چنانکہ سلطان ولد

می فرماید،

شورش شیخ ازوشده ساکن وان ہمہ رنج و گفتگو ساکن

شیخ با او چنانکہ با آن شاہ شمس تبریز چونکہ خا صہ را

خوش در آئخت ہجو شیر و شکر کار ہر روز ہمد گشتہ زر

(سپہ سالار، ذکر صلاح الدین زرکوب)

یہ رنگ دیکھ کر عزیزوں اور شاگردوں کی آتش غضب پھر بھڑکی اور شمسؒ کی طرح
ان کی بھی آزار رسانی کی فکرین کی جانے لگیں، لیکن بالآخر یہ سوچ کر، کہ مولانا کے روابط
ان سے کم ہونے کے نہیں، آزار رسانی کے منصوبہ کچھ زیادہ چلنے نہیں پائے، ۷۶۲ھ میں انکا
انتقال ہو گیا، تذکروں میں تصریح ہے، کہ مولانا کے ساتھ ان کی صحت دس سال تک رہی
اس حساب سے ان کے ساتھ مولانا کے ربط خاص کے آغاز کا زمانہ ۷۵۲ھ سمجھنا چاہئے، ان کے
ما تم میں جو ناولہ موزون مولانا کی زبان سے نکلا، وہ کلیات میں درج ہے، پہلا شعر یہ ہے،

اے زہر انت زمین و آسمان بگڑیستہ

در میان خود نشستہ عقل و جان بگڑیستہ

حسام الدین چلی، حضرت زرکوبؒ کے اٹھ ماہ کے بعد مولانا نے اپنا رفیق صحت اپنے مرید
باختصاص حسام الدین چلیؒ کو منتخب فرمایا، اور شمسؒ و زرکوبؒ کی طرح، ان کے ساتھ

مراسم محبت، بے حد و بے پایان قائم ہو گئے، مثنوی کی تصنیف اہلین کی تحریک پر کی اور مثنوی میں متعدد مقامات پر ان کا نام اس محبت و ذوق، خلوص و عقیدت کے ساتھ لیا، کہ گویا مرید کا ہینن بلکہ مرشد کا ذکر ہے ہین، اور مثنوی کے ہر دفتر کے آغاز میں تصریح کیسا تھے اہلین مخاطب کرتے گئے ہین، اس طرح جب تک دنیا میں مثنوی کا وجود باقی ہے جسام اللہ چلی کا نام بھی زندہ و قائم ہے، مرض الموت میں اپنا خلیفہ بھی اہلین کو منتخب کیا،

دیگر معاصرین، مولانا کے خاص رفیقانِ صحبت و یارانِ بزم بس یہی چند تھے، ان کے علاوہ دوسرے اربابِ کمال و مشاہیر عصر سے بھی مولانا کے تعلقات تھے، اور ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، چنانچہ ان حضرات میں، شیخ محمد الدین ابن عربی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ صدر الدین قونوی، شیخ اوصد الدین کرمانی، امام نجم الدین رازی کا بار بار ملنا مختلف تذکروں میں آتا ہے، بعض روایتوں میں شیخ سعدی کی بھی ملاقات کا ذکر ہے، قطب الدین شیرازی اپنے وقت کے جید معقولی و فلسفی تھے، ان کی حاضری کی حکایت بھی مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہے، چنانچہ ایک بیان کے بموجب اہلین نے حاضر خدمت ہو کر مولانا کے ہندو مواعظ سے برکت حاصل کی ہے،

ازواج و اولاد، شایان دوہوئیں، پہلی بیوی خواجہ شرف الدین لالہ سمرقند کی صاحبزادی گوہر خاتون تھیں، ان کے لطن سے تین صاحبزادہ، بہار الدین محمد سلطان ولد، علا الدین محمد اور مظفر الدین تھے، ان خاتون کی وفات کے بعد عقد ثانی، کرا خاتون، قونوی کیسا تھے ہوا، ان کے لطن سے ایک صاحبزادی ملکہ خاتون تولد ہوئیں، ساری اولاد میں افرزندی و خلف رشید، بہار الدین سلطان ولد تھے، جو والد ماجد کے جانشین، اور ایک بڑے صاحبِ دل لے مدینۃ العلوم، اریقتی،

بزرگ ثابت ہوئے، اور حسام الدین چلی کی وفات کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے، انھوں نے کوئی شومی بھی لکھی تھی جس کے اشعار مختلف تذکروں میں کثرت سے منقول ہوئے ہیں، عام حالات، مولانا کا زمانہ، غیروں کی غلامی کا ہین اپنی حکومت کا زمانہ تھا، عموماً علماء و مشائخ کے لئے گران قدر سرکاری وظیفے اور روزینے مقرر رہتے تھے، مولانا کے لئے بھی اوقات کی مد سے پندرہ دینار ماہوار کا وظیفہ مقرر تھا، اس کے معاوضہ میں مولانا کے سپرد، افتاء کی خدمت تھی، فرض شناسی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ تاکید می حکم تھا، کہ خواہ کیسی ہی وجہ ہو سکر کی کیفیت ظاری ہو، استفتاء جس وقت بھی آجائے، خدمت میں پیش کر دیا جائے، ۳۵۔ ۴۰ سال کی عمر تک عام مشغلہ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی تھا، اس کے بعد شمس کی صحبت کے اثر سے وجد و استغراق کی کیفیت بڑھتی گئی، اور شمس کے اتباع میں سماع کا ذوق غالب آتا گیا، یہاں تک کہ مناقب العارفین کی روایتوں پر اگر اعتماد کر لیا جائے تو اکثر مسلسل کئی کئی دن شغل سماع میں گزر جاتے تھے،

شریعت کی پابندی، ایک طرف اس زور کی مستی و بخودی، ثنائیت اور وارستگی تھی لیکن دوسری طرف شریعت کے دائرہ سے کبھی قدم باہر نہ نکلنے پایا، شب بیداری، تہجد گزار کثرت نوافل، وادام ذکر، کثرت صوم، عام معمولات تھے، اداسے نماز میں یہ شغف و اہتمام تھا، کہ جو بھی وقت نماز آتا، فوراً قبلہ رخ ہو جاتے، اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا، عشا کی نماز میں بعض اوقات، ساری ساری رات ختم ہو جاتی، سپہ سالار کے چند بیانات سننے کے قابل تھے، ”دربخوا بی نشانے عظیم داشت“

”در مجاہدہ صوم و جوع آیت بود نہ چہ آن مجاہدہ کہ از ایشان مشاہدہ رفتہ است“

سے تفصیل مناقب العارفین، اخذ ہوئے انکی دو مثنویاں مطبوعہ تھیں، قلی میری نظر سے گزری ہیں، حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ میں اور قصبہ سندھ

(ادوم) میں ایک مثنوی بالکل مولانا کی مثنوی معنی کا کلمہ معلوم ہوتی ہے، سب سے سالار،

مقدور بشر نبود

» در تمام امور متابعت آنحضرت صلعم فرمودند و در فقر نیز تبع بدان حضرت می کردند

» چون وقت نماز رسید، متوجہ قبلہ شدند، چہرہ ہمارک ایشان رنگ بہیچ گشت»
 » بہ استغراق و خشوع بید، و نیاز و خضوع بے حد بہ نماز مستغرق می شدند،
 و بہ کلی بہ صفات بچون مقصیل گشتند»

» بہ کسوت مختلف مشاہدہ رفت کہ از اول عشا قیام کرد، و تکبیر بیتہ، تا اول صبح بہ دو رکعت نماز مستغرق بود، و پچنان در رکوع و سجود یک روز تمام و یک شب مشاہدہ رفت کہ مستغرق می بودند»

مجاہدات و ریاضات شاقہ از ہر وقت، ترک و اپتار، ورع و تقوی، احترام شریعت، ذوق عبادت، اور اتباع سنت کے کثیر اور حیرت انگیز واقعات سے سپہ سالار، مناقب، اور دوسرے تذکرون کے اوراق لبریز ہیں،
 خلاصہ تصون، مولانا کی تعلیم جو کچھ تھی، اسکی تشریح سے شغوی، نیز ملفوظات کی ایک ایک سطر لبریز ملتی ہے، لیکن ان کی ساری تعلیمات و ارشادات کے عطر کو اگر چند لفظوں میں تلاش کرنا ہے، تو اسی ملفوظ کے بالکل خاتمہ کی عبارت پر مدہ لینی چاہیے، فرماتے ہیں:-

اور صلیکم یتقوی اللہ فی السب والعلانیۃ	میں تمہیں وصیت کرتا ہوں، کہ اللہ سے ظاہر
بقلة الطعام وقلة المنام وقلة الكلام	اور باطن میں تقوی رکھو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو
وجہلۃ من المعاصی والأثام و تہک الشہوات	اور گناہوں اور برائیوں کو ترک کرو، اور

علی الدوام واحتمال الجفاء من الانام والمواظبة

خواہشوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو، اور خلقت

علی الصیام ودوام القیام

کی طرف سے سختیاں برداشت کرو اور ہمیشہ روزہ

رکھتے رہو، اور ہمیشہ عبادت کیلئے کھڑے رہو،

ان کے سارے تصوف، ان کی ساری تعلیمات، ان کے سارے ارشادات کا عطر،

خلاصہ، پتھر جو کچھ بھی کہا جائے، بس یہی ہے، یہی ان کا قول بھی تھا، اور یہی ان کا عمل بھی

کئے بھی یہی تھے، اور کرتے بھی یہی تھے، بتاتے بھی اسی کو تھے، اور برتتے بھی اسی کو تھے،

اپنی شاعری کی بابت رائے، مثنوی اور مجموعہ غزلیات کی عام شہرت کی بنا پر خیال یہ ہوتا ہے

مولانا ایک فطری شاعر تھے جو ہر وقت شعر گوئی میں مصروف رہتے ہونگے لیکن اس ملفوظات میں مولانا

خود اپنی شاعری پر جو اظہار رائے فرمایا ہے، اور جو خفیت اختلاف کیساتھ سپہ سالار میں بھی منقول ہے، وہ

اس خیال کی تردید کے لئے بالکل کافی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے شاعر محسوس کیا واسطہ، شاعری سے بڑھ کر لفظ

کوئی مشغلہ نہیں، مگر یہاں کے لوگ میرے پاس اسی کے طالب ہو کر آتے ہیں، اور مجھ میں مروت اتنی ہے کہ کسی کو

اپنے سے کبیدہ خاطر نہیں جانے دینا چاہتا ہوں، اس لئے ان لوگوں کی محض خاطر داری میں

کلام موزون کر لیتا ہوں،

در آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ پیش من می آیند، از بیم آنکہ

ملول نہ شدند، شعرے بگویم تا بد آن مشغول شوند..... و گرنہ من از کجا

ملے یہ عجیب توارد ہے، کہ جس طرح ایک مشہور بزرگ حضرت مولانا کے ملفوظات کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا

اسی طرح ایک دوسرے مشہور بزرگ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الہی کے ملفوظات کی تقریباً ابتدا ہی میں

یہ الفاظ ملتے ہیں، در کمال مرود و چار چیز پیدا می شود قلة الطعام و قلة الكلام و قلة الصبر و الانام و

قلة المنام، (فوائد النوادر، مرتبہ خواجہ حسن علاء بخاری، ص ۱۷ مطبوعہ نو کشتور)

و شعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، کہ ازین بدتر چیزے نیست،

تصانیف، مولانا نے جو اپنی مستقل معنوی یادگار بن چھوڑی ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) کلیات شمس تبریز، غزلیات کا نہایت ضخیم مجموعہ جس میں کہا جاتا ہے کہ بچاس ہزار شعر درج ہیں، عوام اسے شمس تبریز کا کلام سمجھتے ہیں، حالانکہ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں، کہ یہ سارا کلام مولانا ہی کا ہے، اور یہ بھی مسلم ہے کہ شمس بیچارہ تو شاید ایک مصرع بھی نہیں کہہ سکتے تھے، اس کے علاوہ کلام خود، خصوصاً جس صورت کے ساتھ شمس کا نام مقطع میں آتا ہے، اس امر کی صریح نہادت دے رہا ہے، کہ اس کا کہنے والا شمس کے سوا کوئی اور شخص ہے، ہندوستان میں نول کشور پریس (لکھنؤ) نے ایک متوسط ضخامت کا مجموعہ دیوان شمس تبریز کے نام سے عرصہ ہوا چھاپا تھا، جو اغلاط مطبعی سے لبریز ہے، اسی پر میں نے بعد کو ایک دوسرا نہایت ضخیم مجموعہ کلیات شمس تبریز کے نام سے شائع کیا، اس کی صحت کا خاص اہتمام کیا، اور اس کو شش میں ایک حد تک کامیاب بھی رہا، کلیات کا جو نسخہ ایران میں شائع ہوا ہے، وہ میری نظر سے نہیں گذرا ہے، امرتسر (پنجاب) میں مدت ہوئی دیوان شمس الحقایق کے نام سے مولانا کا ایک مختصر دیوان شائع ہوا تھا، وہ غالباً اس ایرانی نسخہ سے ماخوذ و منتخب تھا،

کلیات کے مطبوعہ نسخہ میں چند غزلیں ایسی بھی ملتی ہیں جو غالباً الحاقی ہیں، ان کے مضامین عقائد اہل سنت سے اس قدر علیحدہ و بیگانہ ہیں، کہ مولانا جیسے زبردست متبع شریعت کی جانب انہیں منسوب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا، مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں وہ غزل جس کا ایک شعر یہ ہے:-

ہم اول دہم آخر دہم ظاہر دہم ظاہر دہم
ہم عابد دہم معبد و معبود علی بود

کلام کا بیشتر حصہ غلبہ سکرستی کے زمانہ کا کہا ہوا ہے، اس لئے علماء ظاہر کو اپنے مسلمات سے مطابقت دینے میں قدرۃ دشواری پیش آتی ہے، رباعیات، کلیات سے الگ بھی غالباً شائع ہو چکی ہیں،

(۲) ثنوی، فرط شہرت سے کسی تعارف کی محتاج نہیں، عربی، فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، جرمنی، مشرق و مغرب کی تقریباً ہر اعلیٰ زبان میں اس کے ترجمہ، خلاصہ، شرح، حاشیہ بے تعدد شائع ہو چکے ہیں، کل ثنوی چھ دفتروں میں ہے، ہندوستان میں اس کے مطبوعہ اور قلمی دونوں قسم کے نسخے بکثرت ملتے ہیں، بعض کتب خانوں میں نفیس ترین قلمی نسخے میری نظر سے گزرے ہیں، رحمت اللہ رحمہ نے اپنے نامی پریس (کانپور) میں مولانا احمد حسن حوم کی تصحیح و تحشیہ کے ساتھ جو نسخہ چھ حصوں میں الگ الگ، بہ کمال آب و تاب شائع کیا تھا اس سے بہتر کوئی مطبوعہ نسخہ میری نظر سے نہیں گذرا ہے، اس وقت کیمبرج کے مشہور شہر پروفیسر نکلسن علاوہ انگریزی ترجمہ و حواشی وغیرہ کے محض اس کا متن تین جلدوں میں اپنی تصحیح و تہذیب کے ساتھ طبع کر رہے ہیں، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کی صرف پہلی جلد، جو دفتر اول و دوم پر شامل ہے، شائع ہوئی ہے، اور اہتمام صحت و استناد کے لحاظ سے بے نظیر ہے،

شیخ امیل قیسری، شارح ثنوی نے مدت ہوئی کہیں سے ثنوی کا دفتر ہفتم بھی ڈھونڈ نکالا تھا، لیکن علما فن نے اسے مولانا کی تصنیف قبول کرنے سے انکار کیا، اس وقت تک مختلف سمتوں سے متعدد کوششیں "دفتر ہفتم" کے وجود میں لانیکی ہو چکی ہیں، کسی حد تک کو خواب میں مولانا سے دفتر ہفتم کی تصنیف کی اجازت مل جاتی ہے، اور کسی کو کسی اور طریقہ پر لیکن قبول عام کی عدالت سے اب تک یہ سارے دعویٰ خارج ہی ہوتے رہے ہیں،

ذوق و حال، سوز و گداز، وجد و کیفیت میں مثنوی کا ایک ایک شعر ڈوبا ہوا ہے، لیکن باہم
 برخلاف کلیات کے، احترامِ شریعت کا سررشتہ کہیں بھی ہاتھ سے نہیں جانے پایا ہے،
 اس لئے بڑے بڑے مقدس و متقی علماء و فقہاء نے بھی اس شراب کو شرابِ طہور کے حکم میں
 داخل رکھا ہے، اور خود بھی اس خزانہ سے جی کھول کر سیراب ہونے میں چنانچہ آج
 مثنوی کی جو شرحیں اور حاشیہ موجود ہیں، وہ زیادہ تر علماء و ظاہری کے قلم سے نکلے ہوئے
 ہیں، مثنوی کا زمانہ تصنیف، کلیات سے بہت بعد کا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا
 اس وقت مرتبہ سکر و تلوین سے گزر کر منزلِ صحو و تکلیف پر فائز ہو چکے تھے، جو حضرات صوفیہ کے
 طریقہ میں روحانی ترقی کا سدرۃ المنتہی ہے،

(۳) ملفوظاتِ یافیہ مافیہ، دینا اب تک اس رسالہ کے صرف نام سے واقف تھے آج
 مولانا کے وصال کے چھ سو تتر سال (قری) کے بعد محض کریم مطلق کے فضل و کرم سے
 پہلی بار یہ رسالہ منظر عام پر آ رہا ہے، اور اس کی طبع و اشاعت کا سامان ہو رہا ہے،
 اس پر اجمالی تبصرہ صفحاتِ آیندہ کا موضوع ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ

فیہ مافیہ

مولانا کی مشہور ترین یادگار ان کی ضخیم مثنوی اور اس سے ترکران کا ضخیم ردیوان ہے جو عام طور پر کلیات شمس تبریز کے نام سے موسوم ہے، نثر میں مولانا کی تنہا یادگار یہی فیہ مافیہ ہے، یہ ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ آپ کے متفرق ملفوظات کا مجموعہ ہے جو اثنائے مجالس میں آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوتے رہتے تھے، اور جو آپ کے صاحبزادہ سلطان بہار الدین ولد کے قلمبند و مرتب کئے ہوئے ہیں، جیسا کہ دیباچہ کے شروع ہی میں تصریح موجود ہے، ملفوظات کے اصلی مخاطب، مرید یا اختصا ص معین الدین پروانہ ہیں جو وزیر سلطنت بھی تھے، عموماً انھیں سے مخاطب ہے، بیشتر انھیں کے سوالات کے جوابات ہیں، لیکن کہیں کہیں دوسرے مریدوں اور سائلوں کی جانب بھی روئے سخن ہے، چنانچہ خود سلطان بہار الدین ولد کے نام کی تصریح ایک سے زائد مقام پر ہے،

ملفوظات کی خیالات و مطالب، مثنوی کے خیالات و مطالب ہیں، انداز بیان مثنوی کا انداز بیان ہے، زبان مثنوی کی زبان ہے، اس لئے ملفوظات کے صحیح و مستند ہونے میں بھی شبہ کی وجہ نہیں، فرق جو کچھ ہے، وہ اجمال تفصیل اور نثر و شاعری کا ہے، فیہ مافیہ مختصر ہے، اس لئے قدرۃ علی

میں اجمال ہے، مثنوی کی سی نکرار و تفصیل، شرح و بسط اس میں نہیں ملتی، ہذا جو جوش و خروش جو کیفیت مثنوی
 جو درد و گداز مثنوی کے ایک ایک شعر میں ہے، اس کا مقابلہ ملفوظات کے سارے اوراق مل کر بھی
 نہیں کر سکتے، ان دو باتوں سے اگر قطع نظر کر لی جائے، تو اور ہر حیثیت سے فیہ مافیہ اور مثنوی و دونوں
 ایک ہی پھول کی پنکھڑیاں، ایک ہی گلشن کی بہاریں، ایک ہی نور کی تجلیاں ہیں،
 تذکرہ میں ہے کہ مولانا درویش کامل بننے سے پیشتر علوم ظاہری و شرعی میں بھی کمال حاصل
 کر چکے تھے، مثنوی میں جس حسن و خوبی کے ساتھ آیات و احادیث کو تصرف میں لایا گیا ہے، اور جس
 سادہ و عام فہم طریقہ سے نازک و دشوار و دقیق مسائل کو حل کر دیا گیا ہے، وہ بجائے خود اس دعویٰ
 کے دلائل ہیں، مزید شہادت فیہ مافیہ کے اوراق میں بہ کثرت ملتی ہے، آیات قرآنی اور احادیث نبوی
 سے قدم قدم پر استشاد ہے، اور علوم عقلی سے بھی بیگانگی کہیں سے ظاہر نہیں ہونے پاتی، اس سے
 اگر ایک طرف مولانا کی وسعت نظر، تنوع کمالات اور جامعیت ظاہر و باطن کی تائید نکلتی ہے، تو
 دوسری طرف اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ مولانا کے زمانہ تک اہل باطن کا طریقہ اہل ظاہر
 سے اہل دل کا اہل علم سے، اور درویشوں کا کتاب و سنت سے مخالف بلکہ مختلف بھی نہ تھا،
 مثنوی اور کلیات کے پڑھنے کے بعد خیال یہ ہوتا ہے کہ مولانا کا شاید سب سے بڑا کمال
 اور اصلی جوہر ان کی شاعری اور شعر گوئی تھا، (اندازہ کیا گیا ہے کہ کلیات میں ۵۰ ہزار سے اوپر اور
 مثنوی میں ۲۶ ہزار سے اوپر اشعار ہیں) لیکن فیہ مافیہ میں اس پردہ کو بالکل چاک کر دیا گیا ہے
 اور صاف و واضح لفظوں میں فرما دیا گیا ہے کہ مجھے شاعری سے مطلقاً مناسبت نہیں، میں تو
 شاعری سے بیزار ہوں، محض اس ملک میں شاعری کی جانب عام رغبت و الفت دیکھ کر میں
 شعر کہنے شروع کر دیے، کہ اسی حیلہ سے لوگوں کے دلوں تک پہنچ سکوں، اصل عبارت
 ملاحظہ ہو :-

"آخر میں تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ ملول نہ شوند شعر
 می گویم، تا بدان مشغول شوند و اگر نہ من کجا شعر از کجا، و الله کہ من از شعر بیزارم، و پیش من
 ازین بتر چہ نیست، ہیچا نیست کہ یکے دست در شکبہ کردہ است و می شود برای آرزو
 مہمان چون اشتہائے مہمان بد است، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان
 شہر چہ کالامی باید آن خرد و آن فروشد اگر چہ دون ترین متاعا باشد من تحصیلا کردم
 در علوم و ریختہا کردم کہ نزد من فضلا و محققان وزیرکان آیند تا بر ایشان چہ غریب
 نفیس و دقیق، عرض کنم، حق تعالی خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را این جامع کرد، و آن
 سیہہا را اینجا آورد، کہ من باین کار مشغول شوم، چہ تو انم کرد، در ولایت ما از شاعر می
 نگتر کارے نہ بود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافق طبع ایشان می زیستیم و آن
 می ورزیدیم، کہ ایشان خواستندے مثل درس گفتن، و تصانیف کتب، و تذکیر، و زہد
 و عمل ظاہر و زہدین"

کلیات میں جو غزلین درج ہیں، تذکرون میں تصریح ہے، کہ مولانا کا وہ ابتدائی کلام ہے خود
 اس کلام کے بھی ایک ایک نقطہ سے جوش و ہمتی کا اظہار ہو رہا ہے، مثلاً می اس کے بہت بعد تصنیف
 ہوئی ہے، تاہم جو زندگی اور جو اثر مثلاً می کے اشعار میں ہے، وہ غزلوں میں بھی نہیں، فیہ مافیہ سے اس
 حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ جوش و ولولہ ابتدائی کلام میں تھا، اور اس لئے اس
 کلام میں اثر ہونا بھی قدرتی تھا، لیکن اب جبکہ وہ جوش اور وہ ولولہ سرد ہو چکا ہے، کلام میں اثر اب بھی
 وہی باقی ہے، اور یہ اُس رب کا فیضان ہے، جو مشرق و مغرب دونوں کا رب ہے جو طلوع و غروب
 آغاز و انجام، ابتدا و انتہا، دونوں حالتوں میں اپنے فیضِ ربوبیت کو جاری رکھتا ہے،
 "فرمود کہ اول شعر می گفتیم، و اعینہ عظیم بود کہ موجب گفتن بود و اکنون در آن وقت

لیکن اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ انسان کو جن مشکلات و مصائب میں ڈالا جاتا ہے اور اس سے جو سخت مشقتیں لی جاتی ہیں ان سے مقصود صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی غفلت سے پاک و صاف کر کے اسے عالم ابدی کی ابدی مسرتوں اور دائمی راتھوں سے مانوس و آشنا کیا جائے اور اس پر بے نہایت رحمتوں کا دروازہ کھول دیا جائے۔

”پس چون اومحور و بزرگ بواسطہ غفلت شد باز حق تعالیٰ رہنما و مجاہد ہاجر و اختیار الگمارد
 مآں غفلت ہارا از و بشوید و اور پاک گرداند بعد ازان تواند بآن عالم آشنا گشتن، و جو
 آدمی بر مثال مزبلہ است تل سرگین الاتل سرگین اگر عزیز است و بر اسے آست کہ بر او خاتم
 بادشاہ ہست و وجود آدمی چون جوال گندم است پادشاہ مذاکند کہ این گندم را کجای می
 کھاع من در دست و آن از صاع غافلست، و غرق گندم شدہ است اگر از صاع واقف شو
 بگندم کے التفات کند اکنون ہر اندیشہ کہ ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سر و
 دفاتر میگردد، عکس و پرتو آن صاع است کہ برون می زند، و آدمی میل بآن عالم می کند
 چون بکسہ میل بعالم سفلی کند، علامتش آن است کہ آن در پردہ پنهان شدہ باشد (ص ۲۳)
 سات صفحوں کے بعد کارخانہ کائنات کے بنی بر غفلت، ہونے کے مفہوم کو پھر ان الفاظ
 میں ادا فرمایا ہے۔

”این خانہ را بنیاد از غفلت است و اجسام و عالم را ہمہ قواش بر غفلت است“

”جسم نیز کہ بالیدہ است از غفلت است“ (ص ۲۴)

لیکن بیان اس سے نتیجہ ایک بالکل دوسرا نکالا ہے، بیان اس مقدمہ سے توجہ اور وحدت
 وجود پر ایک لطیف استدلال کیا ہے، اور اسکی صورت یہ رکھی ہے کہ دین نام ہے ترک کفر کا بغیر
 کفر کے دین کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہو سکتا، اس لئے دین و کفر لازم و ملزوم ہیں، اور ایک دوسرے کے

بغیر غیر موجود، پس معلوم ہوا کہ دونوں کا خالق ایک ہی ہے، اور وہی وحدہ لاشریک ہے، اس لئے کہ دونوں کے خالق اگر الگ الگ ہوتے، تو ایسی چیزیں پیدا کرتے، جو خود ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتیں،

”و غفلت کفرست و دین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفرست پس کفر بے یاب
کہ ترک او توان کرد، پس ہر دو یک چیز اند، چون این بے آن نیست و آن بے این لایق
اند، خالق شان یکے باشد کہ اگر خالق شان یکے نبودے متجزی بودندے، زیرا ہر یکے
چیزے آفریدے، پس متجزی بودندے، پس چون خالق یکے است وحدہ لاشریک
لہ، باشد“ ۲۰۹

اسی طرح کتاب بھر میں جہاں جہاں کوئی عبارت مکرر آئی ہے، وہاں تکرار صرف ظاہری ہے حقیقی نہیں، نتائج ہر جگہ جداگانہ نکالے گئے ہیں،

مقدمین صوفیہ کے تذکرے بہ کثرت آئے ہیں، اور بعض مقامات پر ان کے اقوال و احوال کی دلچسپ شرح و توجیہ بھی فرمائی گئی ہے، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ، دلچسپ شرح منصور کے مشہور کلمہ انا الحق کی ہے، ”استغراق“ کی یہ شرح کر کے کہ اس کے معنی اپنی ہستی کے بالکل فنا کر دینے کے ہیں، اور اس مرتبہ کی تفصیلت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”انا الحق کو لوگوں نے انانیت و خود بینی پر کیسے محمول کر لیا، یہ تو انتہائی فروتنی تھی، اس کا قائل تو اپنی خودی و ہستی کی قطعی نفی کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو حق میں شامل ہو گیا ہوں، میں خود تو کچھ رہ ہی نہیں گیا ہوں، انانیت اگر نکلتی ہے تو انا العبد سے نکلتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہستی معبود کے علاوہ، عبد خود اپنی ہستی کا بھی اثبات و ادعا کر رہا ہے!

”آخر این انا الحق گفتن منصور ہم ازین معنی است مردم پندارند کہ دعویٰ بزرگست

انا العبد گفتن دعویٰ بزرگ است انا الحق عظیم تو اضع است زیرا انا کی گوید که من عبد
خدایم دوستی اثبات می کند، یک خود راوی یک خدا را، انا انا کی میگوید خود را عدم کرد
بیاد و او می گوید که انا الحق یعنی من نیستم همه اوست جز خدا راستی نیست من بکلی عدم محضم و محم
تواضع درینجا بیشتر است اینست که مردم فهم نمی کنند، (ص ۴۹)

ای مفهوم کو ایک دوسری جگہ یون ادا فرمایا ہے۔

«مستغرق آن است که آب در او تصرف میکند، ادر او آب تصرف نیست صباح
و مستغرق هر دو در آمد، اما این را که آب می برد، و محمول است، و صباح حامل بقوت خویش
است و با اختیار خود است، پس هر جنبه که مستغرق کند و هر قوی و فعلی که از و صادر شود
آن از آب باشد، او در میان بهانه است، همچنانکه از دیوار سخن بشنوی دانی که از دیوار
نیست، کسیست که دیوار را در گفت در آورده است، اولیاء همچنانند که پیش از مرگ
مرده اند و حکم در و دیوار گرفته در ایشان یک سرمه از استی نمانده است، در دست قدرت
حق پیرے اند، پسر از جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود،» (منه)

تیسری جگہ اسلوب بیان زرا اور زیادہ لطیف ہو گیا ہے،

«منصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید
گفت انا الحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نهایت
بندگی یعنی اوست و بس دعویٰ و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی
خود را نیز اثبات کرده باشی اینجاد و فی لازم آید و این نیز که می گوئی هو الحق هم دوست
زیرا که ما انا نباشد ہو ممکن نہ شود پس حق گفت انا الحق چون غیر او ہو جو می بود و چون
منصور فنا شد ہو و آن سخن حق بود،» (ص ۱۹۶)

صدر پر انا لخت کی جو شرح و توجیہ ایک بالکل نئے پیرایہ میں درج ہے، وہ سب سے زیادہ عجیب اور اہل ذوق کے لئے پر لطف ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ ایک مہمان عزیز آ رہا ہے، ہر غلام اپنے ہاتھ میں سونے کا ایک ایک گلاس لیکر کھڑا ہو جائے، اس کے بعد جب بادشاہ سلامت برآمد ہوئے، تو جو غلام سب سے زیادہ مقرب و با اختصاص تھا وہ جمال شاہی سے ایسا بخود دست ہو کہ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گرا، اور ٹوٹ گیا، یہ دیکھ کر اس کی تقلید میں دوسرے غلاموں نے بھی اپنے اپنے گلاس پھینک کر توڑ ڈالے، اس پر جب عتاب سلطانی نازل ہوا، تو سمجھوں نے عرض کی کہ ہم نے اس غلام خاص کو دیکھ کر یہ کیا، بادشاہ نے فرمایا کہ اے بیوقوفو، وہ گلاس اس نے کب توڑا تھا وہ تو ہم ہی نے توڑ دیا تھا، وہ ہمیں دیکھ کر اپنے اپنے میں رہا کب تھا، وہ اس گھڑی غلام تھا ہی نہیں جمال بادشاہی میں فنا ہو کر خود بادشاہ ہو گیا تھا، اس کا ظاہری قصور عین طاعت و کمال اطاعت تھا۔

”لو کان لھا خلقت الافلاک، ہم انا لختی ست معیش این ست کہ افلاک را برائے خود

آفریم این انا لختی ست بزبانے دیگر و مرے دیگر“

مسیحیوں سے مسلمانوں کے مباحثہ اس زمانہ سے بہت پیشتر شروع ہو چکے تھے، فیہ مافیہ میں مسیحیت اور مسیحیوں کے خلاف ضمیمہ متعدد مقامات پر اظہار خیال ہے، لیکن صفحہ ۱۳۱ سے صفحہ ۱۳۳ تک تو مسیحیت کے رد میں ایک مستقل فصل (عربی میں) وقف ہے بعض صوفیوں کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دین کے بارہ میں مدہنت برتتے ہیں، اور ادیان باطلہ کی تردید اس اہتمام سے نہیں کرتے جس سے علماء و متکلمین کرتے رہتے ہیں، لیکن کم سے کم مولانا کے متعلق تو یہ خیال درست نہیں، انھیں اپنا اسلام اپنے تصوف سے کہیں زیادہ عزیز ہے، اور انھوں نے نہ صرف مسیحیت کے رد میں بلکہ دوسرے مذاہب و ادیان اور ان کے رد میں بھی اپنی حرارت دینی کا پوری طرح اظہار کیا ہے، مثلاً صفحہ ۱۲۷ و صفحہ ۱۲۶،

آیات قرآنی کی تفسیر میں مولانا نے جو لطیف و نادر نکتہ پیدا کئے ہیں ان سے پورا لطف

اس وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب عام مفسرین کے اقوال پر بھی نظر ہو، کلام مجید کے سورہ بقرہ میں حضرت
 ابراہیم خلیل اللہ اور نمرود کا جو مناظرہ درج ہے اسے پڑھ کر عموماً شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خلیلؑ
 نے وجود باری پر پہلے تو یہ دلیل پیش کی کہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے اور جب اس کا
 جواب اپنی فہم کے مطابق نمرود نے دیدیا، تو آپ اپنی پہلی دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل آفتاب کے طلوع
 مشرق سے پیش فرمانے لگے، مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت خلیلؑ نے اپنی دلیل چھوڑی ہرگز نہیں بلکہ
 پہلے اپنے اس دعویٰ کی کہ سنت اللہ ایک ہی جاری رہتی ہے، تجھ میں اگر قوت ہے تو کسی سنت
 الہی کو توڑ کر دکھلا دے جو مثال انسان کی موت و زندگی سے پیش کی تھی جب دیکھا کہ نمرود کی سمجھ
 میں اتنی موٹی سی بات بھی نہیں آتی تو جھٹ اسی دعویٰ کی یہ دوسری مثال جو اس سے بھی زیادہ
 محسوس و عام فہم تھی پیش کر دی،

”خدا شا کہ ابراہیم علیہ السلام برلیل اولزم شود و اورا جواب نامند بلکہ این همان سخن
 در مثال دیگر یعنی حق تعالیٰ جنین را از مشرق رحم برمی آرد و مغرب گور فروری برد تو اگر دعویٰ
 خدائی میکنی لعکس آن کن از مغرب گور آورد و در مشرق رحم باز فروری پس یک سخن بوده باشد
 حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالیٰ آدمی را بر خطہ از توئی آفریند و در باطن او چیزے دیگر
 تازه تارہ می فرستد کہ اول بدوم بنی ماند الا و از خوشنیتن خافل است و خود را نمی شناسد (از خوارزمی)
 سورہ اذا جاء نصر اللہ کی جو عام و معروف تفسیر ہے، وہ تفسیر کی تمام متداول کتابوں
 میں درج ہے، مولانا اسے درج فرماتے ہیں لیکن اس کے درج کرنے کے بعد اپنے مخصوص رنگ میں
 اس سے جو جو نکات و لطائف پیدا کرتے ہیں اور اسے جس طرح سالک کے اصول و مراتب و مقامات
 کے حق میں دستور العمل بناتے ہیں اس سے مستفید ہونے کے لئے ذیل کا طویل اقتباس ملاحظہ ہو:-
 ”اما محتقان میگویند کہ معنیش آیت کہ آدمی پندارد کہ او صاف ذمیرہ را بغیر خود و جہاد از خو
 لشتن

دفع کنند چون بسیار مجاہدہ کنند و قوت ہا و آلتہا را بذل کنند، نومید نشود و خدا
تعالیٰ اورا گوید کہ می پنداشتی کہ بقوت و فعل و عمل تو خواہد شدن، آن سنتیست کہ نہاد
ام یعنی آنچه تو داری و در راہ مابذل کن، بعد از آن بخشش مادر رسد، درین راہ بے پایان ترا
می فرمایم کہ باین دست و پای ضعیف سیر کن، ما را معلوم است کہ باین دست و پای
ضعیف این راہ را نخواہی بریدن، بلکہ بعد ہزار سال یک منزل ازین نہ توانی بریدن
الا چون درین راہ بروی چنانکہ از پای در آئی و سستی و ترا دیگر هیچ طاقت رفتن نہا
بعد از آن عنایت حق ترا برگیرد، چنانکہ طفل را مادام کہ شیر خوارہ است اورا بر میگردد
و چون بزرگ شد اورا بخود رہا می کنند تا میرود، اکنون چون قوت ہائے تو منانند
در آن وقت کہ این قوت ہا داشتی و این مجاہدہا می نمودی، گاہ گاہے میان خواب و
بیداری بواسطہ می نمودم، تا بدان در طلب ماقوت می گرفتی، و امید واری شدی، این
ساعت کہ این قوت نہاد بخششہائے ما و عنایتہائے ما را بینی و قوت کہ تو خود را در میان
نہ بینی و دست و پای خود را بے ہدایت و ارشاد مابا قوت نہ دانی، عنایت و جذبہ مادر رسد
و ترا برگیرد و او فوج فوج عنایت ما بر تو فرد می آید، کہ بعد ہزار کوشش از آن ذرہ نمی دیدی
اکنون نسیم محمد ربیست و استغفرہ، پس استغفار کن ازین اندیشہ و پندار کہ می پنداشتی
کہ آن کار از دست و پای تو خواہد بر آمدن، و ازمانی دیدی، اکنون چون دیدی کہ از ماست
استغفار کن کہ إِنَّكَ كَانَتْ تَوَّابًا، (ص ۸۶، ۸۷)

مولانا کا تصوف اسلام کا تصوف تھا، کتاب و سنت کا تصوف تھا، طاعت و عبادت کا تصوف
تھا، تقویٰ و طہارت کا تصوف تھا، رندی و بے قیدی، آزادی و وارستگی کا تصوف نہ تھا، مولانا کی مجالس
ذکر الہی و تزکیہ نفس کی مجالس ہوتی تھیں، فیہ مافیہ شروع سے آخر تک اسی تعلیم سے لبریز ہے، کہیں کسی بہت

قرآنی کی تفسیر بیان ہو رہی ہے، کہیں کسی حدیث نبوی کی شرح ہو رہی ہے کہیں ملحدوں اور
 بد مذہبوں کی تردید ہو رہی ہے، کہیں نماز کے لطائف و اسرار بیان ہو رہے ہیں، کہیں اصول و عقائد اسلام
 کی خوبیاں روشن کی جا رہی ہیں، کہیں اصلاح نفس و تزکیہ باطن کے طریقوں کی تعلیم ہو رہی ہے کہیں
 اگلے بزرگوں اور اللہ کے دوستوں کے مناقب و فضائل ذکر ہو رہے ہیں، بس ان کے علاوہ شروع
 سے آخر تک کسی مقام پر نہ آج کل کی رسمی پیرزادگی و سجادہ نشینی کا ذکر ہے، نہ قبور کے سجدہ و طواف
 کا، نہ چادر اور گانگڑ کا، اور نہ مرد جبہ عرس اور غسل مزارات کا، خاتمہ کلام ان الفاظ پر ہوا ہے جو
 تھوڑے سے فرق کے ساتھ سلسلہ جنتیہ کے چشم و چراغ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الہی
 کی زبان مبارک سے بھی ادا ہوتے ہیں، یعنی اللہ سے تقوی اختیار کرو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو،
 گناہوں سے بچو، خواہشات نفس کو مغلوب کرو، خلق اللہ کا جور و جفا برداشت کرو، دن میں روزہ
 اور شب میں نماز کی عادت دائمی رکھو، بدون کی صحبت سے الگ رہو، اور صالحین کی صحبت اختیار کرو
 اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ، وقللۃ الطعام وقللۃ المنام وقللۃ الکلام
 وحرارة من المعاصی والاثام وترک الشهوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام الملوان^{ظہر}
 علی الصیام ودوام القیام وترک المجامسة بالسفہاء، للیام من العوام ومصاحبة الصالحین
 والکرام، اخوانی اخوانی اخطو امنی هذه الوصیة لا تكونوا فی قید دولتی وفضیلتی ولكن کونوا فی
 قید ان یفتح الله قلوبکم،

پیش

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین الصلوة علی سیدنا محمد وآلہ

اما بعد این رسالہ است موسوم بہ فیہ مافیہ، از کلام مولانا جلال الدین محمد بلخی المشہور مولانا

رومی کہ سلطان بہار الدین ولد در اثنا مجلس او نوشتہ

اما نسب مولانا جلال الدین از پدر با میر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرود و از مادر سلطان احمد

قدس سرہ کو پدر او مولانا بہار الدین محمد مشہور بولد از بلخ بود و در علوم ماہر بود و صاحب حال و در

عہد سلطان محمد خوارزمشاہ مثل او در فتویٰ و در آن عصر کہے نبود چنانچہ یکشب مفتیان بلخ باتفاق

در خواب دیدند کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در اندرون خیمہ نشستہ بودی و مولانا

بہار الدین از در خیمہ اندرون آمدی و حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اورا در پہلوی خود نشاندی

و بمفتیان گفتی کہ بعد ازین مولانا بہار الدین را سلطان العلماء گوئید باید او مفتیان باتفاق پیش مولانا

بہار الدین آمدند تا خواب را عرض کنند مولانا بہار الدین تمام خواب ایشان باز گفت حیرت ایشان

زیادہ شد علی ہذا بہار الدین در بلخ و غط گشتی و از ضمائر خلق نشان دادی تا از مدتی چنان افتاد

کہ خاطر او از محمد خوارزمشاہ و بلخیان برنجید و باشارہ غیب با مولانا جلال الدین و دیگر فرزندان

لے یہ دیباچہ صرف ہندی لٹون میں ہے قسطنطنیہ کے لٹون میں نہیں ہے۔

انبیاء سیر و ن آمد و عازم زیارت کعبه شد، و در راه خبر باورسید که لشکر تتر قصد بلخ کردند و قتل و
و خرابی بسیار واقع شد و اهل آن تمام متفرق شدند، بیت

تادلی اهل دے نامہ بدرد،

ہیچ قومی را حسد از سوا نکرد،

القصہ مولانا بہاء الدین بعد از گزاردن حج متوجہ روم شدند و قونیہ را برگزیدند و ساکن
شدند مردم قونیہ چون صورت و سیرت و کلمات و حالات و کرامات و وعظ او را مشاهده کردند

بیکبار مطلع شدند و سلطان علاء الدین نیز مرید و مقدر شد چون دو سال برین حال بگذشت مولانا بہاء الدین تحت حق پیوست
بعد از آن سلطان علاء الدین و صد قونیہ بزمولانا جلال الدین جمع شدند اورا بجای پدر نشاندند و مجلس از مستفید میشدند

اما مولانا بہاء الدین را مرید کے بود نام از سید برہان الدین محقق ترمذی کہ در جوانی از
ترمذ بلخ آمدہ بود و کرامات مولانا بہاء الدین مشاہدہ کردہ بود و مرید شدہ و بمراد رسیدہ و در آخر
قطب الاقطاب شدہ و در حالت ہجرت مولانا بہاء الدین از بلخ غائب بود چون بعد از مدتی
باز متوجہ بلخ شد و احوال معلوم کرد عازم قونیہ شد، چون بقونیہ رسید یکسال بود کہ مولانا بہاء الدین
از دنیا رحلت کردہ بود و مولانا جلال الدین بجای پدر نشستہ بود،

پس سید برہان الدین با مولانا جلال الدین صحبت داشت اورا در علوم ظاہر مہر و دید
یا و گفت کہ اگر چہ در علم ظاہر جاے پدر گرفتہ اما پدیت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت
و آن دیدنی است، نہ آموختنی اما آن از پدر تو بمن رسیدہ است اگر مرید شوی مرا دیانی مولانا
جلال الدین بر غیبت تمام مرید شد و مدت نہ سال در خدمت او بود تا سید برہان الدین
وفات یافت و بعد از پنج سال بہ شمس الدین تبریزی رسید و مدتی کمر ارادت او بست و پیان

لے آمدنی است، (الف)

تا شمس الدین ناپیدا شد بعد از آن در خدمت صلاح الدین زرکوب مدتی بسر برد و بخدمت
چلیپی حسام الدین حسن وفات یافت ،

بسم الله رب یسرو تم مع العسیر

این رساله گنجینه اسرار الهی است و نوادر آثار نامتناهی است مطلع انوار قدس است
بنوع اسرار فروس است تلک عالم حقایق است و جواهر معدن و قائق است منشأ اصول
روحانی است و مخزن کنوز ربانی است مفتاح خزائن یقین و اعلام قلوب محققین است
انوار جنات غیب است و انوار آفتاب لاریب است مرکز دایره معانی است و
مہبط کنوز سبع مثانی از تالیف حضرت مولانا دینا علی الله تعالی سلطان العلماء و

قطب الاولیاء تاج العرفا منہاج الطالبین و ولی الواصلین حجة الحق والدین الاسلام و المسلمین
جلالة الملة والدین محمد بنی المشتہر بہ مولانا رومی نور اللہ مضجہ و قدس روحہ و افاض انوار معارفہ
علی كافة المریدین و المعتقدین و جمیع المسلمین و صلی اللہ علی محمد و آلہ اجمعین :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شالعلماء من نالکمال و خیر الکامل
 من نال العلماء نعم الامیر علی باب لفقیر و بیس الفقیر علی باب الامیر صدق رسول اللہ
 خلقان صورت این سخن را گرفته اند، کہ نشاید کہ عالم زیارت امیر آید، تا از شر و عمار
 نباشد معنیش آن نیست کہ ایشان پیدا شده اند، بلکہ معنیش اینست کہ شر عالمان آن کس
 باشد کہ او بد و از امر گیرد، و صلاح و سداد و بواسطہ امر باشد، و از ترس ایشان صلاح و
 اول خود تحصیل مینست آن کرده باشد، کہ امر امر مصلح دهند، و حرمت دارند، و منصب دهند،
 پس از سبب امر او صلاح پذیرفت، و از جہل بعلم مبدل شد، چون عالم شد از ترس و سیاست
 ایشان مودب شد و بروفی طریق میرود کام و ناکام عالم چون چنین باشد اگر امیر بصورت
 زیارت او آید و اگر او زیارت امیر و دو علی کل حال عالم زائر باشد و امیر مزور و چون عالم در صد دان باشد
 کہ او بسبب امر او علم متصف نشدہ باشد بلکہ علم او اولاً و آخراً براسے خدا بوده باشد و طریق
 ورزش او براه صواب بود کہ طبع او خود آن ست و جز آن نتواند کردن چنانچہ ماہی جز در آب
 زندگانی و باش نتواند کردن و از او آن آید این چنین عالم را عقل سانس و زاجر باشد
 نہ خوف امر، بلکہ از ہیبت او در زمان او ہمہ عالم ستر جبر باشند و استمداد او از پر تو عکس او گیرند،
 لے "بدتر عالم وہ ہے جو امر کی ملاقات کو جائے، اور بہتر امیر وہ ہے جو امیر کی زیارت کو جائے،
 بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو، اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو، سنن ابن ماجہ
 اس حدیث کے مفہوم کو، بہ تغیر الفاظ نقل کیا ہے

اگرچہ ازین آگاہ باشند یا نباشند این چنین عالم اگر نبزد و امیر رود و بصورت زائر امیر باشد ولیکن
مزور باشد، زیرا کہ در کل احوال امیر از وحظ می ستاند و مدد می گیرد، و آن عالم از و
مستغنی است، همچو آفتاب نور بخش است، کار او عطا و بخشش است علی اسبیل العموم سنگها
را لعل و یاقوت و در و مرجان کند و گوهر ہائے خالی را اکاشے مس و زر و آہن و نقرہ
کند، و خاکہ را سبز و تازہ و درختان را میوہ ہائے گوناگون بخشد، پیشہ او عطا است، بخشد و
بدہد، و بریز و چنانچہ عوب مثل می گوید نحن تعلنا ان تعطی و ما تعلنا ان نلخذ پس علی کل حال ایشان
مزور باشند و امرا زائر،

خدای تعالی فرمود بر علم خود و قوت و قدرت خود تکیہ نکنید، و عالم و قومی و قادر
مرادانید، تا شمار از استعانت بغیر و التجا بامرا و سلاطین نگاہ دارم ایاک تعبد و ایاک
تستعین بگوئید، و در خاطر م چون چنین می آید کہ این را تفسیر می کنم اگرچہ مناسب این مقال
نیست، اما در خاطر م چون چنین می آید پس بگوئیم تا برو حق تعالی می فرماید کہ یا ایہا البنی
قل لمن فی ایدیکم من الاسباسی ان یعلم الله فی قلوبکم خیرا لی تسکم خیرا مما
اخذ منکم و یغفر لکم و الله غفور الرحیم سبب نزول این آیت آن
بود کہ مصطفی صلوٰۃ الرحمن علیہ کافران را شکستہ بود و قتل غارت کردہ و اسیران
بسیار گرفتہ بند در دست و پا کردہ و آوردہ اند در میان آن اسیران یکے عم او بود
عباس رضی اللہ عنہ ایشان ہمہ شب در بند و در عجز و ذلت می گریستند و می زاریدند،
و امید از خود بریدہ بودند و منتظر تیغ و کشتن می بودند مصطفی علیہ السلام در ایشان نظر کرد

لے "اے پیغمبر، ان قیدیوں سے جو تم مسلمانوں کے قیضہ میں ہیں یہ کہہ دو، کہ اگر خدا تمہارے دلوں میں نیکی
دیکھے گا تو جو کچھ تم سے چھینا گیا ہے، اس سے بہتر تمہیں عطا کرے گا، اور اللہ بخشتے والا مہربان ہے،"
(انفال ع-۱۰)

و بخندید، پنداشتند کہ از ہر اسے مغلو بی ایشان می خندد، بایکد گر ایشان گفتند دیدی کہ درو
بشریت بہت و آنچه دعویٰ می کرد کہ در من صفت بشریت نیست بخلاف راستی بود
اینک در ما نظری کند ما را درین بند و غل اسیر خود می بیند و شادی شود و می خندد و بچپانکہ
نفسایان چون برو دشمن ظفر یا بند و ایشان را مقهور خود بیند شادمان گردند و در طرب
آیند مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضمیر ایشان را دریافت گفت "تے" حاشا کہ من ازین رو
نمی خندم کہ دشمنان را مقهور خود می بینم یا شمارا بر زبان می بینم و از ان شادی شوم
بل خندہ ام از ان می گیرد کہ می بینم بچشم سر قومی را از تون و از دوزخ و از دودمان
سیاہ بغل و زنجیر کشکشان بزور بسوی بہشت و رضوان و گلستان ابدی می برم و ایشان
در فغان و نفیر کہ ما را ازین مملکت پر خطر در آن گلشن بامن چرامی بری خندہ ام می گیرم
با این ہمہ چون شمارا آن نظر ہنوز نشدہ است کہ این را می گویم در یابید و عیان بہ بینید
عجبت من قوم بقادون اے الجنۃ بالسلاسل

پس فرمود کہ حق تعالی می فرماید کہ این اسیران را بگو کہ شما اول لشکر با جمع کردید
و شوکت بسیار و بر مردی و پہلوانی و دانبو ہی و شوکت خود اعتماد کلی می نمودید و کلی
بر آن مغرور شدید و با خود می گفتید کہ ما چنین کنیم و مسلمانان را بشکنیم و مقهور گردانیم و بر خود
قادر سے از شما قادر تر نمی دیدید و قاہری و بالایی خود نمی دانستید، لاجرم ہر چہ تدبیر کردید
کہ چنین شود، جملہ لعابس آن شد باز اکنون کہ در خوف ماندہ اید ہم از ان علت تو بہ
نکردید و نویسید شدید و بالائے خود قادری نمی بینید پس می باید کہ در حال قوت و شوکت

اے مثنوی میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ درج ہے (مثنوی، دفتر ۳ تفسیر حدیث لا تغفلونی علی یونس بن متى)

اے مجھے تعجب ہوا اس جماعت پر جو زنجیروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر جنت کی طرف لائی جا رہی ہے!

مراہینید و خود را مقهور من و ایند تا کارهای شما میسر شود و در حال خوف از من امید میرید
 که قادرم شمار ازین خوف برانم و این کم آن کس که از گاو سفید گاو سیاه بیرون آورد
 هم تواند که از گاو سیاه گاو سفید بیرون آورد که توبه لیل فی البیاض و توبه لیل فی البیاض
 من المیت تخرج المیت من الحی، اکنون درین حالت که اسیرید امید از من میرید و از حضرت
 من نوید شوید تا شمار دوست گیرم که انکلا ییاس من روح الله الا القوم الکافران
 اکنون حق تعالی می فرماید که ای ایران اگر از مذہب اول باز گردید در خوف و رجاء
 مراہینید و در کل احوال خود را مقهور قهر من بینید تا من شمار ازین خوف برانم و
 و ہر مائے که از شما بتاریخ رفته است و تلف گشتہ جلد را باز بشمارم ہم بکس اضعاف
 آن و بہ اذان شمارا آمرزیدہ گردانم و دولت آخرت نیز بدولت دنیا مقرون گردانم
 عباس گفت توبہ کردم و از آنچہ بودم باز آمدم، علی رضی اللہ عنہ وسلم فرمود کہ این
 دعوی را کہ می کنی حق تعالی از تو نشان می طلبد،

دعوی عشق کردن آسان است لیک آن را دلیل و برهان است

عباس گفت بسم الله فرما چه نشان می طلبی فرمود کہ اذان مالہا کہ ترا مانده است
 ایشا لشکر اسلام کن تا لشکر اسلام قوت گیرد اگر مسلمان شدہ و نیکی اسلام و مسلمانی می
 خواہی گفت یا رسول الله مرا چه مانده است ہمہ بتاریخ بروہ اند حصیری کہنہ رہانہ کردہ
 اند رسول الله صلعم فرمود دیدی کہ ہنوز را است نشدی و از آنچہ بودی باز نگشتی بگویم
 کہ مال چہ قدر داری و کجا پنهان کردہ و بکہ سپردہ و در چہ موضع دفن کردہ، گفت

لے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں اور تو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے

(آل عمران ع ۱۰۴) خدا کی رحمت تو بس کافرون کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا، (یوسف ع ۱۰)

حاشا رسول فرمود چندین مال معین به ام فضل نه سپردی خود در فلان دیوار دفن نکردی به
دومی را وصیت نکردی تفصیل بکه اگر باز آیم بمن بسپاری و اگر باز نیایم چندینی در فلان مصلحت
صرت کنی و چندینی بفلان دهی و چندینی ترا باشد چون عباس این را بشنید انگشت بر آورد
و بصدق تمام ایمان آورد و گفت ای پیغامبر حق من می پنداشتم که ترا اقبالی هست از
دور فلک چنانک مقتدمان را بوده است از ملوک مثل بامان و شدا و غیرهم چون این را
فرمودی معلوم شد و حقیقت گشت که این اقبالی آن سرسیت و الیست و ربانیست
مصطفی صلی الله علیه و سلم فرمود راست گفתי این بار شنیدم که آن زنا رشک که در باطن دشتی
بگست و آواز آن بگوشش من رسید مرا گوشیت پنهان در عین جان که هر که زنا رشک و
شرک و کفر را پاره کند من بگوشش پنهان بشنوم و آواز آن بریدن بگوشش جان من برسد اکنون
حقیقت است که راست شدی و ایمان آوردی

مولانا فرمود در تفسیر این که من این را با میر پروانه برائے آن گفتم که تو اول سپر سلاخی
شدی که خود را فدا کنم و عقل و دلائی و تدبیر خود را برائے بقای اسلام و کثرت اهل اسلام
کنم تا اسلام بماند و چون اعتماد برای خود کردی و حق را ندیدی، و همه را از حق ندانستی،
پس حق تعالی عین آن اعتماد را سبب و همن و سعی را سبب نقص اسلام کرد که تو با تماریکی شده
یاری می دهی تا شامیان را و مصریان را فنا کنی، و ولایت اسلام را خراب کنی پس آن سبب
را که بقای اسلام بود سبب نقص اسلام کرد پس درین حالت روی بجدا آورد که محل خوف است
و صدق داده که تا درین حالت بد که هست بر ماند و از امید میرا چه ترا از چنان طاعت درین معصیت انداخت، آن
طاعت را از خود دیدی برای آن درین معصیت افتادی، اکنون درین معصیت نیز امید میر و تصرف کن که
اوقاد درست که از آن طاعت معصیت پیدا کرد و ازین معصیت طاعت پیدا کند و ترا ازین پشیمانی دهد و اسبابی

پیش آرد کہ تو باز در کثرت سلمانی کوشی و قوت سلمانی باشی امید مبر کہ اندک ایام من سراح^{لہ}
 الا القوم الکافون^{لہ}، غرضم این بود تا او این فہم کند و درین حالت صدقہا
 و ہد و تضرع کند کہ از حالت عالی بغایت در حالت دون آندہ است و درین حالت امید
 باشد حق تعالی مکارست، صورتہاے خوب نماید کہ در شکم آن صورتہاے بد باشد تا آدمی
 مغرور نشود کہ مرا خوب رہے و خوب کاری مصور شد و رونود اگر چہ چنانکہ ہر چہ نمودی،
 بہچنان بودی پیغامبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہچنان نظر تیز منور منور فریاد نکردی کہ اربانی
 الاشیاء کما حقے خوب می نمائی و در حقیقت آن شہت زشت می نمائی و در حقیقت آن
 لغز است پس با ہر چیز را چنان نما کہ بہت تا در و ام نغیم و پیوستہ گمراہ بنایم، اکنون رہے
 تو اگر چہ خوب است و در شہت از رای او بہتر نباشد او چنین می گفت اکنون تو نیز ہر تصویری
 و ہر رای اعتماد کن تضرع می کن و ترسان می باش مرا غرض این بود و او این آیت را
 و این تفسیر را تاویل بارادت و رای خود کرد کہ ما این ساعت کہ لشکر ہامی بریم نمی باید
 کہ بر رہے خود و آن لشکر را اعتماد کنیم و اگر شکستہ شویم در آن خوف و بیچارگی ہم از و امید
 نباید بریدن سخن را بوفیق مراد خود برد و مرا غرض این بود کہ گفتم،

فصل

یکے می گفت کہ مولانا سخن می فرماید گفتم آخر آن شخص را از و من خیال من آورد این
 خیال من بادی سخن گفت کہ چونی و چگونه بی سخن خیال او را این جاذب کرد اگر حقیقت
 من او را بی سخن جذب کند و جای دیگر بر دچہ عجب باشد سخن سایہ حقیقت است و فرع

لے ماشیہ او پر گز چکا لے لے خدا مجھے سب چیزیں اس حال میں دکھا رہیں وہ حقیقتہ میں، دعائے ماثومین یہ الفاظ آئے ہیں اللہم ارحمنا بحقاً

حقیقت چون سایہ اور جذب کر حقیقت بطریق اولیٰ کند، سخن بہانہ الیست، آدمی را
 بآدمی آن جزو مناسب جذب می کند نہ سخن، بلکہ اگر صد ہزار مجرہ و بیان و کرامات بیند
 چون درواز آن بنی یا ولی جزوی مناسب بنیاد شود ندارد، آن جزو ست کہ اورا در
 جوش و بے قراری دارد، در کہ از کبر با اگر جزوی بنیاد ہرگز سوی کبر باز رود، آن چہ نسبت
 میان ایشان خفیت، در نظر نمی آید، آدمی را خیال ہر چیز با آن چیز می برد خیال باغ
 بیابان می برد و خیال دوکان بدکان اما درین خیالات تزویر پنهان است نمی بینم کہ
 فلان جائگاہ می روی پشیمان می شوی و می گوئی پند آستم کہ خیر باشد آن خود نبود پس این
 خیالات بر مثال چادر تندر چادر کسے پنهان است ہر گاہ کہ خیالات از میان برخیزد و
 حقایق روی نماید بی چادر خیال قیامت باشد آنجا کہ حال چنین شود و پشیمانی نماید ^{حقیقت}
 کہ ترا جذب می کند چیز دیگر غیر آن بنیاد صہان حقیقت باشد کہ ترا جذب کرد،
 یوم تبلی السائر ^{آلہ} چہ جائیکہ انیس کہ می گویم بلکہ در حقیقت خود کشدہ کیست اما
 مستعد می نماید نمی بینی کہ آدمی را صد چیز آرزوست از میوہ و طعمہائے گوناگون می گوید
 تہاج خواہم بوزک خواہم حلوا خواہم قلیہ خواہم میوہ خواہم خرما خواہم انجیر خواہم این عدد
 می نماید و بگفت می آورد اما اصلش کیست اصلش گرسنگیست نمی بینی چون از یک
 چیز سیر شد می گوید بیچ ازینہ نمی باید پس معلوم شد کہ وہ و صد نبود یک یک بود، و ما جعلنا
 عدتہم الا فتنۃ ^{لک} این شمار خلق فتنہ است کہ گویند این یکی و ایشان صد یعنی ولی را
 یک گویند و خلقان بسیار را صد و ہزار گویند این فتنہ عظیم است این نظر و این اندیشہ
 لے جس دن راز جانچے جائیگے (طارق ع ۱) ۲۷ ہم نے دن کا شمار اور تعد و فتنہ ہی کی غرض

سے رکھا ہے، (دہ شرع ۱۲)

کہ ایشان را بسیار بیند و او را یک فتنہ عظیم است، و ما جعلنا عدد تقم الا فتنہ
 کدام صد کدام پنجاه و کدام شصت؟ قومی بے دست و پا و بے ہوش و بے جان
 چون طلسم و سیلاب می جنبند اکنون ایشان را شصت و یا صد و یا ہزار گوئی و این را
 یکی بلک ایشان ہیچند و این ہزار و صد ہزار و ہزاران ہزار

قلیل اذ اعد و اکثر اذا اشد و

بادشاہی کی را صد مردہ نان پارہ دادہ بود لشکر عتاب می کردند بادشاہ بخود می گفت
 روزے بیاید کہ بشما بنامیم کہ بدایند کہ این تفضیل چرامی کردم و چون روزے مصاف شد ہم
 گر بخینہ بودند و او تنہا می زد و گفت اینک برائے این مصلحت بود،

آدمی می باید کہ آن تمیز خود را عاری از غصہ نکند، و یاری جوید در دین، کہ دین
 یار شناسیست، اما چون عمر را بانی میزان گزراید، میزہ او ضعیف شد نمی تواند
 آن یار دین را شناختن، تو این وجود را پروردی کہ درو میز نیست، تمیز آن یک صفت مخفی در
 آدمی غیبی کہ دیوانہ ہم جسد و دست و پا دار و اما تمیز ندارد بہر نجاست دست می برد
 و می گیرد و می خورد، و اگر این تمیز درین وجود ظاہر بودی نجاست را نگرفتی پس
 دانستی کہ تمیز آن معنی لطیف است کہ در تست و توش و روز در پردش تن
 بے تمیز مشغول بودی بہانہ می کنی کہ آن باین قائمست، آخرین نیز با آن قائمست
 چون ست کہ کلی در تیمار داشت اینی، و آن را بجلی گذاشتہ بلک این با آن قائمست
 و آن باین قائم نیست آن نور ازین در پچھائے چشم و گوش و غیر ذلک بیرون می زند
 اگر این در پچھان باشد از در پچھائے دیگر سر بر زند ہمچنان باشد کہ چراغی آوردہ در پیش

لے حاشیہ ادپر گذر چکا،

آفتاب کہ آفتاب را بدین چراغ می بینم حاشا اگر چراغ نیاوردی آفتاب خود را بنیاید
 چه حاجت چرخ غیبت امید از حق نیاید بریدن انما لایاسست من شرف رحمة الله
 (امید سر راہ انہیست) اگر در راہ نئی روی باری سر راہ نگاہدار مگو کہ کثر یہا کروم تو
 راست را پیش گیر کہ پیچ کثری نماند راستی پیچ عصاے موسیت آن کثر یہا همچون سحر ہا است
 چون راستی بیاید ہمہ را بخورد اگر بدی کردہ با خود کردہ جفا ی تو باے کجارسد بیت
 مرغی کہ بدان کوہ نشیست و بر خاست بگر کہ در آن کوہ چہ افزود و چہ کاست

چون راست شوی آن ہمہ نماند امید را از ہنار مبر

بابا دشاہان نشستن ازین روی خطر غیبت کہ سر برو و سر سرسیت رفتنی چہ امروز و چہ
 فردا اما ازین رو خطرست کہ ایشان چون در آیند نفس ہاے ایشان قوت گرفته است
 و اثر در ہاشدہ کسی کہ با ایشان محبت کرد و دعوی دوستی کرد و مال ایشان قبول کرد و لابد
 باشد کہ بوفق ایشان سخن گوید و رای ہای بد ایشان را از روی دل نگاہ داشتن قبول کند
 و نتواند مخالف آن گفتن ازین رو خطرست زیر او دین را از میان دارد و چون طرف ایشان
 را معمور داری طرف دیگر کہ عمل است از تو بیگانہ شود و چند آنک آن سومی روی این سو
 کہ معشوقست روی از تو می گرداند و چند آنک تو با اہل دنیا بصلح در می آئی او از تو خشم
 می گیرد و من اعان ظالمات سلطہ الله علیہ نیز کہ تو سوسے آدمی روی در علم این است
 چون تو آنسو رفتی عاقبت او را بر تو مسلط کند

حیفست بدریا رسیدن و در دریا با بی یا بسبب کے قانع شدن آخر از دریا گو بہر ہا و

۱۰ حاشیہ گذر چکا، ۱۱ امید سر راہ ہمین است، (الف)

۱۲ جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہو خدا ہی ظالم کو سپر مسلط کر دیتا ہے، حدیث معنی یہ ہے مقاصد حسنہ نہاوی و نیم

جو ہر ہا و صد ہزار چیز ہا می مقوم بر بند از دریا آب بیرون چہ قدر وار و دعا قلان ازان چہ
 فخر آرد و چہ کردہ باشند بلکہ عالم کفایت و این آب دریا خود علم ہائے اولیاست گو ہر خود
 کجاست این عالم کفی پر خاشاکست اما از گردش اکں موج ہا و مناسبت جویش و ربا و
 جنبیدن دریا و موج ہا آن حال خوب میگرد کہ نہایت للناس حب المشغولات من النساء و الاولاد
 و القناطیر المقتطعة من الذهب و الفضة و الخيل المسوقة و الالعا و الحماة ذلك سماع الحق الدنیا
 پس چون «دُرِّین» فرمود او خوب بنشد بلکہ خوبی و درو عاریت باشد و از جائے
 دیگر باشد قلب ز راند و دست یعنی این دنیا کہ گفت قلبت و بے قدرت و بے قیمت است
 ماز راند و دش کریم کہ نہایت للناس

آدمی اصطربلاب حقست اما منجی باید کہ اصطربلاب را بداند ترہ فروش و یا بقال اگرچہ
 اصطربلاب دارد اما از آن چہ فائدہ گیرد و بآن اصطربلاب چہ داند احوال افلاک را و
 دوران اورا و بر جہا را و تاثیرات را و انقلابات را الی غیر ذالک پس اصطربلاب در حق
 بنجم سودمند است کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه همچنان کہ این اصطربلاب مستین
 آئینہ احوال افلاک است و وجود آدمی کہ ولقد کہ منابنی ادمی اصطربلاب حق است
 چون اورا حق تعالی بخود عالم و دانا و دانشنا کردہ باشد آن اصطربلاب وجود خود تجلی
 حق را و جمال بیچون را و مبہم و لمحہ بلجہ می بیند و ہرگز آن جمال ازین آئینہ خالی نباشد،
 حق را ہل جلالہ بندگا نند کہ ایشان خود را بحکمت و معرفت و کرامات می پوشانند اگرچہ
 خلق را آن نظر نیست کہ ایشان را بینند اما از غایت غیرت خود را می پوشانند

سہ انسان کو مرغوب چیز دن شلایو یان اور بیٹے اور سوتے اور چاند کے ڈھیروں میں اور بیٹے کو گھوڑا اور بٹی اور کھیتی کی
 محبت خوشنما کر دکھائی گئی ہے یہ سب سی دنیا کا عارضی ساز و سامان ہے، (آل عمران ع ۱۴) ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔ (بنی نساء)

چنانک متبتی گوید،

لبس الوشی لا متجملات و لکن کی یصوبہ الجمالا

فصل

پروانہ گفت کہ شب و روز جان و دلم بخدمت خداوند گار است و از مشغولیہا و کار و شغل بخدمت نمی تواند رسیدن فرمود کہ این کار با ہم کار حقست زیرا سبب امن و امان مسلمانیت و خود را فدا کرده اید بال و تن تا دل ایشان را بجای آید تا مسلمانی چند با من بطاعت مشغول باشند پس این نیز کار خیر باشد و چون شمارا حق تعالی بچنین کار خیر میل داده است و فرط رغبت بہ خیر دلیل عنایتست و چون فتوری باشد درین میل دلیل بے عنایتی باشد کہ حق تعالی نخواہد کہ چنین خیر خطیر بسبب او بر آید تا متحق آن ثواب و در درجات عالی بنشیند چون حمام کہ گرمست آن گرمی اواز آلت تولست بھو گیاہ و بیمہ و عذرہ و غیرہ حق تعالی اسبابی پیدا کند کہ اگرچہ بصورت آن بد باشد و مکر وہ اما در حق او عنایت باشد چون حمام او گرم می شود و سوداکن بخلق می رسد،

درین میان یاران در آمدند عذر فرمود کہ اگر من شمارا قیام نکنم و سخن نگویم و نپرسم این احترام باشد زیرا احترام ہر چیزی لائق آن وقت باشد در نماز شاید پدر را و برادر را پریدن و تعظیم کردن و بی التفاتی بہ دوستان و خویشان در حالت نماز عین التفاتست و عین نوازش زیرا چون بسبب ایشان خود را از طاعت و استغراق جدا نکند و مشوش نہ شود پس ایشان مستحق عقاب عتاب نہ گردند پس عین التفات و نوازش شد زیرا چون خدا کرد از چیزی کہ عقوبت ایشان در آن است،

پس یاد ان سوال کروند کہ از نماز نزدیکتر بحق راہ ہست فرمود کہ ہم نماز اما نماز
 این صورت تنہا نیست این قالب نماز است زیرا کہ این نماز را اولیت و آخریت و ہر
 چیز را کہ او بے و آخری باشد آن قالب باشد زیرا کہ بکیر اول نماز است سلام آخر نماز است پھن
 شہادت آن نیست کہ بزبان می گویند تنہا زیرا کہ آن را نیز اول و آخریت ہر چیز
 کہ در حرت و صورت در آید اورا اول و آخر باشد آن صورت و قالب باشد جان بچون
 و بے نہایت بود اورا اول و آخر نبود این نماز را انبیاء پیدا کردہ اند اکنون این
 استی کہ نماز را پیدا کردہ است چنین می گوید لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ بنی مرسل و ملک مقبل
 پس دانستم کہ جان نماز این صورت تنہا نیست بلکہ استغرائی است و بیہوشی است
 کہ این ہمہ صورت ہا بیرون می ماند و آنجائی گنجد جبرئیل نیز کہ معنی محض است ہم نمی گنجد
 حکایت است از مولانا بہار الدین ولد قدسنا اللہ بسره العزیز روزی اصحاب اورا
 مستغرق یافتند وقت نماز رسید بعضی مریدان آواز دادند مولانا را کہ وقت نماز است
 مولانا بگفت ایشان التفات نکرد ایشان برخاستند و بنماز مشغول شدند دو مرید فوت
 شیخ کردند و بنماز نایستادند کی اذان مریدان کہ در نماز بودند نام او خواجگی بود و کھیم سربوی
 عیان نمودند جملہ اصحاب کہ در نماز بودند با امام پشت شان بقبلہ بودند آن دو مرید کہ فوت
 شیخ کردہ بودند روئے شان بقبلہ بود زیرا کہ شیخ از ما ومن بگذشت و ہستی او فنا شد

اے میرے اور خدا کے درمیان ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں کسی مرسل اور فرشتہ مقرب کی گنجائش نہیں
 ہوتی اس حدیث کو اکثر مشاہیر صوفیہ نے نقل کیا ہے محدثین کی تحقیق میں ان الفاظ کے ساتھ نہیں
 البتہ اس مضمون سے ملتی جلتی دوسری احادیث صحیحہ موجود ہیں (المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف لام)
 اے یہ حکایت خفیف لفظی تغیرات کے ساتھ رسالہ سپہ سالار میں منقول ہے (ص ۷)

و نماند در نور حق مستملک شد کہ مع تقابل ان تعاقب اکون او نور حق شدہ است و ہر کہ پشت بنور حق
کند و روی بدیوار آرد قطعاً پشت بقبلہ کردہ باشد زیرا کہ او جان قبلہ بودہ است آخر این خلق
کہ روی بکعبہ میکنند آن کعبہ را بنیہ ساختہ است کہ قبلہ گاہ عالم شدہ است پس اگر ذات او قبلہ باشد
بطریق اولی بود چون آن برای او قبلہ شدہ است،

مصطفیٰ علیہ السلام یاری را عتاب کرد کہ ترا خواندم چون نیامدی گفت بنماز مشغول بودم گفت
آخر نہ منت خواندم گفت من پیچارہ ام مولانا فرمود کہ نیک است اگر در ہمہ وقت مدام پیچارہ باشی در
کل حال در حالت قدرت ہم خود را پیچارہ بینی چنانکہ در حالت عجز می بینی زیرا کہ بالای قدرت تو
قدرتست و مقہور حق در ہمہ احوال تو دونیمہ نیستی گاہی پیچارہ و گاہی باچارہ نظر بقدرت او دارد ہمارہ
خود را پیچارہ میدان، و بی دست و بی پا و عاجز و سکیں چہ جای آدمی ضعیف بلکہ شیران و پلنگان
و ننگان ہمہ پیچارہ و لرزان و بند آسمانہا و زمینہا ہمہ پیچارہ و مخر حکم دیند او پادشاہ عظیمست نور او چون
نورِ ماہ و آفتاب نیست کہ بوجہ ایشان چیزی بر جای ماند چون نور او بے پردہ روی بناید نہ آسمان تا
و نہ زمین و نہ آفتاب ماند و نہ ماہ جز آن شاہ کس نماند کہ کل شیء حاکم الا وجہہ

پادشاہی بدرویشی گفت کہ آن بخلہ کہ ترا بدر گاہ حق بخلی و قرب باشد مرا یاد کن گفت چون من در
حضرت رسم و تاب آن آفتاب و جمال بر من زند مرا از خود یاد نیاید از تو چون یاد کنم اما چون حق تعالی بندہ را
گزیدہ و مستغرق خود گرداند ہر کہ دامن او بگیرد و از وجہت طلبد بی آنکہ آن بزرگ نزد حق یاد کند و غرض
و ہد حق تعالی را بر آورد،

حکایت آورده اند کہ پادشاہی بود و او را بندہ بود سخت خاص و مقرب عظیم چون آن بندہ قصد
سرای پادشاہ کردی اہل حاجت قصداً و قہماً بدو دادندی کہ بر پادشاہ عرضہ دارد آن را در چہرہ

کرتے چون در خدمت پادشاہ رسیدے بتاب جمال پادشاہ بر تافتے پیش او مدہوش افتا فے پادشاہ
در سینہ چسب و چرمدان او کردی بطریق معشوقہ بازی کہ این بندہ مدہوش من مستغرق جمال من چه دارو آن
آن نامہارا بیا فتوح حاجات جملہ را بر ظہر آن ثبت کرتے و باز در چرمدان او نہا فے کار ہای جملہ بی آنک او
عرضہ دار و بر آمدے چنانک یکی از آنہا رو نگشتے بلک مطلوب ایشان مضاعف و پیش از آن کہ طلبیدندے
بجھول پیوستہ زندگان دیگر کہ ہوش داشتندے و نتوانستندے قضای اہل حاجت را بحضرت شاہ عرضہ کرد
الاہزار ترس عرض کردون و نمودن از صد کار و صد حاجت نا در آئی منقضی شدے و بر آمدے

فصل

یکی گفت کہ اینجا چیزی فراموش کردہ ام، فرمود کہ در عالم یک چیز است کہ آن فراموش کردن نیست اگر
جملہ چیز ہا را بیا و آری و بجای آری و فراموش کنی و آن را فراموش کنی باک نیست، ہچنانک پادشاہی تراید
فرستاد برای کاری معین تو رفتی و صد ہزار کار دیگر گزاردی و آن کار را کہ برای آن رفتہ بودی نگزاردی چنانست
کہ بیچ نگزاردی، پس آدمی در عالم برای کاری معین آمدہ است و مقصود آنست چون از انجی گزار دیں
بیچ نگزاردہ باشد تا عاصی خدا امانتہ علی السموات و الارض و الجبال فابین ان یحملنہا و لا یشفقن
منہا و حملہا الا انسان اندک، ان امانت را بر آسمانہا عرضہ و ایم نتوانستند
پذیرفتن بنگر کہ از صد کار ہای دیگر می آید کہ عقل در آن حیران می شود، سنگہا را لعل و یاقوت میکنند و گوہہا
را کان زرد لقرہ میکنند و نبات را در زمین را در جوش می آرد و در تہہ میگرداند و بہشت عدن میکنند زمین نیز در تہہ
را می پرورد و بر میدہد و عیبہا را می پوشاند و صد عجائب کہ در شرح نیاید می پرورد و پیدا می کند، و جبال نیز
ہچنان معدنہای گوناگون می دہد این ہمہ می کند اما از ایشان یک کار نمی آید آن یک کار از آدمی می آید کہ

و لقد کما منی اذہ نگفت کہ ولقد کما منی السماء و الارض پس از آدمی آن کار می آید کہ نہ از آسمانہا

نہ از زمین و نہ از آسمانوں اور نہ زمین پر می آید کہ آسمانوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے
خوف کھایا اور انسان نے اس کو اٹھایا ہے محکم وہ (اپنے حق میں، ظالم اور جاہل تھا و احزاب ۷۹) سطر مافیہ
گندہ چکا

می آید و نه از زمینانه از کوهها چون آن کار کنند آن ظلومی و بھولی از نفی شود اگر تو گوئی که اگر آن کار نمی کنم چندین
کارهای دیگر از من می آید، و آدمی را برای آن کارهای دیگر نیافریده اند بچنان باشد که تو شمشیر لولا دهنده ای بابت
را که در خسرا آن ملوک مثل آن نباشد آورده باشی و ساطور گوشت گاو کندیده کرده که من این تیغ را
معطل نمی دارم بومی چنین مصلحتی بجای می آرم و یاد یک زرین را آورده و در شلغم می پزی که بجه از صد دیگر است
آید و یا کار و بجو هر ریح که وی شکسته کرده که من مصلحت می کنم و کدو را بروی می آید نرم و این کار
معطل نمی دارم جل خنده و افسوس نباشد چون کار آن کدو میخ چوبین و یا آهنی یک پولی بری آ
چه عقل باشد کار و صد دیناری را مشغول آن کردن،

حق تعالی ترا قیمت عظیم کرده است و می فرماید که إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ
وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ

تو بقیمت برابر جانی چه کنم قدر خود نمی دانی

مفروش خویش ارزان که تو بس گران بهائی

حق تعالی می فرماید که من شمارا و اوقات و انفس شمارا و اموال شمارا و روزگار شمارا خریدم که
اگر من صرف کیند و من و هدیه های آن بهشت جاودانست قیمت تو پیش من نیست اگر تو خود را بدین فروشی
ظلم بر خود کرده باشی بچنانکه آن مرد کار و صد دیناری را بر دیوار زده است و بروی یا کوزه او بخت،
آیدیم بر سر حکایت بهانه می آوری که من خود را بکارهای عالی صرف می کنم علوم
فقه و حکمت و منطق و نجوم و طب و غیره تحصیل می کنم، آخر این همه برای تست، اگر فقه است
برای آن است تا کسی از دست تو نماند و باید و جامه ات نه کند و ترانگشت تا تو سلامت باشی
و اگر نجوم است احوال فلک و تاثیر آن در زمین از زانی و گرانانی امن و خوف همه تعلق

لے خدا نے مومنین سے انکی جان و مال کو خرید لیا ہے، کہ ان کے بدلے میں انھیں جنت دیگا، (توبہ، ۱۲)

باحوال تو دار دبر اے تست و اگر ستارہ است از سعد و نحس کہ بطالع تو تعلق دارد
 ہمہ بر اے تست چون نیک تامل کنی اصل تو باشی و این ہمہ فرع تو چون فرع ترا چندین
 تفصیل و عجاہبات و علمائے بواجب و بی نہایت باشد بگر کہ اصل ترا چہ احوالہا باشد
 چون فرمائے ترا عروج و مہبوط و سعد و نحس باشد ترا کہ اصلی چہ عروج و مہبوط و سعد و نحس
 نفع و ضرر باشد کہ فلان روح آن خاصیت دارد و از و این آید فلان کار رومی شاید
 ترا غیر این غذائے خواب و خور غذائے دیگرست کہ ابیت عند ساری بطعنی و یقینی
 درین عالم آن غذا را فراموش کردہ و باین غذا مشغول شدہ و شب و روز تن را می پروری
 آخر این تن اسپ تست و این عالم آخر اوست غذائے اسپ غذا سوار بنا شد
 و اورا بہ سر خود خواب و خور است و تمہیت، اما بسبب آنک حیوانی و بھی بر تو غلبہ
 شدہ است تو بر سر اسپ در آخر اسپان ماندہ و در صفت شاہان و امیران عالم
 بقا مقام نداری، دلت آنجاست، اما چون تن غالب است حکم تن گرفتہ و اسیر او
 ماندہ همچنانک مجنون قصد یار لیلی کرد و اشترا را آن طرف می راند تا ہوش با او بود
 چون لحظہ مستغرق لیلی می گشت، خود را و اشترا را فراموش می کرد، اشترا را در وہ بچہ بود
 فرصت می یافت بازی گشت و بدہ می رسید، چون مجنون بخود می آمد و در دزدہ راہ
 باز گشتہ بود و همچنان سہ ماہ در راہ بماند عاقبت افغان کرد کہ این اشترا بلای منست

اے میں اپنے پروردگار کے حضور میں رہتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اس قسم کے واقعات
 مستند و احادیث صحیحہ کے درمیان آئے ہیں، مثلاً ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 والوصال قالوا فانک تو اصل یا رسول اللہ قال انکم لستم فی ذلک مثلی انی ابیت بطعنی ساری
 و یقینی فاکفوا من اعمال ما تطیقون صحیح مسلم کتاب الصوم، باب النہی عن الوصال، نیز صحاح کی بعض دوسری جگہ

از اشتر فرجیت دروان شد و این بیت می خواند،

هوئی نافتی خلقی و قد اعی الصوی وانی دایاها المختلفات
 فرمود که سید برهان الدین محقق قدس سره سخن می فرمود یکی گفت که مدح تو
 از فلان شنیدم گفت تا بنیم که آن فلان چه کس است اورا آن مرتبه هست که مرا
 بشناسد و مدح من کند اگر او مرا سخن شناخته باشد پس مرا شناخته است زیرا که
 این سخن مانند و این حرف و صوت مانند و این لب و دهن مانند این همه عر
 و اگر به فعل شناخت بچنین، و اگر ذات مرا شناخته است آنکه دادم که او مدح من
 تواند کرد و آن مدح از آن من باشد حکایت او همچنان باشد که می گویند با و شاه می
 پسر خود را بجاعت اهل هنر سپرده بود تا اورا از علم نجوم و رمل و غیره آموخته بود
 و استاد تمام گشته با کمال کودنی و بلاوت روزی با و شاه انگشتری خود را درشت گرفت
 فرزند خود را امتحان کرد که بیا گو درشت چه دارم گفت آنچ داری گروت و زر دست
 محوت است گفت چون نشانها را است دادی پس حکم کن آن چه چیز باشد گفت
 می باید که غریب باشد آخر حیدرین نشانهای و قیق که عقول در آن حیران شوند
 دادی از قوت تحصیل و دانش این قدر بر تو چون فوت شد که درشت غریب ننگید،
 بچنین علمای این زمان و در علوم موسمی می شکافند و چیزهای دیگر را که بایشان

لے مثنوی و فرہارم، عنوان، چالیس عقل بالفن، بچون تنارع مجنون بانا قہ الح
 بچون مجنون و تنارع با شتر
 لے رونے سید قدس اللہ سرہ سخن می فرمود، شخصے گفت مدح تو از فلان کس شنیدم، فرمود تا بنیم کہ آن
 فلان کس چه کس است اورا مرتبہ آن هست کہ مرا بشناسد، و مدح من بکند اگر او مرا با سخن شناخته است یقین کہ نہ شناخته
 است، زیرا کہ این سخن مانند، و حرف و صوت نہ مانند، و آن لب و دہن نہ مانند این عرض است اگر بہ فعل شناخته
 بچنین و اگر ذات مرا شناخته است و نہ صورت ذات را است باشد کہ مدح کند (سہ سالار ص ۶۲)

تعلق دار و بنگایت دانسته اند و ایشان را بر آن احاطت کلی گشته و آنچه مهمت و با
اوزدیک تر، از همه آنست که آن خودی ادست و خود را نمی دانند همه چیزها را بجل و است
حکم می کنند که این جائز است و آن جائز نیست و این حلال است و آن حرام است
خود را نمی دانند که حلال است یا حرام است و جائز است یا ناجائز است پاک است یا
ناپاک است این تجویف و زردی و لغتش و تدویر برومی عارضی است که چون در آتش
اندازی این همه نماند و آتشی شود صافی ازین همه،

نشان هر چیز که می دهند از علوم و فعل و قول مجتنب باشد، و بگوهر او تعلق ندارد، که
بعد ازین همه باقی آنست، نشان ایشان همچنان باشد که این همه را بگویند و شرح دهند
و در آخر حکم کنند که درست غریب است چون آنچه از اصل است خبر ندارند خود را ندانند که چه
مرغند و مرا نه دانند که چه مرغ بلبل یا طوطی ام، اگر مرا گویند که بانگ دیگرگون کن
توانم که چون زبان من همین است، غیر آن نتوانم گفتن، بخلاف آنک آواز مرغ آموخته است
او مرغ نیست دشمن و صیاد و مرغان است بانگ و صفیری کنند تا او را مرغ دانند، اگر
او را حکم کنند که جز این آواز، آواز دیگرگون کن تواند کردن، چون این آواز بدو عاریت
است و از آن او نیست تواند که آواز دیگر کند چون آموخته است که کالای مردمان
دزد و از هر خانه قمارشی بنماید،

فصل

پروانه گفت این چه لطافت که مولانا تشریف نه فرمود و توقع نداشتم و در دلم
نه گزشت چه لایق اینم مرا می بایست که شب در روز دست گرفته در زمره وصف چاکران

ملا زمان بود می هنوز لائق آن نیستم این چه لطف است،

فرمود این از جملہ آنست کہ شمار اہمیت عالیست، بہر چند کہ شمار امر تہیہ عزیزست
و بزرگست، و بکار باری خطیر و بلند مشغولید از علو بہمت خود را قاصر می بینید و بدان راضی
نیستید و برخود چیز ہائے بسیار لازم می دانید، اگرچہ بار اہوار اول بخدمت بود اما می خواستیم
کہ بصورت مشرف شویم، زیر اکہ صورت نیز ہم اعتبار می عظیم دارد چہ جائے اعتبار خود
مشارکت با مغز چنانک کار بے مغز بر نمی آید بی پوست نیز ہم بر نمی آید، چنانک اگر دامن
را بی پوست در زمین کاری بر نیاید، چون با پوست در زمین دفن کنی بر آید، و درختی شود
عظیم پس ازین روئے تن نیز اصل عظیم باشد، و در بایست^۱ باشد و بی او خود کار بر نیاید
و مقصود حاصل نشود ای دالہ، اصل معنی است پیش آنک معنی را داند و معنی شدہ باشد آنک
می گویند سر کعتان من الصلوات خیر من الدنیا و ما فیہا پیش ہر کس بنا شد
پیش آنکس باشد کہ اگر کعتین از وفوت شود و شوار تر آید نزد او از آنکہ ہمہ دنیا و ہر چہ در دست
اورا ملک باشد و از وفوت شود،

دروشی نزو با دشاہی رفت، بادشاہ بوی گفت کہ امی ز اہد چوئی گفت ز اہد
توئی، گفت، من چون ز اہد باشم کہ ہمہ دنیا از آن منست، گفت فی عکس می بینی دنیا و
آخرت و ملک جملہ از آن منست و عالم را من گرفته ام توئی کہ بلفہ و خر قہ قانع شدہ
اینا تو لوافتم و حبہا دلتا^۲ آن و ہمیت راج و مجری کہ لایقطع ہست و باقیست،
عاشقان خود را فدائے آن وجہ کردہ اند، و عوض نمی طلبند، باقی بچو انعامند،
فرمود اگرچہ انعامند اما مستحق انعامند و اگرچہ در آخر اند مقبول میرا خرنند، کہ اگر خوا

۱ «در بایست» «محلج الیہ» الہیات کی ایک اصطلاح کا ترجمہ ضروری ہے جس سے منہ کردا و صرخدا کا مخبر ہے (تقریباً ۱۴)

ازین آخرش برآمد نقل کند بطویلہ خاصش بر دہچنانکہ از آغاز او عدم بود بوجودش
آورد، از طویلہ وجود بجادش آورد و از طویلہ جادوی بناتیش آورد، و از بناتی
بحوانی و از حیوانی بالسانی، و از انسانی بملکی، الی ما لا ینفائی پس این
ہمہ برائے آن نمود تا مقرر شوی کہ اور ازین جنس طویلہاے بسیارست عالی تر از ہمہ گیر
طبقاً عن طبق فما لہم کلا یومنون،

این برائے آن نمود تا مقرر شوی طبقات دیگر را کہ در پیش است، برائے آن
نمودم کہ انکار کنی و گوئی کہ ہم نیست، اساتے صنعت و فرہنگ بر ای آن نماید کہ اور
معتقد شوند، و فرہنگہاے دیگر را کہ نموده است مقرر شوند، و بان ایمان آوردند، و ہمچنان
بادشاہے کسان را خلعت و صلہ و ہدیہ و نواز و دہ برای آن نواز د کہ از دستہ دیگر چیز باشد و از امید کسہا
بر دوزند، برائے آن نہ دہد کہ بگویند ہمین ست، بادشاہ دیگر انعام نخواہد کرد و دیگر جز این

لے مثنوی میں ارتقا انسانی اور مختلف مدارج وجود کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے، مثلاً :-

از نامردم بہ حیوان سر زوم	ار جادوی مردم و نامی شدم
پس چہ ترسم کے زمرہ کے شوم	مردم از حیوانی و آدم شدم
تا بر آرم از ملائک بال و پر الخ	جلد دیگر بہ مسیرم از بشر

(مثنوی دفتر سوم، عنوان جواب عاشق عاذلان)

اسی طرح ایک موقع پر اور فرمایا :-

وز جادوی، در "بناتی"، افتاد	آمدہ اول بہ تسلیم جاد
وز "جادوی"، یاد نادر و از نبرد	سا لہا اندر "بناتی"، عمر کرد
نامدش حال "بناتی"، ہیچ بادا الخ	وز بناتی چون بہ "حیوانی" افتاد

(مثنوی دفتر ہم عنوان بیان اطوار و منال خلقت آدمی)

سے چڑھتے رہو گے تم لوگ، درجہ بدرجہ ان کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے (افشاق، ر ع ۱)

خواہد وادون وندارد ویرین قدر اقتصار کند هرگز پادشاه اگر این را بداند که چنین خواهد گفتن
و چنین خواهد دانستن هرگز بوی انعام نکند،

زاهد آن است که آخر بیند و اهل دنیا آخرین اند اما آنها که خصصند و عارفند نه آخره آخر ایشان را نظر بر اول
افتاده است، و آغاز هر کار را می دانند، همچنان که دانای گندم بکار داند که گندم خواهد بستن و از اول
آخر را دید، و همچنین جو و برنج و غیره چون اول را دید او را نظر بر آخر نیست بر اول برو
معلوم شده است ایشان نادرند و اینها متوسط که آخر را می بینند و اینها که در آخر ندانند
در دست که آدمی را در هر دست در هر کار که هست، تا او را در آن کار و هوس
و عشق آن کار در درون نخیزد و او قصد آن کار نکند، و آن کاسبی در داورا میسر نه شود، و خوا
دینا و خواه آخرت خواه بزرگانی خواه پادشاهی خواه علم خواه عمل خواه نجوم و غیره تا مریم
را در روز پیدایش قصد آن درخت نخل نکرد که فاجاءه الخاضع الی جذع النخلة
وقال الادیب فی معناه،

المرتران الله قال لیسیم الیک فہزی الجذع لیسقط الی ط
ولو شاء اجنی الجذع من غیرہا الیہا و لکن کل شیء لہ سبب

اورا آن درو بدخت آورد و درخت خشک میوه دار شد تن بچو مریم است و هر یک
عیسے و اریم، اگر مارا در پیداشود عیسے پیداشود و بتراید و اگر در دنا شد
عیسے ہم از ان راه نسانی که آمد باز باصل خود پیوند و الا ما محروم مانیم و
بی برہ بیت :-

جان از درون بفاقم و طبع از درون برگ
دیو از خورش تجم و جمشیدناشتا

لے پھر دروزہ ان کو درخت خرما کے پاس لے پونچا، (مریم ع ۲)

اکنون بکن ودا که میسج تو بر زمینست، چون شد مسیح سوے فلک فوت شد ودا،

فصل

این سخن بر اے آن کس است که او سخن محتاجست که ادراک کند، اما آنکس که بے سخن ادراک کند با وی چه حاجت سخنست، آخر آسمانها وز مینها همه سخنست پیش آنکس که ادراک می کند و زاینده از سخنست که کن فیکون پس پیش آنک آواز است را می شنود و غلغلہ و بانگ چه حاجت است،

شاعری تازی گوئے پیش بادشاه آمد، و آن بادشاه ترک بود پارسی تیر نمی دانست شاعر بر اے او شعری عظیم عزابتازی بگفت و آورد چون بادشاه بر تخت نشست بود و اهل دیوان جمله حاضر امراد و وزرا آنچنانک ترتیب است شاعر بر پائے ایستاد و شعر را آغاز کرد و بادشاه و رآن مقامات که محل تحسین بود سمری جنبانید و رآن مقامات که محل تعجب بود خیره می ماند و رآن مقام که محل تواضع بود التفات می کرد اهل دیوان حیران شدند که بادشاه ماکلمه تازی نمی دانست این چنین سر جنبانیدن مناسب در مجلس از و چون صادر شد مگر که تازی می دانست چندین سال از ما پنهان داشت و اگر ما بزبان تازی بی ادبها گفته باشیم و ای بر بادشاه را غلاصے بود و خاص اهل دیوان جمع شدند و او را آب و اشتر و مال دادند و چندانی دیگر که بحسب مجال بازوان و ما را ازین حال آگاه کن که پادشاه تازی می داند یا نمی داند و اگر نمی داند در محل سر جنبانیدن چون بود کرامات بود و یا الهام بود و تار و نه غلام فرصت یافت در شکار و پادشاه را دل خوش و دید بعد از آنک

شکار بسیار گرفته بود، از بے پیرسید پادشاه بجنید و گفت والد من تازی نمی دانم اما اینچ
سرمی جنبایندم یعنی می دانستم که مقصود او از آن شعر چیست سرمی جنبایندم و تحسین
می کردم،

پس معلوم شد که اصل مقصود دست آن شعر فرع مقصود است که اگر آن مقصود نبود
آن شعر گفته نه شده پس اگر مقصود نظر کنندوی مانند دئی و فروغت اصل یکلیست
همچنان طرق مشایخ اگر چه بصورت گوناگون است و بحال و مقال و حال و احوال متباین
اما از روی مقصود یک چیز است و آن طلب حق است همچنانک بادے درین سرای
بوز و گوشه قالی بر گیر و اضطرابی و جنبشی و در گلیها پدید آید خس و خاشاک را بر هوا برود،
آب حوض را زده گرداند و درختان را و شاخهارا و برگهارا در قفس آرد این همه احوالها
مقاوت گوناگون می نماید، اما از روی مقصود اصل و حقیقت یک چیز است زیرا جنبایند
همه از یک باد است،

پروانه گفت که ما مقصیرم مولانا فرمود کسی را که این اندیشه آید و این عتاب
بر و فرو و آید که آه و در چیست و چرا چنین می گفتم این دلیل دوستی و عنایت است،

و یقی الحبت ما یقی العتاب

زیرا عتاب با دوستان کنند بایگانه عتاب نکند اکنون این عتاب نیز متفاوت
بر آنک اورا در می کند و از آن خبر دارد که دلیل عنایت و محبت در حق باشد اما اگر
اگر عتاب بر و داورا در نکند این دلیل محبت نباشد همچنانک قالی را خوب زند تا اگر
از وجد آید این را عقلا عتاب نگویند اما اگر فرزند خود را و محبوب خود را بزند عتاب آرد
گویند و دلیل محبت و چنین محل پدید آید پس ما دام که در خود دردی و پشیمانی می بینی دلیل

عنایت و دوستی حقست و اگر در برادر خود عیبی بینی آن عیب در تست کہ درومی می بینی
عالم بچو آئینہ بہت نقش خود را می بینی در ہمہ کہ المؤمن مآلہ المؤمن عیب
را از خود جدا کن زیر آنکہ ازومی ربخی از خود می ربخی،

گفت پیل را آوردند بر سر چشمہ کہ آب خورد خود را در آب دید و می رسید می پشت
کہ از دیگرے می رمد نمی دانست کہ از خود می رمد ہمہ اخلاق بد از ظلم و کین و حسد و حرص و
بے رحمی و کبر چون در تست نمی ربخی چون آن را در دیگری می بینی می ربخی پس بدانک از
خود می رمی و می ربخی آدمی را از کہ و دخیل خود نفرتے نیاید و دست مجروح در آتش میکنند
و انگشت خود می لیسند و بیج از آن دشت بر ہم نمی آید و چون برویگری اندک دخیل یا
نیم ریشی بیند آن آتش او را انگوار و همچنین اخلاق بد چون کتر است و دخیلهاست چون
در دست از آن نمی رنجد اما برویگری چون اندکے از آن بیند برنجند و نفرت گیرند
بہچنان کہ تو ازومی رمی او را نیز معذور می دار اگر از تو برمد و برنجد رنج تو عذر اوست
زیرا بیخ تو از دیدن آن مست و او نیز همان می بیند کہ المؤمن مآلہ المؤمن نگفت کہ
کہ الکاف ص آة الکافہ زیرا کہ کافر را نہ آن است کہ مرآة نیست الا آن است کہ از مرآة خود خبر ندارد
بادشاہی دل تنگ بربل جوی شستہ بود امر از و ہراسان و ترسان
و بیخ گونه رے او کشان نمی شد سخرہ دشت عظیم مقرب امر او را پزیرفتند کہ اگر تو

عہ مؤمن مؤمن کا آئینہ ہوتا ہے، حدیث صحیح بخاری باب الادب میں وارد ہوئی ہے،

لے تنوی او فتر اول عنوان نظر کردن شیر در چاہ، اچھا ہے

اے بساط طے کہ بینی از کسان خولے تو باشد در ایشان فلان

اے بیدہ خال بد بروئے عسم عکس خال تست آن از عم مرم الخ

شاہرا بخندا فی چنین دہیم مسخرہ قصد پاوشاہ کرد و ہر چند کہ ہمد و قصد می کرد پاوشاہ برو
 نظری انداخت کہ او شکلی کند و پاوشاہ را بخندا در جوے آب نظری کرد و سر برنی
 وشت مسخرہ گفت باوشاہ را در آب چہ می بینی گفت قلبتانی را می بینم مسخرہ جواب داد
 کہ اے شاہ عالم بندہ نیز کو نیست اکنون بہین ست اگر تو در چیز می بینی و می رخی
 آخر او نیز کو نیست بہان می بیند کہ تو می بینی،

پیش او دو "انانی" بچہ تو "انانی" گوئی و او "انانی" تو بمیر پیش او یا او بمیر پیش تو تا دوئی
 مانند اما انگب او بمیر و امکان ندارد نہ در خارج و نہ در زمین کہ ہوالحی الذی لا یموت
 اورا آن لطف بہت کہ اگر ممکن بودی برای تو بروی تا دوئی برخاستی اکنون چون
 مردن او ممکن نیست تو بمیر تا او بر تو تجلی کند و دوئی برخیزد و مرغ را بر ہم بندی بوجود
 جفیت و پنخ دو پر داشتند بہار مبدل شد نمی پر و زیرا کہ دوے قائمست اما اگر
 مرغ مردہ را بر و بندی سپر و زیرا کہ دوئی مانند ہست آفتاب را آن لطف بہت کہ
 پیش خفاش بمیرد اما چون امکان ندارد می گوید کہ اے خفاش لطف بہمہ عالم رسیدہ
 است خواہم کہ در حق تو نیز احسان کنم تو بمیر کہ چون مردن تو ممکنست تا از نور
 جلال من بہرہ مند شوی و از خفاشے بیرون آئی و عنقائے قاف
 قرب گردی،

بندہ از بندگان حق را آن قدرت بودہ است کہ خود را برای دوستی
 فنا کرد آن چنان بود کہ از خدا آن دوست را می خواست خدا قبول نکرد، خدا
 می آید کہ من اورا نمی خواہم آن بندہ حق اسحاق می کرد و از استاد دوست باز نمی داشت
 کہ خداوند اورا من خواست او نہادہ از من نمی رود و در آخر خدا آمد خواہی کہ آن مرد

بر آید سر را فدا کن، و تو نیست شو، و همان دوازده عالم برو گفت یارب را غنی شدم
چنان کہ دسر را بیاخت بر لے آن دوست تا کار او حاصل شد چون بندہ را
آن لطف باشد کہ چنان عمری را کہ یک روزہ آن عمر بجز حبلہ عالم اولاً و آخراً از دو
فدا کرد آن لطف آفرین را این لطف و کرم نباشد اینست محال اما قنای او ممکن
نیست باری تو فنا شو،

فصل

تثبیلی آمد و بر بالای دست بزرگی نشست مولانا قدسنا اللہ بسره العزیز
فرمود کہ ایشان را چه تفاوت کند بالایا زیر چراغ اغند چراغ اگر بالای طلب کند

لے حکایت کا تعلق مولانا شمس تبریزی کی آپ بیتی سے ہے مناقب العارفین میں ہے:-

حضرت شمس الدین تبریزی..... بنے سخت میقرار شد و شور ہای عظیم فرمود و از استغراق تجلیات
قدسی مست گشتہ در مناجات گفت خداوند امی خواہم کہ از مجوبان مستور خود یکے را بمن بنمای خطاب بہ رب
در رسید کہ آن چنان شاہد مستور و وجود مغفور کہ استدعای کنی بہانا کہ فرزند ولید سلطان العلماء ولد بلخی است
گفت خدایا دیدار مبارک اورا بمن بنماے جواب آمد کہ چہ شکرانہ می دہی فرمود کہ سر را بشکرانہ می دہم
کہ بغیر سر چیزے ندارم الہام آمد کہ بہ تعلیم روم روتا بہ مقصود برسی و مطلوب حقیقی را یا بی کمر اخلاص در میان
جان بستہ بہ صدق تمام و عشق عظیم جانب ملک روم روانہ شد در مناقب العارفین افلا کی فصل ثالث ذکر مناقب
مولاناے روم ہی کی فصل چہارم میں جو مناقب شمس میں ہے، اس روایت کا اعادہ کر کے یہ اضافہ کیا ہو کہ ”جو
وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا، اور اپنا سر نذر کر دیا،“ لے یہ لفظ قسطنطنیہ کے نسخہ میں یون ہی درج تھا،
ہندوستان کے نسخوں میں اس کے بجائے ”شبلی“، مندرج ہے۔

برائے خود طلب نکند غرض او منفعت دیگران باشد تا ایشان از نور او حظ یابند
و اگر نه هر جا که چراغ باشد خواه زیر خواه بالا او چرغست علی کل حال چه جای چراغ
که آفتاب ابدیت ایشان اگر جاه و بلند می طلبند غرضشان آن باشد حاشا چون
خلقان را آن نظر نیست که بلند می ایشان را بینند ایشان خواهند که بدام دنیا اهل دنیا
را صید کنند تا بآن بلند می دیگر راه یابند و در دام آخرت افتند،

پچنانک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ را و بلاد را برای آن نمی گرفت که او محتاج
آن بود برائے آن می گرفت تا همه را زندگی بخشد و دشمنائی و بینائی کرست کند
هذا کف معودان بطعی و ما هو معودان یا حنن ایشان خلق را می فریبند،
تا عطا بخشند نه برائے آنکه از ایشان چیزی برند شخصی که دام هند و سرکان
را بکر در دام اندازد تا ایشان را بخورد و بفرشد آن را مگر گویند اما اگر باو شاه
دام هند تا با رنجی بی قیمت را که از گوهر و هنر خود خبر ندارد بگیرد و دوست آموزد
خود گرداند تا مشرف شود و مسلم و مودب گردد و این را مگر نگویند اگر چه بصورت
مکرست، این را عین راستی و عطا و بخشش و مرده زنده کردن و سنگ را
لعل گردانیدن و منی مرده را آدمی ساختن دانند و افزون تر ازین اگر باز را آن
علم بودی که او را چرامی گیرند محتاج دام و دانه نبود می بجان و دل جویان دام
بودی و بدوست شاه پیران شدی

خلق بظاہر سخن ایشان نظری کنند و می گویند که ما زین بسیار شنیده ایم

اے فتویٰ دفتر اول عنوان بیان آن که فتح طلبند پیغمبر و مکہ و غیر با جهت دوستی ملک دنیا نبود،

هبد پیغمبر به فتح مکہ هم کے بود در حب دنیا متهم، انھ

واندرون ما زین جنس سخنها پرست و قالوا قلوبنا علت بل لعنهم اللہ بکف ہم
 کافران می گفتند کہ ولہاے ما غلاف این جنس سخنهاست و ازین پریم حق جواب
 شان می فرماید حاشا کہ ازین سخن پر باشند پر از وسواسند و از خیال و از شرک و شک
 اند بلبا پر از لعنت اند کہ بل لعنهم اللہ بکف ہم کاش کہ تہی بودندے از ان
 ہذیانات بارے قابل بودندے کہ ازین پزیرفتندے قابل نیستند حق تعالی مہر
 کردہ است بر گوش ایشان و بر چشم ایشان و بر دل ایشان تا چشم لون دیگر بیند
 یوسف را اگر گ بیند و گوش لون دیگر شنود حکمت را اثر و ہدیان شمر و دل لون
 دیگر کہ محل خیال و وسواس گشتہ است چون زمستان از رنج سرمایہ شکل خیال توئی
 توئی افتادہ است از رنج و سردی جمع گشتہ است کہ ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و
 علی ابصارہم غشاوہ چہ جائے آن است کہ ازین پر باشند بولے نیر نیافتہ اند و رہم عمر نہ ایشان
 ونہ آنہا کہ بایشان لغاخر می آورند، ونہ تبار ونہ اصل ایشان،

کلام اولیا کوزہ است کہ حق تعالی آن را بر بعضی پر آب می نماید و از آنجا سیراب
 می شوند بر لب بعضی تہی می نماید چون در حق ایشان او چنین است ازین کوزہ چہ شکر گویند
 شکر آنکس گوید کہ بوی پر آب می نماید این کوزہ صورت آدم است چون حق تعالی
 آدم را آب و گل بساخت سخت طینت آدم ربیدی اسربعین صبا حقا قالب او را

لے کہتے ہیں کہ ہماے دل غلافون کے اندر محفوظ ہیں، یہ نہیں بلکہ خدا نے ان کے انکار کی پاداش
 میں ان کو پھیکا ر دی ہے، (بقرہ ۱۱)

۲ لے خدا نے ان کے دنوں اور کانون پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، (بقرہ ۱۱)
 ۳ لے میں نے آدم کی مٹی چالیس دن اپنے ہاتھ سے گوندھی، حدیث قدسی، سند نہیں ملی،

تمام بساخت و چندین مدت بر زمین مانده بود ابلیس علیہ اللعنة فرو آمد و در قالب اوست
و در رگهای او جله گر وید و تماشا کرد آن رگ و پی بر خون را و پر اخلاط را بدید گفت آه
عجب نیست که آن ابلیس من در ساق عرش دیده بودم که خواهد پیداشدن این باشد
آن ابلیس اگر در عالم هست این هست، و اسلام علیکم برخواست.

فصل

پسر تائب بدین مولانا آمد، مولانا فرمود که پدر تو دانا بحق مشغولست و اعتقادش
غالبست و در بخشش پیدا است (چنانکه روستی) کافران روم می گفتند که دختر با تار
و هم که دین یک گرد و دین دین نو که مسلمان نیست برخیزد، تائب گفت آخر این
دین کے یکے بوده است ہمارہ و دوسہ بودہ است جنگ و قتال قائم میان ایشان
و شما دین را یک چون خواهید کردن بدین طریق این فتنہ را منہ کرد،

بر این سخن حضرت مولانا فرمود کہ یک اینجا یعنی در قیامت شود اما این جا کہ
دینا است ممکن نیست زیرا اینجا ہر کی را مراد نیست و ہوا نیست مختلف کی اینجا ممکن
نکرد و مگر در قیامت کہ ہمہ یک شوند و یک با نظر کنند و یک گوش و یک زبان
شوند و آدمی بسیار چیز ہاست موشست و مرغ قفس را بالائی برد و باز موش بر می کشد و
صد ہزار و چوش مختلف در آدمی ہست مگر آنجا روند کہ موش موشی بگذارد و مرغ مرغی بگذارد و ہمہ یک شوند
زیرا کہ مطلوب نہ بالا است و نہ زیر چون مطلوب ظاہر شود، نہ بالا بردن نہ زیر، یکے چیزے
کم کردہ است چپ می جوید و راست می جوید پیش می جوید و پس می جوید چون آن چیز را
یافت نہ بالا جوید نہ زیر جوید نہ چپ جوید نہ راست جوید نہ پیش جوید نہ پس، و در روز ہمہ

ایک نظر شوند و یک زبان و یک گوش و یک ہوش،
 بچنانکہ مثلاً وہ کس را باغے و یادگانے بشرکت باشد بخشان یک باشد و غمیشان
 یک باشد مشغولیشان یک چیز باشد چون مطلقو لیشان یک گشت پس روز قیامت چون
 ہمہ را کار حق افتاد ہمہ یک شوند باین معنی ہر کس در دنیا بکارے مشغولست یکے در محبت
 زن و یکی در مال یکے در کسب یکے در علم ہمہ را معتقد آنست کہ در مان من و ذوق من خوشی
 من و راحت من و آنست و آن رحمت حقست چون در آنجامی رود و می جوید نمی یابد یا
 می گرد و چون ساعتی نکشت می کند می گوید آن ذوق و رحمت حسبتی ست مگر نیک خستم باز
 بگویم و چون بازی جوید نمی یابد بچنین تا گاہی کہ رحمت روی نماید بی حجاب بعد از ان دن
 کہ راہ اکن نبود اما حق تعالی بندگان دارد کہ پیش از قیامت چنانند کہ ہمہ چیز را از
 اسرار غیب می بیند آخر امیر المومنین علی می فرماید رضی اللہ عنہ کہ لو کشف الغطاء ما انارت
 یقیناً، یعنی چون قالب را بر گیرند و قیامت ظاہر شود لفتن مازیاوت نشود
 نظیرش چنان باشد کہ قوے در شب تاریک در خانہ رو بہ جانب کردہ اند و نماز
 می کنند چون روز شود ہمہ از آن باز گردند اما آن را کہ رویش بقبلہ بودہ است
 در آن شب چہ باز گرد و چون ہمہ سوے او می گردند پس آن بندگان ہم در شب
 دنیا روی تو می دارند و از غیر روی گمراہ آیندہ اند پس در حق ایشان قیامت حاضرست
 سخن بے پایان است اما بقدر طالب فرد می آید کہ وان من شی الا عندنا خزائنا
 وما ننزله الا بقدر معلوم،

لے "کوئی شے ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے ہاں نہ ہوں، لیکن ہم اس میں سے ایک مقدار معین کے

مطابق اتار دیتے رہتے ہیں،، (حجر، ع ۲)

حکمت چو بارانست در معدن خویش بے پایان سرت اما بقدر مصلحت فرو و
می آید در زمستان و در بهار و در تابستان و در پاییز بقدر او بچنین در بهار بیشتر و کمتر
اما از آنجا که می آید آنجائی حدست عطاران شکر ادر کاغذ کنند و یاد دہارا اما شکر آن قدر نباشد
کہ در کاغذ سرت کاغذهای شکر و کاغذهای دار و بانی حدست و بی نہایت و در کاغذ
کی گنجد تشنوع می زند کہ قرآن بر محمد صلوات اللہ علیہ چرا کہ کلمہ فرو و می آید و سورہ سورہ
فرو و بنی آید مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ این ابھان چہ می گویند اگر بر من تمام فرو و
آید من بگدازم و ثنائم زیر او اوقت از اند کے بسیار فہم کند و از چیز می چیز ہا و از سطری
و فتر ہا نظیرش ہمچنانک جماعتی نشستہ اند و حکایتی می شنوند اما آن کی احوال را تمام
می داند و در میان واقع بودہ است از رمزی آن ہمہ را فہم می کند و زرد و سرخ میشود
و از حال بحال می گرد و دیکران آن قدر کہ شنیدند فہم کردند چون واقف نبودند
بر کلی احوال آن اما آنک واقف بود از آن قدر بسیار فہم کرد چو در خدمت عطار آمدی
شکر بسیار است اما می بیند کہ سیم چند آوردی بقدر آن و بدیم اینجا ہمت و اعتقاد است
بقدر اعتقاد و ہمت سخن فرو و آید چون آمدی بطلب شکر و جوالت بگرد کہ چہ قدر است
بقدر آن پیمانید کیلہ یا د و اما اگر قطار ہائے شتر و جواہرے بسیار آوردہ باشد فرمایند
کہ کیالان ہیاورند کہ کار این و راز ناوار و کیلی باید و بر بنی آید بچنین آدمی باید کہ اورا
در یا ہا بس نکتند و آدمی باشد کہ اورا قطرہ چند بس باشد زیادہ از آتش زیان وار و
و این تہاد عالم معنی و علوم و حکمت نیست و رہمہ چیز چہین است و مالہا و زہا و کاغذ
جملہ بے حد بے پایاںست اما بر قدر شخص فرو و آید زیرا کہ افزون از ان بر تابد و دیوانہ
شود بنی مینی در مجنون و در فرہا و وغیرہ از عاشقان کہ کوہ و دشت گرفتند از عشق زند

چون شہوت از آنچ قوت ایشان بود برایشان افزون بر بختند و نمی بینی که در فرعون چون
ملک و مال افزون رنجند و عوی خدا فی کرد، و ان من شی الا عندنا خزائنه
یہیج چیز نیست از نیک و بد کہ آن را پیش ما و در خزینہ ما گنجہای بی پایان نیست اما بقدر
حوصلہ می فرستیم کہ مصلحت در آن است،

آرے این شخص معتقد است اما اعتقاد را نمی داند، بچنان کہ کودکی معتقد ناست اما
نمی داند کہ چہ چیز را معتقد است و بچنین از نایبات و خست زرد و خشک می شود
از تشنگی و نمی داند کہ تشنگی چیست کہ وجود آدمی بچون علم است علم را اول در ہوا کنند
و بعد از آن لشکر بار از ہر طرفی کہ حق داند از عقل و فہم و خشم و غضب و علم و کرم و خوف
و رجا و احوال ہا بے پایان و صفات بی حد بپاے آن علم می فرستد ہر کہ از دور نظر
کند علم تنہا بیند اما آنک از نزدیک نظر کند وزیر علم خلقے بیند و این دوری و نزدیکی
بہ مسافت نیست یعنی غافل ہمین تن بیند و دانا چون نظر کند بداند کہ در وجہ گو ہر بار
وجہ معنی ہاست،

شخصی آمد مولانا گفت کجا بودی مشتاق بودیم چرا دور ماندی گفت اتفاق
چنین افتاد و گفت ما نیز دعای کریم تا این اتفاق بگرد و زائل شود اتفاقے کہ فراق
آورد، آن اتفاق نابالست نیست ای واللہ ہمہ از حقست اما نسبت بحق تنکیست ہمہ چیز
اما ہا نے آنچ در ایشان می گویند بہت می گویند ہمہ نسبت بحق تنکیست و بکا لست

اے ماشہ گذر چکا، ۱۷ حکمت چون باران بہت، سے لے کر بیان تک کا سارا مضمون ہندوستان
کے تینوں نسخوں میں اس مقام پر بالکل غائب ہے، اور بیان کے بجائے دو صفحہ کے بعد تغیر الفاظ
کے ساتھ درج ہے،

اما نسبت بآن زنا و ناپاکی و بی نمازی و نماز و کفر و اسلام و شرک و توحید جملہ نسبت بحق
 نیکست اما نسبت بآبدست زنا و دزدی و کفر و شرک بدست و توحید و نماز و خیرات
 نسبت بمانیکست چنانک پادشاهی در ملک او زندان و دار و خلعت و مال و ملک
 حشم و سوز و شادی و طبل و علم همه باشد اما نسبت بپادشاه همه نیکست چنانک خلعت
 کمال ملک اوست و او زندان هم کمال ملک اوست و نسبت بومی همه کمال است
 اما نسبت بخلق خلعت و دار کے یکے باشد

فصل

سوال کرو کہ از نماز فاضل تر چه باشد؟ یک جواب آنک گفتیم کہ جان نماز بہ از صورت
 نماز است مع تقریرہ، جواب دوم کہ ایمان بہ از نماز است زیرا نماز پنج وقت فرضیہ است
 و ایمان یوستہ فرضیہ است و نماز بعد از ساقط شود و رخصت تاخیر باشد مرعاضاً
 و غیرہ تفضیل و گیرہ است ایمان را بر نماز کہ ایمان بہیچ عذرے ساقط نہ شود و رخصت تاخیر
 نباشد و ایمان بے نماز منقص است کند و نماز بی ایمان منفعت نہ کند، چو نماز منافقان و نماز ورہر
 وینے نوع و گیرہ است و ایمان بہیچ دینی متبدل نہ شود و احوال او و قبلہ او و غیرہ متبدل نہ
 گردد و فرقہای و گیرہ است بعد از جذب مستمع ظاہر شود، و ان من شیء الا عندنا خزائنه و انزل الا بقدر معلوم

۱۰۰ مثنوی، دفتر اول، عنوان اور بیان آن حدیث کہ

عیب شد نسبت بخلق جہول

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است

۱۰۱ مثنوی دفتر پنجم، عنوان قرہ دیگر کہ گریہ و زاری بکار باطل ہو جاتی ہی، یا اور زیادہ کمال حاصل کرتی ہی، جان نماز کو یوں بیان کیا ہی

زانکہ ترک تن بود اصل نماز

۱۰۲ حاشیہ او پر گذر چکا،

نے بہ نسبت با خداوند قبول

چون بمانست کنی کفر آفت است

۱۰۳ ترک خویش و ترک فرزندان بہ نماز

مستمع ہجو آر دست پیش خمیر کنندہ کلام ہجو آ بست در آرد آن قدر آب ریزند کہ صلاح
آن باشد، ے

چشم بدگر کے نہ گرد چہ کنم ، از خود گلہ کن کہ روشنائش توئی
چشم بدگر کس نہ کر دینی مستمع دیگر نہ جوید جز تو من چہ کنم روشنائش توئی بدین سبب
کہ تو باتوئی از خود نہ بیدہ تار و شنایت صد ہزار تو بودے،

حکایت شخصی بود سخت لاسر و ضعیف و حقیر ہجو عصفورے سخت حقیر اور نظر با چنانک
صور تہای حقیر اور حقیر نظر کردندے و خدا را شکر کردند می اگر چہ پیش از دیدن او تشکی
بودندے از حقارت صورت خویش و باین ہمہ و شب سخن گفتے و لافہائے زنت زدے
و دیوان ملک بروی وزیر و وزیر را از آن در و کردے و فرو خوردے تار و زے و زیر
گرم شد و باگ بر آورد کہ اے اہل دیوان این فلان فلان فلافی را از خاک برگرفتیم
و پروریم و بنان و خوان و نان پارہ و نعمت ماکسی شد و اینچہ رسید کہ مارا چنین ہا گوید
در روے او بر حسب گفت امی اہل دیوان و اکابر دولت و ارکان خواجہ راست
می گوید نعمت و نان آباے او پروردہ شدم و بزرگ شدم لاجرم بدین حقیری و رسوائی
ام اگر بنان و نعمت کسی دیگر پروردہ شدے بودے کہ صورت و قائم و قیتم بہ ازین و پیش
ازین بودے او مرا از خاک برداشت لاجرم ہی گویم، یا لیستی کنت ترا لیا
و اگر کسے دیگر مرا از خاک برداشتے چنین مصحکہ نبودے

اکنون مریدے کہ پرورش از مرد حق یا بد روح اورا پر و بال و یاے باشند و
کسی کہ از مزدورے و سالوسے پروردہ شود و علم از و آموزد و تربیت و مجاہدہ از و یابد

لے کاش من خاک ہی رہتا (نبار ع ۱)

روح از در پیمیدہ شود و همچو آن شخص حقیر و ضعیف دعا جزو غمگین و بے بیرون مشوا از ترو با،
باشد و جو اس او کو بہ بود و الذین کفروا اولیا و ہما الطاغوت یخرجونہم من النور
الی الظلمات

در سرشت آدمی ہمہ علماء و اصل او سرشتہ اند کہ روح از منغیبات را بنماید، چنانکہ
آب صافی آنچہ در تحت اوست از رنگ ریزہ و سفال و غیرہ و آنچہ بالائے آبست
ہمہ بنماید عکس آن آب حق تعالی در گوہر این نہادہ است بی علاجی و تعلیمی لیک چون
آب آئینہ شد با خاک یا رنگہای دیگر آن خاصیت و آن دانش از وجود شد و اورا فراموش
شد حق تعالی انبیاء و اولیاء و فرستاد و چو آن آب صافی بزرگ کہ ہر آب حقیر رنگین
و تیرہ کہ در و در آید از تیرگی و رنگ عارضی خود بردہ پس اورا یاد آید چون خود را صاف
بیند بداند کہ اول من چنین صاف بودم بہ ہفتین و بداند کہ آن تیرگیہا و رنگہا عارضی بود
یاوش آید حالتی کہ پیش ازین عوارض بود و بگوید کہ هذا الذی سارقتما من قبل پس انبیاء
و اولیاء مذکوران باشند اورا از حالت پیشین نہ آنکہ در جوہر او چیزی نو نہند اکنون ہر آب تیرہ کہ
آن آب بزرگ را شناخت کہ من از یکم و از آن یکم در آئینت و آن آب تیرہ کہ آن آب بزرگ
را شناخت و اورا غیر خود دید و غیر عین و دید پناہ بہ رنگہا و تیرگیہا گرفت تا با بحر نیامیزد و از آمیزش
و در تر شود چنانکہ فرمود، فما لتعاسف منها اسلف و اما کہ منها اختلف و ازین

۱۔ کافرون کے دوست شیاطین ہیں جو انھیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں میں لائے رہتے ہیں۔ (بقرہ ۳۴)

۲۔ یہ وہی ہے جو اس سے قبل ہمیں رزق مل چکا ہے۔ (بقرہ ۳)

۳۔ جس روح نے اس سے موافقت کی، وہ اس سے مل گئی، اور جس نے اس سے بیگانگی اختیار کی
وہ الگ ہو گئی۔ حدیث صحیح، (بخاری کتاب بدر خلقت)،

فرمود لہذا جاء کرس سول من النفس کمره یعنی کہ آب بزرگ از جنس آب خردست و
از نفس اوست و از گوہر اوست و آنچہ از نفس خودنی بیند آن تناکر از نفس آب نیست از
قرین بدست با آب کہ عکس آن قرین برین آب می زند و او نمی داند کہ میدان من از آن آب
بزرگ و بحر از نفس نیست و یا از عکس این قرین بذات غایت آمیزش چنانکہ گل خوارند
کہ میل من بگل از طبیعت نیست یا از علیتی کہ باطبع من در تہیجہ است،

بدانکہ ہر بیتی و حدیثی و آیتی کہ باستشہاد آرد، بچون دو شاہد و دو گوہر است، واقع
بر گواہیہائی مختلف، بہر مقامی گواہی دہند مناسب آن مقام چنانکہ دو گواہ باشند
گواہند بر وقت خانہ و گواہند بر سحر و کائنات و بہین گواہ اند بر نکاح و ہر قضیہ کہ حاضر شوند
بر وفق آن گواہی دہند صورت گواہ ہمان باشد و معنی دیگر و نفعتنا اللہ وایاکم اللہ و لون
الد و الدیج س یح المسک

فصل

گفتم کہ آرزو شد اورا کہ شمار آیندومی گفت و می خواہم کہ خداوندگار را بدیدم مولانا
فرمود کہ خداوندگار را این زمان نبیند بحقیقت زیرا آنچہ او آرزومی برد کہ خداوندگار را بینم
آن نقاب خداوندگار بود و خداوندگار این ساعت بے نقاب بیند و ہمچنین ہمہ آرزو با و ہر با و مجتہد
شفقتا کہ خلق دارند بر انواع چیز با و پیر و مادر و برادر و دوستان و آسمانہا و زمینہا و باغہا
و ایوانہا و علمہا و عملہا و طعامہا و شرابہا ہمہ از روی حق دارند و آن چیز با جملہ نقابہا است
چون ازین عالم بگذرند و آن شاہ را بے این نقابہا بینند بدانند کہ آن ہمہ نقابہا و روپوشہا

لے تھایے پاس رسول تمہیں میں سے آیا ہے، (توبہ ص ۱۶)

بود، مطلقاً نشان و حقیقت یک چیز بود، ہمہ مشکلا حل شود، ہمہ سوالا و اشکالا ہمارا کہ در دل
داشتند ہمہ را جواب بشنوند، و ہمہ عیان گردد، و جواب حق چنان بنیاد شد کہ ہر مشکلی را علی الاطلاق
جداجدا جواب باید گفت، بیک جواب ہمہ سوالا ہا بیکبار معلوم شود و مشکل حل گردد، و بچنان کہ
در زمستان ہر کس در جامہ یا در پوشنی یا در تنوع یا در غار گرمی از سرما خنزد یا پناہ گرفتہ
و بچنین جملہ نباتات از درخت و گیاہ وغیرہ از ہر سرمایے برگ و بر ماندہ و درختا را در باطن
برود و پنهان کردہ تا آئیب سرما بر و نرسد چون بہار آید، جواب ایشان تجلی بفرماید،
جملہ سوالا ہا مختلف ایشان از احیاء و نباتات و اموات بیکبار حل گردد و آن سبہا بر خیزد
و جملہ سرسبز و ن کنند و بدانند کہ موجب آن بلا چہ بود،

حق تعالی این نقاب ہا را بر اے آن مصلحت آفریدہ است، کہ اگر جمال حق بے نقاب رو
نماید، طاقت آن نداریم، و بہرہ مند نشویم، بواسطہ این نقاب ہا مد و منفعت می گیریم، این
آفتاب می بینی کہ در نور او می رویم، و می بینیم و نیک را از بد تمیز می کنیم، و در گرمی شویم و
در خلتا و باغنا شرمی شوند، و میوہ ہاے خام و ترش از حرارت او پختہ و شیرین می شود، و معاون
زر و نقرہ و لعل و یاقوت از تاثیر او ظاہر می شوند، اگر این آفتاب کہ چندین منفعت می دہد
بوسایط اگر چہ نزدیکتر آید ہیچ منفعت ندهد، بلکہ جملہ عالم و خلقت بسوزند و مانند حق تعالی
چون بر کوہ بجا ب تجلی می کند آن را پر درخت و پر گل و سبزہ و پیراستہ و آراستہ می گردانند
و چون بے حجاب تجلی می کند اورا ریزہ ریزہ و ذرہ ذرہ می گردانند فلما تجلی سبہ، للجبیل
جعلہ دکانہ

سائلی سوال کرد کہ آخر در زمستان نیز ہمان آفتاب ہست گفت ما را غرض اینجا

اے جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسے چور چور کر دیا، (عراق ع ۱۷)

حمل گفتن مثال ست اما آنجانه حمل ست و نه حمل، مثل دیگر ست و مثال دیگر هر چند که عقل
 آن چیز را بجهد ادراک نکند، اما عقل بجهد خود را کی را کند اگر بجهد خود را را کند آن عقل نباشد، عقل نیست
 که همواره شب در روز مضطرب و بی قرار باشد از فکر و جهد و اجتهاد نمودن در ادراک باری تعالی، اگر چه او
 مدبرک نشود و قابل ادراک نیست، عقل همچون پروانه است و مشتوق همچون شمع است هر چند که پروانه چون شمع
 زنده بسوزد و هلاک شود اما پروانه آنست که پروا سبب آن سوختگی دالم می رسد (و) از شمع تشکیب و اگر حیوانی
 باشد مانند پروانه که از نور شمع تشکیب و خود را بر آن زند او پروانه نه باشد و اگر پروانه خود را بر نور شمع زند و خود
 آن نیز شمع نباشد پس آدمی که از نور حق تشکیب و اجتهاد نماید او آدمی نباشد و اگر تواند حق را ادراک کردن آن هم
 حق نباشد پس آدمی آن ست که از اجتهاد خالی نیست و گرد نور جلال حق می گردد بی آرام
 و بی قرار، و حق آنست که آدمی را بسوزاند و نیست گرداند و مدبرک هیچ عقلی نگردد،

فصل

پروانه گفت که مولانا بهاء الدین پیش از آنکه خداوند گار روی نماید عذر بنده میخواست
 که مولانا بجهت این حکم کرده است که امیر بزیارت من نیاید و رنج نه شود که ما را احاطت است
 حالتی باشد که سخن گوئیم حالتی آید که نگوئیم حالتی پر دای خلقان باشد حالتی عزلت و خلوت
 حالتی استغراق و حیرت بهاد که امیر در حالتی آید که نه تو انم و بجوئی او کردن، و فرغت
 آن نباشد که با من بود عظم و مکالمت پروا زیم، پس آن بهتر که چون ما را فراغت باشد
 که تو انم بدوستان پروا ختن و بالیشان منفعت رسانیدن ما برویم دوستان را زیارت
 کنیم، امیر گفت که مولانا بهاء الدین را جواب دادم که من بجهت آن نمی آیم که مولانا
 بمن پروا زد، و با من مکالمت کند، برای آن می آیم که مشرف شوم و از زمره بندگان

باشم ازینها که این ساعت واقع شده است یکی آن است که مولانا مشغول بود و روی نمود
تا دیر می مرا در انتظار با کرد تا من بدانم که اگر سلمان را و نیکان را چون بر در من نیاید
منتظرشان نگذارم و زود راه بدهم انتظار چنین صعب است و دشوار است مولانا تلخی آن را این چنین
و مرا تا دیب کرد تا با دیگران چنین نه کنم،

مولانا فرمود فی بلاک آنک شمار انتظار با کرد و نم از عین عنایت بود حکایت می آورد
که حق تعالی ای فرماید که ای بنده من حاجت ترا در حالت دعا و ناله زود بر آوردم اما
آواز و ناله تو مرا خوش می آید و در اجابت بهت آن تاخیر می افتد تا بسیار بنالی که آواز
و ناله تو مرا خوش می آید مثلاً او که در در شخصی آمدند، یکی مطلوب و محبوب و آن دیگر عظیم مغض
است خداوند خانه گوید بعلام زود فی تاخیر آن مغض نان پاره بده تا زود ما آواره شود و
آن دیگر را که محبوب است و عده بده که هنوز نان نه بخت اند صبر کن تا نان برسد و پیرو
که دوستان را بیشتر خاطر خواهد که بنیم دور ایشان سیر سیر نظر کنم و ایشان نیز دور
تا چون اینجا بسیار دوستان صاحب گوهر و گهر اینک نیک دیده باشند چون در آن
عالم حشر شوند، آشنائی قوت گرفته باشد، زود هم دیگر را باز شناسند، و بدانند که ما در دار دنیا
بهم بوده ایم، و بهم خوش پیوندند زیرا که آدمی یا ر خود را زود گم می کند، نمی بینی که درین
عالم که با شخصی دوست شده جانانه تو در نظر تو یوسف است بیک فعل قبیح از نظر تو پوشیده
می شود و او را گم می کنی، و صفت یوسفی بگرگی مبدل می شود که همان را که یوسف مبدی
اکنون بصورت گرگش می بینی هر چند که صورت او مبدل نشده است و همان است که

له شوی، دفتر چهارم، حکایت آن زاهدی که در سال قحط خندان و شاد بود الخ

از پدر بر تو حیفای چون رود آن پدر در چشم تو سنگ می تود،

می دیدی، باین یک حرکت عارضی گش کردی فردا که حشر دیگر ظاهر شود و این ذات
بذات دیگر مبدل شود چون نیک اورا نشناخته باشی، و در ذات او نیک فروزفته
باشی، چو نشخوایی شناختن حاصل آنکه همدیگر را نیک نیک می باید دیدن و از اوصاف بدو
نیک که در آدمی مستعار است از آن گذشتن و در عین ذات او رفتن، و نیک نیک دیدن
که این اوصاف که مردم همدیگر را می دهند اوصاف اصلی ایشان نیست،

حکایت گفته اند که شخصی گفت که من فلان مرد را نیک می شناسم و نشان او بدیم
گفتند فرما گفت مکاری من بود و دو گا و سیاه داشت اکنون همه بمن برین مثال است
که خلق می گویند که فلان دوست را دیدیم و می شناسیم، و هر نشانی که دهند در حقیقت بمن
باشد، که حکایت دو گا و سیاه داده باشند آن نشان او نباشد، و آن نشان بهیچ کاری نیاید
اکنون از نیک و بد آدمی باید گذشتن و فرو رفتن در ذات او که چه ذات و چه گوهر دارد
که دیدن و دانستن او آن است،

عجم می آید از مردمان که گویند اولیاء و عاشقان بعالم بچون که اورا جای نیست
و صورت نیست و مکان نیست و بی چون چگونه است، چگونه غشقت بازی می کنند، و مدد
و قوت می گیرند، و متاثر می شوند، آخر شب در روز در آتد، این شخص که شخصی را دوست
میدارد و از او مدد می گیرد، آخر این مدد از لطف و احسان و علم و ذکر و فکر و از شادی
و غم او می گیرد، و این جمله در عالم لامکان است، و او و مبدم ازین معانی مدد می گیرد
و متاثر می شود و عیش می آید و عیش می آید که بعالم لامکان چون خوش شوند و از وی چون
مدد گیرند

حکیمی منکر می بود این معنی را روزی رنجور شد و از دست رفت و پرخ برود و از

کشید حکیم الهی زیارت اور رفت، گفت آخر چه می طلبی، گفت صحت، گفت صورت این
صحت را بگو که چگونه است تا حاصل کنم، گفت صورتی ندارد، و او بی چون و است چونش
می طلبی، گفت آنرا بگو که صحت چیست، گفت این می دانم که چون صحت بیاید، تو تم حاصل
می شود، و فریب می شوم، و سرخ و سفید می گردم، و تازه و شکفته می گردم، گفت من از تو
نفس صحت را می پرسم که ذات صحت چه چیز است، گفت نمی دانم، چون هست، گفت اگر
مسلمان شوی و از مذهب اول باز گردی ترا معاصی کنم و صحت را بتو رسانم،

از مصطفی صلی الله علیه و سلم سوال کردند که هر چند که این معانی بی چو تنده اما بواسطه
این صورت آدمی از آن معانی منفعت می توان گرفت، فرمود اینک صورت همان
در زمین بواسطه این صورت منفعت می گیرند از آن معنی کل چون می بینی تصرف چرخ و
فلک را، و باریدن ابر باران بوقت و تابستان و زمستان و تبدیلهای روزگار را،
می بینی همه بر صواب و بر حکمت آخر این ابر جماد چه داند که بوقت می باید باریدن، و این
زمین را می بینی چون نبات را می پرورد و یکی را ده می دهد آخر این را کسی می کند او را
می بین بواسطه این عالم مددی گیر همچنانکه از قالب آدمی مددی گیری از معنی آدمی از
معنی عالم مددی گیر بواسطه صورت عالم،

چون پیغمبر صلی الله علیه و سلم مست شدی و بے خودی سخن گفتی قال الله آخر
از روی صورت زبان آدمی گفت اما او در میان نبود گوینده در حقیقت حق بود چون

له شتوی، دفتر ششم، عنوان تمثیل حریص بر دنیا

زین سبب قل گفته دریا بود

گر چه نطقی احمدی گو یا بود،

گفته او جمله در بحر بود،

که دلش را بود در دریا نفوذ،

اور اول خود را دیده بود کہ از چنین سخن جاہل و نادان بود و بے خبر، اکنون از وی
چنین سخن می زاید و اند کہ او نیست کہ اول بود این تہر فحقت چنانکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
خبری دہدیش از وجود خود چندین ہزار سال از آدمیان و انبیای گذشتہ و تا آخر قرن
در عالم چہ خواہد شدن و از عرش و کرسی و از خلا و لا وجود او دینہ بود قطعاً آن چیز ہا را وجود
دینہ حادث اوئی گوید حادث از قدیم چون خبری دہد پس معلوم شد کہ اوئی گوید حق میگوید
کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وُحْيٌ يُوحٰیؕ

حق از صوت و حرف منترہست، سخن او بیرون از حرف و صوتست، اما سخن خود را
از ہر حرفی و صوتی و از ہر زبانی کہ خواہد روان کند، چنانکہ در راہ ہا و کار و ان سرا ہا خستہ
اند، بر سر حوض مرے سنگین و یا مرغ سنگین، از دہان ایشان آب می آید، و در حوض میریزد، ہمہ
عاقلان دانند کہ آن آب از دہان مرغ سنگین نمی آید، و از جای دیگر می آید، آدمی را
خواہی کہ بشناسی اورا در سخن آر، از سخن اورا بدانی، و اگر طرار باشد و کسی بوی گفتہ باشد
کہ از سخن مردور البشناسد و او سخن را نگاہدار و قاصد تا اورا در نیابند،

ہمچنان کہ آن حکایت کہ بچہ در صحرا ہا و گرفت کہ مراد شب تاریک سیاہی ہوئے
مانند دیو روی می نماید، و عظیم می ترسم، مادر گفت مترس، چون آن صورت را بینی، دلیر برو
حملہ کن پیدا شود کہ خیالست یا حقیقت، گفت اسی مادر اگر سیاہ را مادرش چنین وصیت
کردہ باشد من چہ کنم، اکنون اورا وصیت کردہ باشد کہ سخن مگو تا پیدا کردی منش چو نش
شناسم گفت در حضرت او خاموش کن و خود را بوی دہ و صبر کن باشد کہ کلمہ از دہان او
بجہد و اگر بخند باشد کہ از زبان تو کلمہ بجہد بنا خواہست تا در خاطر تو سخنی داند لیشہ سرریزند از ان

۱۰ " یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولے، بلکہ ہماری وحی ہی کے مطابق کہتے ہیں،، (بخم رع ۱)

سخن د از ان اندیشه حال اور ادائی، زیرا کہ از و متاثر شدی آن عکس اوست و احوال
اوست کہ در اندرون تو سر بر زده است،

شیخ سررزمی ^{لے} رحمۃ اللہ علیہ میان مریدان نشستہ بود و مریدی را سر بر بیان
اشتها کردہ بود، شیخ اشارت کرد کہ برای فلانی سر بر بیان بیارید، گفتند بچہ دانستند کہ اورا
سر بر بیان می باید، گفت زیرا کہ سی سالست کہ مرا بالیست نمازہ است و خود را از ہمہ
بالیستہ پاک کردہ ام و منہم بچہ چون آئینہ بی نقش ساوہ گشتہ ام چون سر بر بیان در خاطر
من آید، و مرا اشتہا کرد، دانستم کہ آن تقاضائے فلان است زیرا کہ آئینہ بی نقش است
اگر در آئینہ نقش نماید نقش غیر باشد،

عزیزی در چہ نشستہ بود برائے طلب مقصود می، بوی ندا آمد کہ اینچنین مقصود بلند چہ
حاصل نہ شود، از چہ بیرون آئی تا نظر بزرگی بر تو افتد، آن مقصود ترا حاصل شود، گفت آن
بزرگ را کجا یابم؟ گفتند در جامع گفت میان چندین خلق اورا چون شناسم کہ کہ دست
گفتند برو او ترا بشناسد و بر تو نظر کند، نشان آنک نظر او بر تو افتد آن باشد کہ ابروی
از دست تو بیفتد و بے ہوش گردی بدائی کہ او بر تو نظر کردہ است، چنان کرد ابروی
پر آب در دست گرفت و جماعت مسجد را ستقائی می کرد و میان صفوف می گردید ناگہان
حالتی بر وی پیدا آمد و شہقہ بزد و ابروی از دست او افتاد و بیہوش در گوشہ ماند خلق جملہ
رفتند چون بخود باز آمد خود را تنہا دید آن شاہ کہ بروی نظر انداختہ بود آنجا نہ دید اما
بمقصود خود رسید،

خدای را مروانند کہ از غایت عظمت و غیرت حق روئے نمایند اما طالبان را بہ

لے شیخ سررزمی کچھ حالات ثنوی، دفتر پنجم میں درج ہیں، از بر عنوان حکایت شیخ محمد سررزمی غزنوی قدس اللہ روحہ،

مقصود کا خطیر برسانند و موہبت کنند اینچنین شایان عظیم نازند و نازنین،
گفتم پیش شما این چنین بزرگان می آیند گفت مارا پیش نمائید است دیرست که مارا
پیش نیست اگر می آیند پیش آن تصور می آیند که اعتماد کرده اند عیسی را علیہ السلام گفتند
بجائے تو می آئیم گفت مارا در عالم خانہ کجاست و در کجائے بود،

حکایت آوردند اند که عیسی علیہ السلام در صحرائی می گریه بارانی عظیم فرو گرفت
در خانہ سیه گوش در کنج غاری پناہ گرفت، لحظه که باران منقطع شد وحی آمد که از خانہ سیه گوش
بیرون زد که بچگان اویسب تو نمی آئید، ندان کرد که یارب کلابن اویس ماوی و لیس کلابن مس
ماوی، گفت فرزند سیه گوش را پناہیست جایست و فرزند یرم دانہ پناہیست و
نه جایست و نه خانہ است و نه مقامیست،

مولانا قدسنا اللہ بسره العزیز فرمود که اگر فرزند سیه گوش را خانہ است اما چنین
معتوقی او را از خانہ نمی راند از چنین رانندہ است، اگر ترا خانہ بنا شد چه پاک که لطف
چنین رانندہ و مبلطف این خلعت تو مخصوص شدی که او ترا می راند، صد ہزاران زمین و
آسمان و دنیاد آخرت و عرش و کرسی می ارزد و افزونست و در گذشتہ است،

فرمود کہ آنچہ امیر آمد و ماز و دروی نمودیم نمی باید کہ خاطرش بشکند زیرا مقصود
او ازین آمدن اعزاز نفس مابود یا اعزاز خود اگر برای اعزاز مابود چون بیشتر نشست و
مارا انتظار کرد اعزاز مابیشتر حاصل شد و اگر غرضش اعزاز خود است و طلب ثواب
چون انتظار کرد و رنج انتظار کشید ثوابش بیش باشد پس علی کلی التقدیرین بآن مقصود کہ
آمد آن مقصود مضاعف شد و افزون گشت پس باید کہ دل خوش و نشاط مان گردد،

فصل

ایچہ می گویند کہ ان القلوب علی القلوب شواهد گفتیت و سخنیت کہ می گویند
و حکایتیت کہ بر ایشان کشف نشده است و اگر نہ سخن چه حاجت بودی چون قلب
گواہی می دهد، گواہی زبان چه حاجت باشد،

امیر نایب گفت کہ آری دل گواہی میدہد، اما دل را خطیست جدا و گوش را
جدا و چشم را جدا و زبان را جدا بہر کی احتیاجی بہت تا فائدہ افزون تر باشد،

مولانا فرمود قدس اللہ سرہ العزیز کہ اگر دل را استغراق باشد ہمہ محو او گردند و محسوس
زبان نباشد آخر لیلی را کہ حسن رحمانی بنو جسمانی نفسی بود و از آب و گل بود عشق او را آن
استغراق بود کہ مجنون را چنان فرا گرفت و غرق گردانید کہ محتاج دیدن لیلی بچشم ظاہر نبود
و سخن او را بگوش شنیدن حاجت نبود کہ لیلی از خود جدا نمی دید کہ

حیالک فی عینی و اسمک فی فنی

و ذکرک فی قلبی فلکیت لغیب

اکنون چون معشوق جسمانی را آن قوت باشد کہ عشق او دیر ابدان حال گرداند کہ
خود را از وجد انہید جسمانی او بکلی در غرق شوند کہ از چشم و سمع و شمع و غیرہ ہیچ عضوی حسی
دیگر نطلبند ہمہ را جمع بیند و حاضر داند اگر یک عضوے ازین عضوہا کہ گفتیم حسی تمام یابد ہمہ در ذوق آن
غرق شوند و حسی دیگر نطلبند و این طلبیدن حس دیگر دلیل آن می کند کہ این یک عضو
چنانک حق خطیست، تمام نگرفته است، حسی یافتہ است ناقص، لا جرم در ان حظ غرق
نشده است، حس دیگرش حظ می طلبد عددی طلبد ہر حسی را حسی جدا و اس جمعند از دو

معنی دازدوی صورت متفرقند چون یک عضو استغراق حاصل شد، ہمہ درودی غرق
 شوند چنانک گس بالامی پرد، و پرش می جنبد و سرش می جنبد و ہمہ اجزاش می جنبد چون
 چون در انگین غرق شد و ہمہ اجزاش یکسان شد ہیچ حرکت نکند استغراق آن باشد کہ او
 در میان نباشد و او را جہد نماند، و فعل نماند و حرکت نماند غرق آن آب باشد ہر فعلی کہ از او
 آید آن فعل او نباشد فعل آب باشد، اگر بہونہ در آب دست و پامی می زندان را غرق
 نگوبند یا بانگی می زند کہ آہ غرق شدم این را نیز استغراق نگوبند^۱
 آخر این اناحق گفتن منصور ہم ازین معنی است مردم ہندارند کہ دعوی گشت انا العبد گفتن و دعوی
 بزرگست انا الحق عظیم تو اصغست، زیر آنک می گوید کہ من عبد خدایم و دوستی اثبات می کند
 بکی خور او یکی خدا را انا آنک اناحق می گوید خود را عدم کرو یا و او می گوید کہ اناحق یعنی
 من نیستم ہمہ اوست جز خدا را استی نیست من سبکی عدم محضم و ہیچم تو اضع درینجا بیشتر است
 ا نیست کہ مردم فہم نمی کنند،

اینک مردی کہ بندگی کند حسبہ للہ آخر بندگی او در میان ہست اگر چہ برے خدا
 خورامی بیند و خدا را می بیند او غرق آب نباشد غرق آنکس باشد کہ در او ہیچ جنبشی و فعلی
 نماند اما جنبشہائی او جنبش آب باشد شیرے آہوے را در پی کرد آہوازوے می گرخت و

۱۔ شہنوی دفتر اول عنوان باز کرد اندر انوار المؤمنین عمر نظر اورا از مقام گریہ اخ

جست و جو دروئے حال و قال شہ غرق گشتہ و جلال فدو الجلال غرقہ نے کہ خلاصی باشدش کر یا بحر دریا کے نشاندش
 حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں،

در معنی عبارت اناحق نہ آنست کہ من حقم بلکہ آنست کہ من نیستم و جوہ و حقست ہنجا

(مکتوبات مجتہ دی دفتر اول حصہ ۴ ص ۱۱ مطبوعہ امرتسر)

ہستی بود یکے شیر و یکے ہستی آہوا با چون شیر بر و رسید دور زیر پنچہ قہرا و شد از ہیبت
شیر بے ہوش و بے خود در پیش شیر افتاد این ساعت ہستی شیر مانند تنہا ہستی آہو محو شد
و نماند،

استغراق این باشد کہ حق تعالیٰ اورا غیر آن خوف کہ خلق دارند از شیر و پلنگ
و از ظالم حق تعالیٰ اورا از خود خائف گرداند و برایشان کشف گرداند کہ خوف از حقست
و امن از حق و وحشت و طرب از حق و خورد و خواب از حق حق تعالیٰ اورا صورتی بنماید
مخصوص و محسوس و در پیداری چشم باز صورت شیر و پلنگ یا آتش چنانک اورا معلوم شود
بحقیقت کہ آن صورت شیر و پلنگ یا آتش ازین عالم نیست صورت غیبست کہ
مصور شدہ است و بچنین صورت خویش بنماید بحال عظیم و بسایمتن کہ انوار و انہار و حور و
قصور و طعما و شرابا و خلعتا و براقتا و شہرا و منزلہا و عجایبہای گوناگون و حقیقت
میداند کہ ازین عالم نیست حق تعالیٰ انہار و بنظر آدمی نماید و مصوری گرداند پس یقین
شود کہ اورا خوف از خداست و رجا و ہمہ را احتما و مشاہدہ اکنون این خوف او بخوف خلق
نماند زیرا کہ ان این مشاہدہ است بدلیل نیست چون حق بوی معین نمود کہ ہمہ از او است،
فلسفی نیز آرا داند اما دلیل پاکیار نباشد و آن خوشی کہ از دلیل حاصل شود آن را
بقای نباشد تا دلیل را بومی می گوئی خوش و گرم و تازہ می باشد چون ذکر دلیل بگذرد،
اگر می و خوشی او نماند چنانک شخصی بدلیل دانست کہ این خانہ را بنائے است و بدلیل
داند کہ این بنار اچشم ہست و کور نیست قدرت دارد و بجز نذر و موجود بود معدوم نبود، زندہ
بود مردہ نبود و بنائے خانہ سابق بود این ہمہ را داند اما بدلیل داند و دلیل پاکیار نباشد
زود فراموش شود اما عارفان چون خدمتا کردند بنار اشتا خند و لعین دیدند و نان

نمک بہم خوردند اختلاطها کردند ہرگز بنا از تصور و از نظر ایشان غائب نہ شود پس چنین
کس فانی حق باشد و در حق او گناہ گناہ نبود جرم جرم نبود چون او مغلوب و
مستملک آب است،

بادشاہی غلامان را فرمود کہ ہر یکے قدمی زرین بکف گیرند کہ مہمانی می آید
و آن غلام مقرب را نیز فرمود کہ قدمی بگیر چون پادشاہ روی نمود آن غلام خاص از
دیدار پادشاہ بخود دست شد و قدح از دستش بیفتاد و شکست دیگران چون از چنین دیدند
گفتند مگر چنین می باید، قدمها بقصد می پیدا ختنند پادشاہ عتاب کرد کہ چرا چنین کردید گفتند
او مقرب بود چنین کرد پادشاہ گفت ای ابلہمان آنرا او نکرد آنرا من کردم، از روی
ظاہر ہمہ گناہ بود اما آن یک گناہ عین طاعت بود بلکہ بالئے ہمہ طاعتها بود چون
مقصود از ہمہ آن غلام او بود باقی غلامان تبع و طفیل و بند زیر آن غلام پادشاہ بود در ^{حقیقت}
باین معنی کہ گفتیم و ہمہ غلامان پادشاہند پس تبع او باشند چون او عین پادشاہست و غلامی
بروجز صورت نیست از جمال پادشاہ پرست حق تعالی می فرماید، *الاعلاک لما خلقت*
الاعلاک ہم انا الحق است معنی اینست کہ افلاک را برای خود آفریدم
این انا الحق است بزبانے دیگر و مرے دیگر،

سخنهای بزرگان اگر بصورت زبان مختلف نماید یک باشد چون حق کلیت

لے شوی و فردوم عنوان آفت تاخیر خیرات بہ فردا،

مان مودہ چون حرف جان شود زندہ گردان عین آن شود ہنرمیرہ حرف نارشد تیرگی آفت و ہمہ انوار شد

لے "اے پیغمبر اگر تجھے نہ پیدا کرتا، تو میں آسمانوں کو بھی نہ پیدا کرتا،" یہ حدیث قدسی، عام طور
پر زبان زد ہے لیکن سند نہیں ملی،

وراہ یکیت سخن و چون باشد اما بصورت مخالفت می نماید معنی یکیت و تفرقه
 و صورت است در معنی همه جمعیت است چنانکه بفرماید که خمیه بدوزند یکی رسیان می
 تابد و یکی میخ می تراشد و یکی می بافد و یکی می دوزد و یکی می دروید این صورتها اگر چه از روی
 ظاہر مختلفند و متفرق اما از روی معنی جمعند و یک کاری کنند و همچنان احوال این عالم
 نیز چون در نگری همه بندگی حق می کنند، از فاسق و از صالح و از عاصی و از مطیع از
 دیو و از فرشته مثلاً پادشاه خواهد که غلامان را امتحان کند، و بیازماید، با سبب تا با ثبات
 از بی ثبات پیدا شود و نیک عهد و از بد عهد و بے وفاز با وفای ممتاز شود و اورا موسوس
 و پیچی می باید تا ثبات او پیدا شود، و اگر نباشد ثبات او چون پیدا شود؟ پس آن
 موسوس بندگی پادشاه می کند، چون خواست پادشاه این است که چنین کند، با و را
 خرسا و تا ثبات را از غیر ثابت پیدا کند، پشه را از درخت و باغ جدا کند تا پشه برود
 و آنچه غیر پشه باشد بماند،

ملکی کنیز کے رافرمود، کہ خود را بیارے و بر غلامان عرضہ کن، تا امانت و خیانت
 ایشان ظاہر شود، فعل آن کنیز کہ اگر چه بظاہر معصیت می نماید، اما در حقیقت بندگی
 پادشاه می کند، این بندگان خود را چون درین عالم دیدند نہ بہ دلیل و تقلید بل بمعانی
 بی پردہ و حجاب کہ جملہ از نیک و بد بندگی و طاعت حق می کنند کہ وان من شیء
 الا یستجیب بحمدہ پس در حق ایشان بہین عالم قیامت باشد، چون قیامت
 عبارت از آنست کہ ہمہ بندگی خدا کنند و جز بندگی او کاری دیگر نہ کنند این معنی
 را ایشان بہین جامی بیند کہ لو کشف الغطاء ما انصدت یقیناً،

اے کوئی شے ایسی نہیں جو حمد خداوندی کی تسبیح میں نہ لگی رہتی ہو، ربی اسرائیل، ع ۵

عالم از روی لغت این باشد که از عارف عالی تر باشد زیرا خدا را عالم گویند
اما عارف نشاید گفتن معنی عارف آنست که نمی دانست و دانست و این در حق خدا نشاید
اما از روی عرف عارف بیش است زیرا عارف عبارتست از پنج بیرون از ویل
داند علم را بشایده و معاشنه دیده است عرفاً عارف این را گویند،

گفته اند که عالمی به از صد زاهد است عالم به از صد زاهد چون باشد آخر این زاهد
بعلم زاهد میکند زهد بی علم محال باشد آخر زهد عیسیت از دنیا اعراض کردن در دے لطافت
و آخرت آوردن آخر می باید که دنیا را بداند و زشتی و بی ثباتی دنیا را بداند و لطافت و بقای
و بقای آخرت را بداند و اجتهاد بر طاعت که چون طاعت کنم؟ و چه طاعت کنم؟ این
همه علمست پس زهد بی علم محال باشد پس زاهد هم عالمست و هم زاهد این عالم که به از
صد زاهد است چون باشد معنیش را نم ندانم نه کرده اند آن علم دیگر است که بعد ازین علم و زهد
که اول داشت حق تعالی بوی دهد که این علم دوم ثمره آن علم و زهد باشد قطعاً این
چنین عالم به از صد زاهد باشد نظیر این همچنان که مردی دختی را نشاند و دخت باردار
قطعا که آن دخت بار داد به از صد دخت باشد که بار نداده باشد زیرا که آن درختان
شاید که پیرزن شد که آفتائے دور راه بسیارست حاجی که بکعبه رسد به از آن صد حاجی باشد
که در یادیه روان است، که ایشان را خوف است بر سندیار نرسند، اما این بحقیقت نیست
است یک حقیقت به از صد هزار شک است

امیرنائب گفت آنگاه رسیدیم امید دارد و فرمود که آنگاه امید می دارد و آنگاه
رسید از خوف تا امن فرقی بسیارست و چه حاجتست به فرق این بر همه ظاهرست
سخن در امن است که از امن تا امن فرقی عظیم است تفصیل مصطفی صلی الله علیه و سلم

بر انبیاء اُخر اذرفے امن باشد و اگر نہ جلد انبیاء بر امتند، و از خوف گزشتہ اند، الا کہ
 در امن مقامهاست کہ در فضا بعضہم فوق بعضی در جہات^۱، الا کہ در عالم
 خوف مقامات خوف را نشان توان داد اما مقامات امن بی نشان است در عالم
 خوف نظر کنند ہر کسے در راہ خدا چہ بذل می کند یکے بذل تن می کند و یکے بذل مال
 و یکے بذل جان یکے روزہ یکے زکوٰۃ یکے نماز یکے وہ کعبت یکے صد کعبت پس منازل نشان
 متصورست و معین است ازان توان نشان دادن بچنان کہ منازل قونیہ تا قیصریہ
 معین است اول قیاد و او بسخ و سلطان و غیرہ اما منازل در یا از انطاکیہ تا مصر بی نشان
 آن را کشتی بان داند یا ہل خشکی نگویند چون نتوانند منہم کردن،

امیر نائب گفت ہم گفت نیز فائدہ می دہد اگر ہمہ راندند اندکے بداند و بی بُر
 و گمان بر نہ فرمود ای والد کسی کہ در شب تار نشسته است بیدار بجزم آنک سو
 روز می روم اگر چہ چگونگی رفتن رانی داند، اما چون روز را منتظرست بروز نزدیک می
 یا شخصی در شب تار یک وای پس کاروانے میرود نمی داند کہ کجا رسید و کجا می گذرد و چہ
 قطع مسافت کرد اما چون روز شود حاصل آن رفتن را بید سر بجای بر زند ہر کہ حسبہ
 و چشم بر ہم زند ہم صنائع نیست، ہمین بعل متقال ذرۃ خیال^۲

الا چون اندرون تارکیت و مجاہدست، نمی بیند کہ چہ قدر پیش رفتہ است آخر بیند کہ
 الدنیا صارت لاکشتہ ہر کہ اینجا بکار و آنجا بر گیرد،

علی علیہ السلام بسیار خندید و یحیی علیہ السلام بسیار گریست، یحیی علیہ السلام گفت کہ تو

۱۔ ہم نے بعض کے درجے بعض سے بلند کئے ہیں، (زخرف، ع ۳)

۲۔ جس نے رانی کے دانہ کے برابر بھی نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا، (سورہ زلزال)

از مکر بائی فوق حق قوی این شدی کہ چنین می خندی عیسی گفت کہ تو از عنایتها و لطفهای
 غریب پنهان حق توی غافل شدی کہ چندین می گری دیے از او لیا درین ماجرا حاضر
 بود از حق تعالی پرسید کہ ازین ہر دو مقام کرا عالی ترست جواب رسید کہ انا عند من ہوا
 احسنہم ربی ظنا من آنجا ام کہ ظن بندہ نیست (بہر بندہ مرا صورت نسبت و خیالیست
 ہر چہ او مرا خیال کند من آنجا باشم من بندہ آن خیالم کہ حق آنجا باشد بیزارم از آن بہ حقیقت
 کہ حق آنجا نباشد خیال ہمارا ای بندگان من پاک کنید کہ جائگاہ و مقام منست، اکنون تو خود
 را می آزمای کہ از گریہ و خندہ و صوم و نماز و خلوت و جمعیت و غیرہ ترا کدام نافع تر است و احوال
 تو بکدام طریق راست ترمی شود و ترقی افزون تر آن کار را پیش گیر استغنت قلبک و
 ات اقلک المفتون^۱، ترا مفتی معنی ہست در اندرون فتوی مفتیان برو عرضہ دای
 تا پنخ اور موافق آید آن را گیر و بچنان کہ طبیب نزد بیماری می آید از طبیب اندرون
 می پرسد زیرا ترا طبیبست در اندرون و آن مزاج شست، کہ دفع کند، و می پرسد، و
 لہذا طبیب بیرونی از دے می پرسد، کہ فلان چیز کہ خوردی چون بود، سبک بودی
 و یا گران بودی، جوابت چون بود از آن طبیب اندرون خبر دہد، کہ طبیب بیرون

۱۔ فتوی، دفتر اول، عنوان، دل نہادن مرد عرب بر التماس الخ

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	من گنج نیلج در بالا و پست
بر زمین و آسمان و عرش نیز	من گنج این یقین دان ای عزیز
در دل مومن بہ گنج اسے عجب	گر مرا جوئی ہر آن دلہا طلب

۲۔ اپنے دل سے فتویٰ لو، اگرچہ مفتی لوگ فتویٰ دیتے ہیں محدثین حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا

افلک الناس و افتوک و المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف ہمزہ

بدان حکم کند، پس اصل طبیب اندرون است (و آن مزاج اوست) چون این طبیب اندرون
 ضعیف شود و مزاج فاسد شود از ضعف همه چیز بار العکس بیند و نشانه های کثرت و شکر را
 تلخ گوید و سر که را شیرین، پس محتاج شدیم لطیب بیرون که او را مدد دهد تا مزاج برقرار
 اول آید، بعد از آن او باز لطیب خود نماید و از فتوی می ستاند همچنین مزاجی هست آدمی
 را از روی معنی چون آن ضعیف شود و حواس باطنه او هر چه بیند و هر چه گوید همه برخلاف باشد
 پس انبیاء و اولیاء طبیبانند او را مدد کنند تا مزاجش مستقیم گردد، و دل و دینش قوت گیرد که
 اسرار کائنات را دریابد

آدمی عظیم چیز است، دردی همه چیز مکتوب است، حجب و ظلمات نمی گذارد که او
 آن علم را در خود بخواند، حجب و ظلمات این مشغولیه های گوناگون است، و تدبیرهای گوناگون
 دنیا و آرزوهای گوناگون با این همه که در ظلمات است و محجوب است، و باست هم چیز
 می خواند و از آن واقف است، بنگر که چون این ظلمات و پرده ها و حجب برخیزد چه سان
 واقف گردد و از خود چه علمها پیدا کند، آخر این حرفها از خیاطی و بنائی و نجاری و درودگری
 و زرگری و علم نجوم و طب و غیره و انواع حرفه های مایه و کما یحیی از درون آدمی پیدا
 شده است، از سنگ و گل و خ پیدانشده، آنکس می گویند از علم آدمی را تعلیم داد و مرده را زنده
 گور کردن، آن هم از عکس آدمی بود بر مرغ زده، تقاضای آدمی او را بر آن داشت آخر
 حیوان جزو آدمی است، جز کل را چنان آموزد، بچنانکس آدمی خواهد که بدست چپ نبولید
 قلم بدست گیرد اگر چه دل قومیت ابا دست در نبشتن می لرزد و دست با مردل نبولید
 امیر گفت که مولانا دایم سخنان عظیم و عالی می فرماید، فرمود که سخن منقطع نیست

له حاشیه او پر گذر چکا

از آن کسی که اہل سخن است دامن سخن بوی می رسد و سخن بوی مصلحت، در زمستان اگر
درختان برگ در بند ہوتا بیندازند کہ در کار نیستند ایشان دامنادر کارند،

زمستان ہنگام خلست تابستان ہنگام خرچست، خرچ را ہمہ بیند ہمہ دخل را نہ بیند
چنانک شخصے مہمانی کند، و خرچہا کند این را ہمہ بیند، اما آن دخل را کہ اندک اندک بمع
کرده بود، آن را نہ بیند و نہ داند کہ اہل دخل است، کہ خرچ از دخل می آید، مارا با آنکس کہ اتصا
باشد، و مہدم باوے در تخم، در خوشی و در غیبت و در حضور، ہلک در جنگ ہم ہمیم و آئینہ ایم
اگر چہ مشت بر ہمہ گری می زنیم، باوے در تخم، و یگانہ ایم، و تسلیم آزمشت مبین در آن مشت مویز باشد
باورنی کنی، باز کن و بین، چہ جای مویز کہ جای گوہر ہائے عزیز آخر دیگران از دقات و رقی
و معارف می گویند از نظم و نثر، اینک میل امیر این طرفست و با ما است، از روی معارف
و دقات و موخطہ نیست، چون در ہمہ جایہا ازین جنس بہت و کم نیست پس اینکہ مراد دوست
می دارد و میل می کند، این غیر آنہا است، و چیزے دیگر می بیند، و درای آنکہ از دیگران دینہ
روشنائی دیگر می یابد،

آورده اند کہ پادشاہی مجنون را حاضر کرد، کہ ترا چہ بودہ است و چہ افتادہ است کہ خود را
رسوا کردی و از خان و مان برآمدی و خراب و فنا گشتی، لیلی چہ باشد و چہ خوبی دارد بیا تا ترا
خوبان و لغزان نام و فدائے تو کنم و بتو بخشم چون حاضر کردند مجنون را در حال خوبان در جلوہ
آمدند مجنون سرفرو افگندہ بود و بر خود می نگرست پادشاہ فرمود آخر سر بر گیر و نظر کن، گفت
می ترسم عشق لیلی تمشیر کشیدہ است، اگر سر بردارم سرم بیندازد، عسرق عشق لیلی،
آخر چنان گشتہ بود پروای دیگرے نہ داشت نظر بر غیر لیلی اورا تمشیر قاتل بود آخر دیگران
را چشم و رخ دلب دینی بود آخر در دسے چہ دیدہ بود کہ بدان ساکن گشتہ بود،

فصل

مولانا امیر را فرمودشتا قیم، الا چون می دانیم که شما بمصالح خلق مشغولید، زحمت دو
 میداریم، امیر گفت این بر ما واجب بود، و بهشت برخاست، بعد ازین بخدمت آیم، مولانا فرمود
 که فرقی نیست همه یکسیت شمارا آن لطیف هست که همه یکے باشد از زحمتهای چونید لیکن چون
 می دانیم که امروز شما ید که بخیرات و حسنات مشغولید، لاجرم رجوع لیشامی کنیم، این ساعت
 بحث درین می کردیم که اگر مردی را عیالست و دیگری را نیست از وی بر بند و بوی می دهند
 اهل ظاهری گویند که از معیل می بری و غیر معیل می دهی، چون بگری خود معیل اد نیست، در
 تحقیق، پنچان که اهل دلی را گوهری باشد (برای مصلحت پنهانی) شخصی را بزند و بینی و دہان
 و سر بشکند همه گویند که مضروب مظلومست، اما تحقیق مظلوم زنده است و آن سر شکسته ظالم
 چون این زنده صاحب گوهر است و متملک حق کرده او کرده حق بود خدا را ظالم نگویند
 پنچان که مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم می گشت و خون می ریخت و غارت می کرد، و با اینهمه ظالم
 ایشان بودند و او مظلوم، مثلاً مغربی در مغرب مقیمست و صاحب گوهر است و مشرقی بمغرب آمد
 غریب آن مغربست، اما این چه غریب که از مشرق آمد، چون همه عالم خانه میش نیست ازین

لے شوی، دفتر اول، عنوان، جواب گفتن علی علیہ السلام، انہ سے

من چون تنغم دان زنده آفتاب	ما ریت اذ ریت در حراب
من چون تنغم پر گهر بے وصال	زنده گردانم نہ کشته در قتال
سایہ ام من کے جدا یم ز آفتاب	حاجم من نیستم اورا حجاب

گوشہ بدان گوشہ رفت آخر ہم درین خانه هست اما آن مغربی کہ آن گوہر دارد از سیر و نمان
آمدہ است غریب است آخری گویند کہ اسلام بد اُغیا بیگ نہ گفت کہ المستی
بد اُغیا بیگ،

ہمچنان کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چون شکستہ شد مظلوم بود و چون شکست ہم مظلوم بود
زیرا در ہر دو حالت حق او بود و مظلوم آن است کہ حق بدست او باشد مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ
وسلم دل بسوخت بر اسیران حق تعالی برای خاطر رسول وحی فرستاد کہ بگو ایشان را درین
حالت کہ شما در بند و زنجیرید اگر نیت خیر کنید حق تعالی شما را برہاند و آنچہ رفتہ است بشمار باز
و بد و اضعاف آن زعفران و زعفران در آخرت دو گنج یکے آن کہ شمارفت و دیگر گنج آخرت
امیر سوال کرد کہ چون بندہ عمل کرد آن توفیق خیر از عمل می خیزد یا عطای حقست فرمود
کہ عطای حقست و توفیق حقست اما حق تعالی از غایت لطفت بہ بندہ اضافت می کند ہر دور
و می فرماید کہ ہر دور است جنائے بما کأنوا یصلون گفت چون خدای را ازین لطفت
پس ہر کہ طلب حقیقی کند بیاید فرمود و لیکن بی سالار نشود و ہمچنان کہ موسی را علیہ السلام چون
مطیع بودند و دریا را ہا پیدا می شد و گرد از دریا بر آمد و بر می گذشتند اما چون مخالفت آغاز
کردند در فلان بیابان چہل سال ماندند کہ فرمود اسراجین سنۃ یتیمون فی الاسرار
و سالار آن زبان در بند اصلاح ایشان باشد تا سالار بیند کہ در بند اویند و مطیع و فرمان بردار
مثلاً چندین سپاہی در خدمت امیر چون مطیع و فرمان بردار باشند او نیز عقل و درکار ایشان
صرف کند و در بند اصلاح ایشان باشد اما چون مطیع نباشند کی در تدارک ایشان کوشد و

لے اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی، حدیث صحیح ان الفاظ میں آئی ہے بدو الاسلام غیر مبائسہ جو کچھ کیا اس کا بدلہ (احسان)

ع ۲۳۰ ج ۳۰ چالیس سال تک زمین میں بھٹکتے رہے، (مائدہ، ع ۴۷)

عقل خود را صرف کند،

بدانکہ عقل در تن آدمی همچون امیرلسیت مدام کہ رعایا سے تن مطیع او باشد ہمہ کار با
 باصلاح باشد اما چون مطیع نباشد ہمہ بفساد آید تنی بینی کہ چون مستی می آید، خمر خورده ازین دست
 و پا و زبان رعایای وجود چه فساد ہا بر می آید روزی دیگر بعد از ہشیاری می گوید کہ چہ کردم
 و چرا زدم! و چرا دشنام دادم! پس وقتے کار با باصلاح باشد کہ در آن دہ سالاری باشد
 ایشان مطیع باشند اکنون عقل وقتی اندیشہ اصلاح رعایای آن اعضا کند کہ بفرمان او باشند مثلاً
 فکر کرد کہ بروم وقتی فکر کند کہ پای بفرمان او باشد و الا این فکر نہ کند اکنون همچنان کہ عقل
 در میان تن امیرست، این وجود ہائی دیگر کہ خلقند، ایشان نیز جملہ با عقل و دانش و نظر و علم
 خود نسبت بآن ولی، جملگی تن صرفند، و عقل اوست در میان ایشان، اکنون آن خلق کہ تمند،
 مطیع آن ولی نباشند احوال ایشان ہموارہ در پریشانی و پشیمانی گذرد، اکنون چون مطیع نشوند
 چنان باید شدن کہ ہر چہ او کند مطیع باشند و عقل خود رجوع نکند زیر آستاید کہ عقل خود آن را
 فہم نہ کنند باید کہ او را مطیع باشند بکلی همچنان کہ کودکی را در دوکان خیاطی نشانند و او را
 علی اکمال مطیع استاد باید بودن اگر شکل وہ کہ بدوز شکل دوز و اگر شلال دہد شلال دوز و
 اگر خواہد کہ پیشہ بیاموزد، تصرف خود را بکلی نہ بکند، و محکوم امر استاد شود امید داریم از حق تعالی
 کہ حالتی پدید آرد کہ آن عنایت اوست و آن بالای صد ہزار جہد و کوشش است کہ
 لیلۃ القدر، خیر من الٰف شمر این سخن و آن سخن بکسیت کہ جذبہ من
 جذبات الحق خیر من عبادۃ المقلین یعنی چون عنایت بیاید کار صد ہزار کوشش کند

۱۰ شب قدر ہزار مینویج بہتر ہے " (سورہ قدر) ۱۰ ذات حق کی ایک کش و دونوں جہان کی عبادتوں بہتر ہے " سپہ سالار

۱۱ من اس قول کو حدیث نبوی کی حیثیت پیش کیا ہے جامی لغات الانس میں اسے ابو القاسم نصر آبادی کی جانب منسوب کیا ہے،
 (ذکر ابراہیم اوسم)

و افزون کوشش خوب و مفید است، اما پیش عنایت چه باشد،

پروانه پر سید که عنایت کوشش و به گفت چراند چون عنایت بیاید کوشش ہم بیاید،
عیسی علیہ السلام چه کوشش کرد کہ در مہد گفت اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ اِنِّی الْکَلْبُ یحییٰ علیہ السلام ہنوز و
شکم مادر بود کہ وصف آدمی کرد،

گفت محمد رسول اللہ را بے کوشش شد فرمود اَمِنْ شَیْخِ اللّٰہِ صَدِّیْقِ اللّٰہِ سَلَامٌ
اول فضیلت چون افضالت بیداری درو آید، آن فضل حقست و عطای محض است
والا چرا آن یاران دیگر را نشد کہ قرین او بودند، بعد از آن فضل و جزا بچنان کہ ستارہ آتش
جست او لش عطا است، اما چون پنبہ نہادی و آن ستارہ را می پرورد افزون می کنی بعد
ازین فضل و جزا است آدمی در اول و ہمت خورد دست و ضعیف کہ خلق اکالسان ضعیفا
بچنان کہ اول از آهن و سنگ و رجامہ سوختہ درختی بچہد اول ضعیفست اما آن آتش
ضعیف را پرورد عالمی و دہانی را بسوزاند و آن آتش خرد بزرگ و عظیم شود کہ اَللّٰہُ عَلٰی خَلْقِ عَظِیْمٌ
گفتم مولانا شمار عظیم دوست می دارد فرمود کہ فی آدن من بقدر دوستیت و فی گفتن
من انچ می آیدی گویم اگر خدا خواهد این اندک سخن را نافع کند، و آن را در اندرون سینہ
شما قائم دارد، و نفعهای عظیم کند و اگر نخواہد صد ہزار سخن گفتہ گیر، ہیچ در دل قرار نگیرد ہمہ بگذرد
و فراموش شود، بچنان کہ ستارہ آتش برجامہ سوختہ افتاد، اگر حق خواہد، همان یک ستارہ بگردد

لے مثنوی و فرسوم، عنوان مٹا کردن ہاروت و ماروت مقام بشریت،

جز عنایت کہ کشاید چشم را جز محبت کہ نشاند خشم را

جہد بے توفیق جان کندن بود زار ز نے کم گر چہ صد خرمن بود

لے مین خدا کا بندہ ہون میرے اور کتاب اتری ہو، (میر ع ۶) کہ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا، (نصوحۃ)
لے انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے، (نصار ع ۵) ہے بیشک تمہارا خلق اعلیٰ درجہ کا ہے، (قلم، ع ۱۱)

و بزرگ شود و اگر نہ خواهد صد ستاره بدان سوخته برسد و نماند و هیچ اثر نکند و اللہ جنود
 السموات و الارض این سخنہا ہم سپاہ حقند، قلہما را بدستوری حق بکشایند، و بگيرند، اگر بفرمایند
 چندین ہزار سوار برودید بفلان قلعه و روی بنمایند اما بگيرید چہن کنتہ و اگر یک سوار را بفرمایند کہ
 بگير آن قلعه را بہمان یک سوار بکشاید و بگيرد، پشہ را بر فرود بگمارد و دہلاکش کند، چنانکہ می گوید
 استوی عند العارف الدانی والدنیاء والاسماء، اگر حق تعالی برکت
 دهد و در انقی کار صد ہزار دینار کند، و اگر از ہزار دینار برکت برگیرد و کار دانی نکند، و چہن
 اگر گریہ برکت گمارد و دہلاک کند، چون پشہ فرود را و اگر خواہد شیر را مرکب درویشان کند
 و از ہم ایشان می لرزد، چنانکہ بعضی از درویشان بر شیر سوار می شوند و چنانکہ آتش برابر ہم
 علیہ الصلوٰۃ والسلام برو سلام شد و سبزہ و گلزار گشت، چون دستوری حق نبود کہ
 اورا بسوزاند،

فی الجملہ چون ایشان دانستند کہ ہمہ از حقست، پیش ایشان ہمہ یکسان شد از حق
 امید داریم کہ شما این سخنہا را ہم از اندرون خود بشنوید، کہ مفید آن ست، اگر ہزار دزد بیرون
 در را نتواند باز کردن تا از اندرون دزدی یار ایشان نباشد کہ از اندرون باز کند، ہزار
 سخن از بیرون بگوئی تا از اندرون مصدق نباشد سودندار و ہمچنان کہ درختی را تا درخت او تری
 نباشد، اگر ہزار سیلاب بر دریزی سودندار د، اول درخت او تری بیاید تا آن
 بداد شود، بیت،

نور اگر صد ہزار می بیند، جز کہ بر اصل نور نشیند

اگر ہمہ عالم نور گیر و تا در چشم نوری نباشد ہرگز آن نور را نبیند،

لے آسمان و زمین میں خدا ہی کے لشکر میں، (فتح ع ۱)

اکنون اصل آن قابلیت است که در نفس است نفس دیگر است، و روح دیگر،
 نمی بینی که نفس در خواب کجا می رود، و روح در تن است، اما این نفس می گردد، و چیزی
 دیگر می شود پس آنچ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ گفت، مَن عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ سَائِرَهُ
 این نفس را گفت، روح را نگفت، و اگر گوئیم که این نفس را گفت هم خود کاری نیست و اگر
 آن نفس را شرح دهیم او همین نفس را خواهد فهم کرد و چون بخواه آن نفس را بینداند، مثلاً آئینه کوچه
 در دست گرفته اگر در آئینه نیک و بد و یا خورد و بزرگ نماید آن باشد بگفتن محال است، که
 فهم شود و گفت همین قدر باشد که درو خاری پدید آید که بیرون آن که مای بیتم عالمی هست
 تا بطمیم این دنیا و خوشیها که در دست نصیب حیوانیت آدمی است، این همه قوت حیوانیت
 آدمی کند و آنچه اصل است که انسان است در کمالش است، آخر می گوید که الْإِنْسَانُ
 حَيَوَانٌ نَاطِقٌ پس آدمی و چیز است آنچه درین عالم قوت حیوانیت اوست شہوت
 و آرزو با اما آنچه خلاصه اوست غذای آن علم و حکمت و دیدار حقست، آدمی را آنچه حیوانیتش
 هست از حق گریزان است و انسانیتش از دنیا گریزان نیست کَافِرٌ وَمُتَكَبِّرٌ مِّنْ عِلْمِ تَوْحِيدِ اللَّهِ وَهُوَ
 درین وجود در جنگند،

«تا بخت کرا بود کرا و او دوست»،

درین شک نیست که این عالم بی است و جادوت را بجهل و اچرامی گویند زیرا که همه
 منجمند این سنگ و کوه و این جامه که پوشیده وجود همه منجمد است اگر نه دی هست، عالم چرا
 منجمد است عالم معنی بسیط است در نظر نیاید اما تاثیر توان دانستن، که با دسر مایه هست،

لے حاشیہ او پر گذر چکا لے پس تم ہی مین کافر بھی مین، اور تم ہی مین مومن

بھی، «تغابن، ع ۱۱»

این عالم همه چون فصل و سست که همه منجدند اما عقلی نه و حسّی چون آن هوای الهی
 بیاید کوه را گداختن گیرد عالم آب شود همچنان که چون گرمای تیز بیاید همه منجدان در گدازند
 روز قیامت چون آن هوا بتاید همه بگدازند حق تعالی این کلمات را لشکر با کند گردشها تا از
 اعداد شمار اسد شود و سبب قهر اعدا باشد یعنی اعدای اندرون، آخر اعدای بیرون چیزی
 نیستند چه چیز باشند؟ یعنی چندین هزار کافر اسیر یک کافرند که پادشاه ایشان است و آن
 کافر اسیر اندیشه پس دانستم که کار اندیشه دارد چون بیک اندیشه ضعیف مگر چندین هزار
 خلق و عالم اسیرند آنجا که اندیشه های بی پایان باشد بگر که آرزای عظمت و شکوه باشد و چگونه
 قهر اعدا کنند و چه عالم با مسخر کنند چون می بینم معین که صد هزار صورت بی حد و سپاه بی پایان
 صحرا و صحرا اسیر شخصی اند و آن شخص اسیر اندیشه حقیر پس این همه اسیر یک اندیشه باشد
 تا اندیشه های بی پایان عظیم خطر قدسی و علوی چون باشند پس دانستم که کار اندیشه ها دارند
 صورت همه تابعند و اکتند و بی اندیشه معطلند و جامه اند پس آنک صورت پیدا و نیز جامه باشد و
 در معنی راه ندارد و طفلست و نابالغ اگر چه بصورت پیر است و صد ساله است

سجنان من الجهاد الاصحاحی بالجهاد الاکبر یعنی بانفس مصاف کردن جهاد اکبر است
 در جنگ صورتها بودیم و خصمان صوری مصاف می کردیم این ساعت بکشکرها های اندیشه مصاف
 می زنیم تا اندیشه های نیک اندیشه های بد را بشکند و از ولایت تن بیرون کند پس اکبر این
 جهاد باشد و این مصاف اکنون کار فکر دارد و که بی واسطه تن در کارند همچنان که عقل فعال

یعنی هم چو بجهاد است لوط که بجهاد کی طری، آنگه شنوی، و فزاول عنوان تنسیر سجنان من الجهاد الاصحاحی

چونکه دانستم زیکار بدون دوسه آوردم به پیکار درون

قدس سجنان من جهاد اصغیر بامنی اندر جهاد اکبریم

بی آلت چرخ رومی گرداند، آخری گوید که آلت محتاج نیست، بیت،
تو جوهری و هر دو جهان مر ترا عرض گوهر که از عرض طلبی هست ناپند

چون عرضست بر عرض نباید ماندن، زیرا این جوهر چون نافه مشک است، و این
عالم و خوشیهای او همچو بوی مشک این بوی مشک نماند، زیرا عرضست، هر که ازین
بوی مشک را طلبید، و بر بوی قانع نشد، نیکست، اما هر که بر بوی مشک قرار گرفت، آن
بدست نیز اوست چیزی زده است که آن در دست او نماند، بوی صفت مشکست، چند آنکه مشک را
روی درین عالمست، بوی می رسد، چون در حجاب رود، و روی در عالم دیگر آرد، آنها که
به بوی زنده بودند بمیرند، زیرا بوی ملازم شکست، آنجا رود که مشک جلوه می کند پس نیک نخت
آنست که از بوی بر روی رسد، و عین او شود، بعد از آن او را فنا نماند، و در عین ذات مشک
باقی باشد، و حکم مشک گیرد، بعد از آن او خود به عالم بوی برساند، و عالم از وی زنده باشند و
بر و از آنچه بود جز نامی نه ماند، همچنان که حیوانی در نمکساز نمک شده باشد، بر و از حیوانی جز
نام نمده باشد، همان دریای نمک باشد، و در فصل و در تاثیر، آن اسم او را چه زیان دارد، از
نمکیش بدون نخواهد کردن، و اگر این کان نمک را نام دیگر نهی از نمکی بیرون نیاید،
پس آدمی را ازین خوشیها و لطفها که بر تو و عکس حقست بیاید گذشتن و بدین قدر
نباید قانع شدن، هر چند این قدر هم از لطف حقست، و پر تو جمال اوست، اما نسبت به ما باقی
نسبت نسبت بحق باقیست، و نسبت بخلق فانیست، چون شعاع آفتاب که در خانه می تابد
له شوی دفتر دوم عنوان گمان بدون کار و اینان، الخ

گر میان مشک تن را جاشود روز مردن کند با پیدا شود

مشک را بر تن مزین بر دل بال مشک چه بود اسم پاک ذوالجلال

له شوی دفتر دوم، عنوان، آفت تا خیر خیرات به فردا است
آن خری و مردگی یکسو نهاد، در نمکساز را از خمر مرده فتاد

ہر چند کہ شمع آفتاب است و نور است، اما ملازم آفتاب است، چون آفتاب غروب کند،
 روشنائی نماند، پس آفتاب باید شدن، تا خوف جدائی نماند، اصل باخت است و شناخت
 بعضی را داد و عطا بہت اما شناخت نیست و بعضی را شناخت بہت، اما باخت نیست اما
 چون این ہر دو باشد، عظیم موفق کسے بود، انجمن کس بی نظیر باشد، نظیر این مثلاً مرے را ہیرو
 امانید اند کہ این را بہت یا بی را بہت میر و علی الہی بوک آواز خرد سی یا نشان آبادانی پید
 آید، کو این، و کو آن کہ را بہر امید اند، و میر و د، محتاج نشان نیست، کار او دار و پس سخت
 و رای ہمہ است،

فصل

اللیل طویل فلا تقصہ، ہنامک و الہفاس مضی فلا تکد سہا با نامک
 شب دراز است از بہر راز گفتن، و حاجات خواستن، بی تشویش خلق و بی زحمت دوستان
 و دشمنان خلوت و سلوت حاصل شدہ، و حق تعالی پر دہ فرو کشیدہ، تا عملہا از ریامصون و
 محروس باشد خالصاً للہ تعالیٰ، و در شب نیز مرد ریائی از مخلص پیدا شود، شب ہمہ چیز با مستور
 شوند بروز رسوا شوند، مرد ریائی شب رسوا شود، گوید چون کسی بیدار، از بہر کہ کم می گویندش
 کسی می بیند و لیکن تو کسی نیستی تا کسی را بینی، آنکس کہ می بیند ہمہ کسان در قبضہ قدرت ویند
 و بوقت در ماندگی اورامی خوانند، و بوقت در دزدان و در دگوش و در چشم و ہمت و خوف
 ہمہ اورا خوانند، و بر و اعتماد دارند، کہ می شنود و حاجت ایشان روا خواہد کردن و پنهان قدم
 می دہند از بہر دفع ہلاک او صحت رنجورے را، و اعتماد دارند

کہ آن دادن صدقہ را قبول می کند چون صحت نشان داد و فراغت آمد، از ایشان آن
 یقین باز گرفت و خیال اندیشی باز آمد، می گویند خداوند آن چه حالت بود که بصدق ترا می خواندم
 در آن کجج زندان، با هزار قل هو اللہ بالا بہ وزاری بے ملالت، کہ حاجات روا کردی،
 اکنون با بیرون زندان همچنان محتاجیم، کہ اندرون زندان بودیم، تا مارا ازین زندان عالم
 ظلماتی بیرون آوری، بعالم انبیا کہ نورانیست در آری، اکنون مارا چرا بہمان اخلاص سیر
 زندان و بیرون حالت در دینی آید ہزار خیال فردمی آید کہ عجب فائدہ کند یا نکند و تا تیر
 این خیال ہزار کاہلی و ملالت می دہد آن یقین خیال سوز کو

خدای تعالی جواب می فرماید کا پنچہ گفتم نفس حیوانی شما عدد دست شمار اوبار اکالتی
 عَدُوِّی وَعَدُوِّی کُم اُولِیَاءُ ہمارہ این عدد را در زندان مجاہدہ دارید کہ چون او در زندان
 و در پنج و بلاست، اخلاص تو روی نماید و قوت گیرد، ہزار بار آزمودی کہ از پنج و زندان
 و از درد و سر و از خوف تن ترا اخلاص پدید آید چرا در بند رحمت تن گشتی و در تیار او مشغول شدی
 سر رشته را فراموش کنیدی، و پیوستہ نفس را بی مراد دارید، تا بلرادی ابدی برسید، و از زندان
 تاریکی خلاص یابید کہ دنیہی النفس عَنِ الْفُجُورِ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی

فصل

شیخ ابراہیم گفت کہ سیف الدین فرخ چون یکی را بزودی خود را با کسی مشغول کردی
 بجاکایت، تا ایشان را برونندی، و شفاعت کسی باین طریق و شیوہ پیش نرفتی،

لے میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بنانا، (دمتحنہ، ع، ۱)، لے جس نے نفس کو خواہش سے

روکا، پس جنت اس کا ٹھکانا ہے، (نارعات، ع، ۱)،

مولانا فرمود کہ ہرچہ در این عالم می بینی، در آن عالم ہم چنان است، بلکہ این ہا
ہمہ نمودج آن عالم اند، و ہرچہ درین عالم است، ہمہ از ان عالم آورده اندوان من شیء
الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم

طواقان بر سر طبلمائے ادویہ مختلف می ہند از ہر انبارے شستہ فلفل شستہ مصطلکی شستہ
انبارہائی نہایتند، لیکن در طبلمہ او پیش ازین نمی گنجد، پس آدمی بر مثال طوائف است یا دکان
عطارست، کہ در وی از خزانہ صفات حق شست و شست و پارہ پارہ در حقیقت و طبلمہا نہادہ اند
تا درین عالم تجارت میکنند لائق خود، از سمع پارہ، و از بصر پارہ، و از لطف پارہ، و از عقل پارہ
و از کرم پارہ، و از علم پارہ اکنون پس مروان طواقان حنند، طوائفی می کنند، و روز و شب طبلمہا
پر می کنند، و تو تھی می کنی، یا صنائع می کنی، یا بآن کسب می کنی روز تھی می کنی و شب باز پر می کنند
قوت می دهند، مثلاً و شتی چشم را می بینی در آن عالم وید ہاست و چشمہا بہت و نظر ہاست
مختلف از آن نمودجی بتوفر ستادہ اند، تا بدان تفرج عالم می کنی، وید این قدر نیست، لیکن
آدمی بیش ازین تحمل نکند و ان من شیء الا عندنا خزائنه این صفات ہم پیش ہاست
بی نہایت، بقدر معلوم بتوفر ستم پس تامل می کن کہ چندین ہزار خلیقہ کہ قرنہا بعد قرن آمدند
و ازین دریا پر شدند، و باز تھی شدند، بنگر کہ آن چہ انبارست اکنون ہر کرا بر آن دریا
و قوت بیشتر و ول او بر طبلمہ سر و تر،

پس پنداری کہ ہمہ عالم از ضرائحانہ بدر می آیند، و باز بدار الضرب رجوع می کنند، کہ
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ سَااجِدُونَ اِنَّا لِلّٰهِ یعنی جمیع اجزائی ما از آنجا آمدند، و نمودج

لے حاشیہ او پر گزر چکا، لے ایضاً لے بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں، اور اسی کی طرف
پلٹنے والے ہیں، (تقرع ۱۹)

آنجا اند و باز آنجا جمع می کنند از خرد و از بزرگ و از حیوانات اما درین طبقه زود ظاهر می شوند،
 و بی طبقه ظاهر نمی شوند، از آن است که آن عالم لطیفست، و در نظر نمی آید، چه عجب می آید،
 نه می بینی نسیم بهار را، چون ظاهر می شود در اشجار، و سبزه ها و گلزارها و دریا حین، جمال بهار را بواسطه
 اینها تفرج می کنی، و چون در نفس نسیم بهار بگری، هیچ از اینها نمی بینی، نه از آنست که دردی این
 تفرجها و گلزارها نیست، آخر نه اینها از پر تو اوست، بلکه در او موهماست از گلزارها و دریا حین
 لیکن موهما لطیفند، و در نظر نمی آیند، الا بواسطه از لطف پیدائی شوند چنین در آدمی نیز اوصافها
 نهانست، ظاهر نمی شود الا بواسطه اندرونی یا بیرونی، از گفت کسی، و آسیب کسی، جنگ
 کس و صلح کس پیدائی شود و صفات آدمی نمی بینی در خود تامل می کنی هیچ نمی بینی و خود را نمی بینی ازین صفات
 نه آن است که تو از آنچه بوده متغیر شده الاین باور تو نهانند بر مثال آب اند در دریا، از دریا بیرون نیایند الا بواسطه
 ابری، و ظاهر نه شوند الا بواسطه موج جوشیده باشد که از اندون تو ظاهر گردد و بواسطه بیرونی ولیکن مادام که دریا ساکت
 هیچ نمی بینی، و تن تو بر لب دریاست، و جان تو دریاست، نمی بینی در و هزار گونه ماران
 و ماهیان و مرغان و خلائق گوناگون و عجب بدر می آیند و خود را نمی نمایند، و باز بدر می روند،
 صفات تو مثل خشم و حسد و شهوت و غیره ازین دریا سر بر می آرند، پس گوئی صفات
 تو عاشقان حقند از لطیفی ایشان توان دیدن الا بواسطه جامه بعضی ازینان چون برهنه می
 شوند از غایت لطیفی در نظر نمی آیند،

فصل

در آدمی عشق و در دین و طلب و خافای و تقاضای هست، که اگر صد هزار عالم ملک
 شود او نیا ساید، و آرام نیابد، این خلق بتفصیل در هر حرفتی و هر پیشه و صنعت و منصب و تحصیل علوم

و نجوم وغیرہ می کوشند و بیچ آرام نمی گیرند زیرا کہ اینچ مقصود دست بدست نیامده، آخر معشوق
را دل آرام می گویند یعنی دل بد آرام یابد پس بغیر چون آرام و قرار گیرد، این جمله خوشیها و مقصودها
چون زو بانیت و چون پائهای زو بان، جای اقامت و باش نیست، از بهر عبور دست
خنک آنکس که زود تر بیدار و واقف گردد، تاراه دراز بر و کوتاه شود، و درین پائهای زو بان
عمر خود را ضائع نکند،

سوال کردند مغلان مال ہائے مرامی ستاند و ایشان نیز مارا گاہ گاہ مالہامی بخشید
عجب حکم آن چون باشد،

فرمود ہر چہ غفل بستاند بچنان ست، کہ در قبضہ و خزینہ حق در آمدہ است، بچنان کہ از
دریا کوزہ را دیاجنی را بیرون آری آن ملک تو گردد، ما دام کہ در کوزہ یا نخست، کس را
در آن تصرف نرسد و ہر کہ از آن خم بیرونی اذن تو غاصب باشد اما چون باز بدیاری بخشد
بجملہ حلال گردد، و از ملک تو بیرون آید پس مالی ما بر ایشان حرامست و مال ایشان
بر ما حلال،

کلاسہ بانی تہائی الاسلام^۱ و الجماعۃ^۲، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوشش و جمعیت نمود
کہ مجمع ارواح را اثر ہاست بزرگ و خطیر، در وحدت و تنہائی آن حاصل نہ شود، و سر
این کہ سجد ہ را نہادہ اند، آنست تا اہل محلہ آنجا جمع شوند تا رحمت و فائدہ افزون باشد،

۱۔ اسلام میں رہبانیت نہیں، حدیث معنی صحیح ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ سند نہیں ملی
مولانا نے مثنوی دفتر پنجم میں اس کی شرح ایک مستقل عنوان کے ماتحت کی ہے،

۲۔ جماعت رحمت ہے، حدیث بہ سند ضعیف (المقاصد الحسنہ، سخادی، حرف جیم، اور الفوائد الجویۃ

شوکانی، ص ۱۹۱)

و خانہ کے جدا گانہ برائے تفریقیت و ستر عیبها فائدہ آن ہمین مست و جامع را نهادند تا جمیع
اہل شہر آنجا باشند و کعبہ را واجب کردند تا اغلب خلق عالم از بلاد و اقایم آنجا جمع گردند
امیر گفت کہ مغلان اول درین ولایت آمدند عورت و برہنہ بودند، مرکوب ایشان
گاؤ بود، و سلاحستان چوبین بود، این زمان محشم و سیر گشتہ اند و اسپان تازی ہر چہ بہتر و
سلاحہامی خوب پیش ایشان است،

مولانا فرمود کہ اکن وقت کہ دل شکستہ و ضعیف بودند و قوت نداشتند خدا ایشان
را یاری داد و نیاز ایشان را قبول کرد و درین زمان کہ چنین محشم و قوی شدند، حق تعالی با
ضعف خلق ایشان را ہلاک کند، تا بداند کہ آن عنایت حق بود کہ عالم را گرفتند نہ بہ قوت
خود، اول ایشان در صحرائے بودند دور از خلق، بے نوا و مسکین و برہنہ و محتاج مگر بعضی
از ایشان بطریق تجارت بولایت خوارزم شاہ می آمدند و خرید و فروختہ می کردند و کرباس
می خریدند، بہت جائزہ خود خوارزم شاہ آن را منع کرد و تجارت ایشان را می فرمود کشتن و از ایشان
نیز خراج می ستد و باز رگامان را نمی گذشت کہ آنجا بروند تا آتا را ن دیار پیش باد شاہ
خود بضرع رفتند کہ ہلاک شدیم یا دشاہ از ایشان مہلت طلبید، درین غارے رفت، و
روزہ داشت خضوع و خشوع کرد و دینی پیش گرفت از حق تعالی ندا آمد کہ قبول کردم
تاری ترا، خروج کن ہر جا کہ روی منصور باشی آن بود کہ چون بدون آمد با حق منصور
شدند و عالم را گرفتند،

امیر گفت تا آنرا نیز خسر امقرست و می گویند کہ فردا بر غوی خواہد بودن و خوا
و حسانی البتہ روزے خواہد بودن،

مولانا فرمود کہ دروغ می گویند خواہند کہ خود را با مسلمانان مشارک کنند یعنی کہ با

نیز مقیم می و اینم، اشترے را گفتند از کجای آئی، گفت از حمام، گفتند از پاشنه ات
 پیدا است، اکنون اگر ایشان مقرر حشرند که علامت و نشان آن؛ این معاصی و ظلم
 و بدی همچون برهنه است و پنهان است، تو بر تو جمع گشته چون آفتاب انابت و
 پشیمانی و خبر آن جهان و ترس خدای در آید آن برهنه های معاصی جمله بگذرانند، همچنان که
 آفتاب برهنه و پنهان می گذرانند اگر بر فی و نجی بگوید، که من آفتاب را دیده ام، و آفتاب تلو
 بر من تافت و او بر قرار است هیچ عاقل آن را قبول نکند، چنانکه آفتاب تلو بتابد بر رخ نگار
 حق تعالی اگر چه وعده داده است که جزای نیک و بد روز قیامت خواهد بود و آن
 را مانع آن بقدر و در و ادب و مبدء و لمح و طبع میرسد اگر آدمی را شادی در دل می آید جز آن
 آنست که کسی را شاد کرده است و اگر غمگین می شود کسی را غمگین کرده است، آن از میان
 آن عالمست، و نمودار روز جزا است، تا بدین اندک آن بسیار را فهم کنند، چنانکه از انبار
 گندم منشی بنمایند،

مصطفی صلی الله علیه و سلم بآن عظمت و بزرگی که داشت شبیه دست او در و کرد الهام
 آمد که از تاثیر در دست عباس است که او را اسیر گرفته بود و با جمیع اسیران دست بسته
 اگر چه بستن یا مر حق بود، هم جزا رسید، تا بدانی که این قبضها و تیرگیها و ناخوشیها که بر تو می آید
 از تاثیر آزار و معصیت است که کرده، اگر چه تفصیل تر ایاد نیست اما از جزا بدان که کارها
 بد بسیار کرده که ترا معلوم نیست، که آن بدست از جهل یا از غفلت یا از غمگینی بی دینی
 که گناهان را بر تو آسان کرده است، که آن را گناه نمی دانی در جزای تو که چه قدر کثرت
 داری و چه قدر قبض داری، قطعاً قبض جزای معصیت است، و لبط جزای طاعت
 آخر مصطفی صلی الله علیه و سلم برای آنک انگشت می در انگشت خود بگردانید عتاب

له شوی دفتر پنجم، عنوان مثل آوردن اشترای
 آن یکمی گفت اشترای که است از کجای آئی لے اقبال ہے
 گفت از حمام گرم کھئے تو گفت خود پیداست از زلفی تو،

آمد که ترا برای بازی و تفریح نیافریدیم که افحسبتم انما خلقناکم عبثاً ازینجا
 قیاس کن روز در چه می گذرد و در خیر می گذرد و یا در شر و معصیت می گذرد و یا در طاعت موسی
 علیه السلام بخلق مشغول کرد و جهت مصیحت و خضر علیه السلام بکلی مشغول خود کرد مصطفی صلی الله
 علیه و سلم را اول بکلی مشغول خود کرد، بعد از آن امر کرد که خلق را دعوت کن نصیحت ده و صلاح
 کن مصطفی صلی الله علیه و سلم در فغان و زاری درآمد که آه یارب چه گناه کردم مرا از حضرت چرا
 می رانی من خلق را نخواهم حق تعالی گفت ای محمد اینچ غم نخور که ترا نگذا روم که بخلق مشغول
 شوی، در عین آن مشغولی بامن باشی، و یک سر موی از آنچ این ساعت بامنی، چون
 بخلق مشغول شوی هیچ از آن از تو کم نه گردد، در هر کاسی که در زمی در عین وصل باشی،
 سوال کردند که حکمای از بی، و آنچ حق تعالی تقدیر کرده است هیچ بگردد؟
 فرمود که حق تعالی اینچ حکم کرده است در ازل که بدی را بدی باشد و نیکی را نیکی آن
 حکم هرگز نگردد، زیرا که حق تعالی حکیم است گنگوید بدی کن تا نیکی یابی، هرگز کسی گندم کاردد
 جو بر دارد و یا جو کاردد و گندم بر دارد، این ممکن نباشد و همه انبیاء و اولیاء چنین گفته اند که جزا
 نیکی نیست، و جزای بدی بدست، که فمن یعمل مثقال ذرّة خیراً یراه و ممن یعمل مثقال
 ذرّة شراً یراه اگر از حکم از لی آن می خواهی که گفتیم و شرح کردیم هرگز آن نگردد، و معاذ الله
 و اگر این میخواهی که جزای نیکی و بدی کم و افزون شود و بگردد، چند آنکه نیکی بیش کنی نیکبای پیش آید
 و چند آنکه ظلم بیش کنی بدیهای پیش آید، این بگردد اما اصل حکم نگردد،

امیر سوال کرد که ما می بینیم که شقی سعید می شود و سعید شقی می شود،

فرمود آخر آن شقی نیکی کرد یا نیکی اندیشید که سعید شد، و آن سعید که شقی شد بدی اندیشید،

له کیا تم اس خیال میں ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کر دیا ہے، (مومنون ۶۴) ۲ حاشیہ اوپر گذر چکا،

پہچان کہ ابلیس و رحق آدم اعتراض کرو کہ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ، بعد
از آن کہ استاد ملائکہ بود ملعون ابد گشت و راندہ در گاہ مانیز ہمچنین می گوئیم کہ جزای نیکی
نیکبست و جزای بدی بدبست پس آن کسی کہ در ازل از سعد اینود شقی گردد، همچو ابلیس، و
نمود بانہ مومن کہ کافر گردد، ہرگز از سعد اینا شد و بسیکن آن کہ در ازل سعیدست، اگرچہ
کافرست مومن گردد،

پس امیر سوال کرد یکی نذر کرد کہ روزی روزہ دارم اگر آن را بشکند کفارت
باشد یا نہ،

فرمود کہ در مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ بیک قول کفارت باشد جبہ آنکہ نذر را مین میگرد
و ہر کہ مین را بشکند بر او کفارت باشد، اما پیش ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نذر بمعنی مین نیست پس
کفارت نباشد و نذر بر دو وجہست، یکی مطلق و یکی مقید، مطلق آن است کہ گوید عَلٰی اَنْ اَصُومَ
یَوْمًا، مقید آنست کہ گوید عَلٰی کَذَا اِنْ جَاءَ فَلَنْ کُفْتُ سِکْرًا خَمْرًا گم شدہ
بود سہ روز روزہ داشت بہ نیت آنکہ خسر خود را بیابد بعد از سہ روز خمر را مردہ یافت
برنجید و از سر بخش روی بر آسمان کرد و گفت کہ اگر عوض این سہ روزہ کہ دادم بخش
از رمضان نخورم مرد نباشم از من صرفہ خواہی بردن،

یکی سوال کرد کہ معنی التحیات چیست و الصلوات و الطیبات،

جواب فرمود یعنی این پرستشہا و خدمتہا و بندگیہا ہمہ بخشش و ملک حقست زیرا کہ
اگر حق ما را صحت ندہد این پرستشہا و فراغتہا ہم از ما نیاید، و بدان ما را فراغت نباشد پس
حقیقت شد کہ صلوات و طیبات و تحیات لہ است از آن مانیت، ہمہ از آن اوست

لے "مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے" (اعراف، ع ۲)

و ملک اوست همچنان کہ در فصل بهار خلقان زراعت می کنند و بصر ابرون آیند و سفرها کنند
و عمارت ها کنند این همه بخشش و عطای بهار است و اگر نه ایشان همه چنان که بودند محبوبان
و غارها بودند پس حقیقت آن زراعت و تفرج و تنعم همه از آن بهار است و
ولی نعمت اوست،

مردم را نظر با سبب است و کارها را از آن اسباب می دانند اما پیش او لیکن
گفت شده است که اسباب پرده پیش نیست تا سبب را بینند و بدانند که پرده طلسمی نیست
همچنان که کسی از پس پرده سخن میگوید، پندارند که پرده سخن میگوید و ندانند که پرده بکار نیست
و حجاب است چون او از پس پرده برون آید معلوم شود که پرده بهانه بود، او لیکن حق
برون اسباب کارها دیده اند که گزارده شد و برآمد همچنان که از کوه اشتر برآمد و عصای
موسی تبیان شد، و از سنگ خار ادد از ده چشمه روان شد و همچنان که مصطفی صلی الله علیه و سلم
ماه را بے آلت با شارت بشگافت، و همچنان که آدم علیه السلام بی پدر و مادر در وجود آمد
و عیسی علیه السلام بی پدر، و برای ابراهیم علیه السلام از نار گلزار است، و همچنین الی مالا یتناه
پس چون این را دیدند و دانستند که اسباب بهانه کار سازد گریست، اسباب جزو پوئی
نیست، تا عوام بآن مشغول شوند، ذکر یار علیه السلام حق تعالی وعده کرد که ترا فرزند خواهم
دادن، او فریاد کرد که من پیرم و زن پیر و آلت شهوتم ضعیف شده است و زن بجالتی

له متنوی دفترهم، عنوان بیان آنکه مور کے بر کاغذ می رفت انج سے

صورت آمد چون لباس چون عصا،	جزیه عقل و جان نه جند نقشها،
یک زمان لادوی عنایت بر کند	عقل زیرک ابلهها می کند
یخبر بود آن که در عقل و فوا و	بے ز تعلیب خدا باشد حجاد

رسیده است که امکان حمل نیست یارب از چنین زن فرزند چون شود قال سب انی یکن
فی غلام و کانت امی عاقا اوقد بلغنی الکبریٰ الایتم

جواب آمد گنه بان ای زکریا باز سر رشته گم کردی صد هزار بار تو نمودم که
کار با برون اسباب است آنرا فراموش کردی نمیدانی که اسباب بهانه است من مقام
که درین نقطه در پیش نظر تو صد هزار فرزند از تو پیدا کنم بی زن و بی حل بلکه اگر اشارت
کنم عالم در عالم خلق پیدا شوند تمام و بالغ و دانا تر از نبی مآورد و پدر در عالم ارواح هست کردم
و از من بر تو لطفها و عنایتها سابق بود پیش از آن که درین وجود آئی آنرا چرا فراموش میکنی
احوال انبیاء و اولیاء و صالحین نیک و بد علی قدر مراتبهم و جوهر هم مثال
آنست که غلامان را از کافرستان بولایت مسلمانان می آورند و می فروشند بعضی را پنج ساله
می آرند و بعضی را ده ساله و بعضی را پانزده ساله آن را که طفل آورده
باشند چون سالهای بسیار در میان مسلمانان پرورده شود و پیر شود احوال آن ولایت را
بکلی فراموش کند هیچ از آنش اثری یاد نباشد و چون پاره بزرگ تر باشند اندکیش یاد آید
و چون قومی بزرگتر باشند بیشترش یاد باشد همچنین ارواح در آن عالم در حضرت حق بودند که
اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ وَ اُولٰٓئِکَ اَتَوَاتٰوْا بِلٰی و غذا و قوت ایشان کلام حق بودی بی حرف و بی صوت چون
بعضی را لطفی آوردند چون آن کلام را بشنود، از آن احوال یاد نیاید، و خود را از آن
کلام بیگانه بیند و آن فریق محو باشند که در کفر و ضلالت بکلی فرو رفته اند، و بعضی را پاره یاد می آید
و جوش و بوش آن طرف در ایشان سر می کند، و آن مومنانند، و بعضی چون آن کلام بشنوند

لے عرض کی لے پروردگار میرے کیونکر اولاد ہوگی، میری بیوی عقیم ہے، اور میں بوڑھا ہو چکا،

(آل عمران ع ۴۱) لے کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ عرض کیا کہ ضرور ہیں، (اعراف ع ۲۲)

آن حالت در نظر ایشان چنانکہ در قدیم بود پیدمی آید و حجاب با یکی برداشته می شود و در آن صل
می پیوندد و آنها انبیا و اولیاد اند،

وصیت منکم یا ران را کہ چون شمارا و دسان معنی در باطن روی نمایند و اسرار کشف
گردد، ان آنرا با بخار مگوئید و شرح مکنید و این سخن ما را کہ می شنوید، بہر کس مگوئید
کہ لا تظلموا الحکمۃ غیوہا لہا فتظلموہا ولا تمنعوا ہا عن ہلہا فتظلموہا ہم ترا اگر شاہی و یا
مشتوقہ بدست آید و در خانہ تو پنهان شود و بگوید کہ مرا کس منہائی کہ من از آن توام، ہرگز روا
بود و سزد کہ اورا در بازار ہا گردانی و بہر کس را گوئی کہ بیا این را بین، آن معشوقہ را ہرگز این
خوش آید، از تو برو و دروے پنهان کند و خشم گیرد و حق تعالیٰ این سخن را بر ایشان حرام
کرده است،

بچنان کہ اہل دوزخ با اہل بہشت افغان کنند کہ آخر کو کرم شما از آن عطا ہا و بخششا
کہ حق تعالیٰ بشما کردہ است، از دروے صدقہ و بندہ نوازی بر ما نیز اگر چیزے ریزید و
ایشان کنیز، چہ شود،

وللارض من کائن الکلام نصیب

کہ ما درین آتش می سوزیم و عی گداییم از ان میوہ و یا از ان آبہای زلال قطرہ
جان ما ریزید چہ شود و فنادی اصحاب الناس اصحاب الجنۃ ان فیضنا علینا من الماء
او صما س ذکرا للہ قالوا ان اللہ ح و ما علی لکافین بہشتیان جواب دہند کہ

سے "اہل دوزخ اہل جنت کو پکار کر درخواست کریں گے کہ ذرا ہمیں بھی پانی عنایت کرو، یا اللہ
نے اپنے فضل سے جو رزق بخشن دے رکھا ہے، اسی میں سے عنایت کرو، اہل جنت جواب دیں گے کہ
خدا نے یہ نعمتیں کافرون پر حرام کر دی ہیں" (اعراف ۷۶)

آن را خدا بر شما حرام کرده است، تخم این نعمت در دوار دنیا بود، چون آنجا کشید و نور زید و آن
ایمان و صدق بود و عمل صالح، اینجا چه بر گیرید، و اگر ما از روی کرم بر شما اشیاء کنیم، چون خدا
آن را بر شما حرام کرده است، حلقه از بسوزاند، و بگله فرو نرود و اگر در کیسه بنید کیسه دریده
شود و بیفتد،

بخدمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جماعتی از منافقان آمدند، و اصحاب در شرح اسرار بودند
و مدح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میکردند، پیغمبر بر منبر به صحابہ فرمود که
خجند و اینتکوه یعنی سرهای کوزها و کاسها و دیگها و سبوتا و خمها را پوشانید که جانوران نمهند
پلید و زهر تاک، مبادا که در کوزها شفافند، و بناوانی از ان کوزه آب خورید، شمار از میان دل
باین صورت ایشان را فرمود که از اغیار حکمت را همان دارید و همان را از زبان را پیش اغیار
بسته دارید که ایشان مو شانند، لائق این حکمت و نعمت نیستند،

فرمود که آن امیر که از پیش ما بیرون رفت اگر سخن ما را تفصیل فهم نمی کرد اما اجماعاً لا یمیز
که ما در این دعوت می کنیم آن نیاز و سر جنبانیدن و مهر و عشق و ادای بجای فهم گیریم، آخرین
دستائی که در شهری آید بانگ نمازی شنود، اگر معنی بانگ نماز را تفصیل نمی داند
اما مقصود را فهم می کند،

فصل

فرمود که هر که محبوب است خوب است، و لایعینکس لازم نیست که هر که خوب باشد
محبوب باشد، خوبی جزو محبوبیت، و محبوبی اصلست، چون محبوبی باشد البته خوبی باشد

لے اپنے برتنوں کو ڈھک لو، (بخاری کتاب بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق)

چیز چترے از گلش جدا باشد، و ملازم کل باشد، نے در زمان مجنون خوبان بودند از لیلی
خوبتر بودند، اما محبوب مجنون نبودند، مجنون را گفتند کہ از لیلی خوبتر ان هست بر تو بیاریم
اومی گفت آخر من لیلی را بصورت دوست نمی دارم، و لیلی صورت نیست، لیلی بدست من
بچون جامیت من از آن جام شراب می نوشم، پس من عاشق آن شرابم، کہ از وی نوشم،
و شمارا نظر بر قد حس است از شراب آگاہ نیستید اگر مرا قدح آریزدین و مرصع بگوهر و دروسر کہ
باشد یا غیر شراب در چیزی دیگر باشد، مرا آن بچہ کار آید؛ کہ وی کہنہ شکستہ کہ در شراب
باشد نبرد من بہتر است از آن قدح و از صد چنان، و این را عشقی شوقی می باید، تا شراب
را از قدح بشناسد،

بچنانکہ گرسنہ ده روز چیزی نخورده باشد، و دیگر بروزی پنج بار خورده است، ہر دو
در نان نظر می کنند، آن سیر صورت نان می بیند، و گرسنہ صورت جان می بیند زیرا
این نان بچون قد حس است، و لذت آن چون شیرست، جز بہ نظر اشتہا نتوان دیدن،
اکنون اشتہا و شوق حاصل کن تا صورت بین نہ باشی، و در کون و مکان ہمہ معشوق بینی،
صورت این خالقان بچو جامہ است، و این علما و ہنر ہا و دانش ہا نقشہائے جامست، نمی بینی
کہ چون جام شکستہ می شود آن نقشہائی ماند پس کار آن شراب دارد کہ در جامست، و آن کسی کہ آن
شراب را می بیند و می نوشد، کہ دالباقیات الصالحات خیراً

سائل را دو مقدمہ می باید کہ تصور کند، و در ذہن بگرداند، تا او سائل باشد بچو

۱۰ شہ شہوی دفتر سوم، عنوان در بیان آنکہ حق تعالی ہر چہ داور و آفریدار الخ،

ہر کجا دروے دوا آنجا رود، ہر کجا فقرے نوا آنجا رود،

آب کم جو، تشنگی آور بدست، تا بچو شد آبت از بالا و پست

۱۱ "اور باقی رہنے والے اچھے عمل پہنچیں" (کہت ۶۷)

آنکه جازم باشد که من درینکه می گویم محظوم، غیر ازین چیزی هست، دوم آنکه اندیشد که به این
و بالای این، گفتی و حکمتی هست که من نمی دانم، پس دانستیم که حسن السؤال نصف العلم
ازین دوست، که هر کسی که روی بجای آورده است و همه را مطلوب حق است، و بان امید
عمر خود را صرف می کند، اما درین میان معیض می باید، که تا بداند که ازین میان کیست که او
مصبوب است و بروی نشان زخم چو گان بادشا هست تا یکی گوئی باشد و موحدا
مستغرق است که آب در او تصرف می کند، او را در آب تصرف نیست، سباح
و مستغرق هر دو در آید، اما این را که آب می برد و محمول است، و سباح حامل بقوت خویش است
و باختیار خود است، پس هر جنبشی که مستغرق کند و هر قوی و فعلی که از او صا در شود،
آن از آب باشد او در میان بهانه است، بچنانکه از دیوار نخی بشنوی دانی که از دیوار
نیست، کیست که دیوار را در گفت در آورده است، او یار بچنانند که پیش از مرگ مرده اند
و حکم در دیوار گرفته در ایشان یک سرموی از هستی نمانده است، و دوست قدرت حق
سپری اند، سپر جنبش از خود نباشد، و معنی انا الحق این بود، سپری گوید من در میان نیستم
حرکت از دست حقست، این سپر را حق بیند با حق پنجه مزیند که آنها که بر چنین کس زدند
در حقیقت بجای جنگ کرده اند، و خود را بر خدا زده اند، از دور آدم تا اکنون می شنوی که بر ایشان
چهارفت از فرعون و شداد و ملرود و عاد و ثمود، الی مالا نهایه و آنچه ان سپر تا قیامت قائمست
دور ابد و در بعضی بصورت انبیا که از پیش رفته اند، و بعضی بصورت اولیا که بودند و هستند
و خواهند بود، تا اقیاناز استقامت نماز گردند، و اعدا از ادلیا هر ولی جلیست بر خلق، خلق را بقدر
تعلق که بوی کردند مرتبه و مقام باشد، اگر دشمنی کند دشمنی بحق کرده باشند، و اگر دوستی
در زند بحق و رزیده باشند که من را لا فقد سانی و من قصد لا فقد قصدی،

بندگان خدا محرم حرم حق اند همچون خادمان حق تعالی ہمہ رگہای ہستی و شہوت و بے گنجائی
 را از ایشان بکلی بریدہ است۔ تا لاجرم مخدوم عالم شدہ اند، و محرم اسرار گشتند کہ لایقند
 الا المصلحت

فصل

فرمود کہ اگر لپشت بہ تربیت یاران و عزیزان کردہ ام اما از انکار و غفلت نگردم
 روی بہ روح ایشان دارم زیرا آن سخن کہ از دہان ما بیرون می آید، جان ایشان است
 اگر لپشت بتن کنند و روی بجان آرند زیان ندارد،

مرا غصے بہست کہ خواہم ہیچ دے از من آزرده شود، اینک جماعتی در سماع خود را
 بر من می زنند، و بعضی یاران ایشان را منع می کنند، مرا آن خوش نمی آید، و صد بار گفتہ ام برا
 من کسی را چیرے مگوئید، من بآن را ضمیمہ، آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران
 کہ نزد من می آند، ازیم آنکہ ملول نشوند، شعری گویم، تا بدان مشغول شوند و اگر نہ من کی
 شعرا کجا، و اللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من ازین بتر چیزی نیست، ہمچنانست کہ یکے
 دست در شکنہ کردہ است و می شوید برای آرزوی مہمان چون اشتہای مہمان
 بدانتست، مرا لازم شد، آخر آدمی بگرد کہ خلی را در فلان شہر چہ کالامی باید آن خردو
 آن فروشد اگر چہ دون ترین متاعها باشد من تحصیلها کردم در علوم و در بختا بروم کہ نزد من
 فضلا و محققان وزیر کان آیند تا بر ایشان چیزی غریب و نفیس و دقیق، عرض کنم حق تعالی
 خود چنین خواست، آن ہمہ علمہارا این جامع کرد، و آن سیمہارا اینجا آورد، کہ من باین

لے، بجز پاکون کے اور کسی کی دسترس اس تک نہیں،، (واقعہ، ع ۳)

کار مشغول شوم، چہ تو انم کرو، در ولایت ماز شاعری تنگتر کا رہے بنود، اما اگر در آن ویلا
می ماندیم، موافق طبع ایشان می پرستیم و آن می در زیدیم کہ ایشان خواستندی مثل درس
گفتن، و تصانیف کتب، و تذکیر و زبد و عمل ظاہر و زیدین

امیر پروانہ گفت کہ اصل عملست؟

مولانا گفت کواہل عمل و صاحب عمل، تا ایشان عمل نہائیم، حالی تو طالب قوی،
گوش نہادہ تا چیزے بشنوی، اگر نگویم طول شوی، طالب عمل شو تا بنائیم، مادر عالم مرے
می طلیم، کہ بوسے عمل بنائیم، چون مشتری عمل نمی یابیم، مشتری گفت می یابیم، بگفت مشغولیم
و تو عمل را چہ دانی چون عامل نیستی بعمل عمل را توان دانستن و بعلم علم را توان فہم کردن
و بہ صورت، صورت را و معنی معنی را چون ورین راہ راہ رو نیست و خالیست، اگر
راہیم (و در علمیم) چون خواہند دیدن،

آخر این عمل نماز و روزہ نیست، و اینہا صورت عمل است، عمل معنی ایست در باطن
آخر از دور آدم تا بدور مصطفیٰ نماز و روزہ باین صورت نبود، و عمل بود، پس این صورت عمل با
عمل معنی ایست در آدمی، چنانکہ میگویند دارو عمل کرد، و آنجا صورت عمل نیست، الا معنی ایست
در و، چنانکہ گویند آن مرد در فلان شہر عالمست، چیزی بصورت نمی بیند، کار ہا کہ باو
تعلق دارد اورا بواسطہ آن عامل میگویند، پس این عمل غیر آن است کہ این خلق فہم کردہ
اندا ایشان می پذیرند کہ عمل این ظاہر است اگر منافق آن صورت عمل بجائے آر دینچ اورا سود
نمزد و چون در معنی صدق و ایمان نیست،

لے "مراغی بہت کہ نہ خواہم، سے لیکر بیان تک کی ساری عبارت مع بعض اشعار زائد کے، رسالہ

سپہ سالار (ص ۳۵۳) میں بھی درج ہے،

اصل ہمہ چیز ہاگفت ست و تو لست، تو از گفت و قول خبر نداری، آن را خواری بینی
گفت میوہ درخت علم ست کہ از عمل می زاید، حق تعالی عالم را بقول آفرید، گفت کن فیکون
و ایمان در دست اگر بقول نگوئی سود ندارد، نماز را کہ فعلست اگر قرآن خوانی درست
نباشد، و درین زمان کہ گوئی قول معتبر نیست این ہم بقول می گوئی،
یکی سوال کرد کہ چون خیر کنیم و عمل صالح، اگر از خدا امیدوار باشیم و متوقع جزا
باشیم ما را آن زیان دارد،

فرمود ای و اللہ امید باید داشتن، و ایمان بہن خوف ورجاست، یکی مرا پرسید
کہ رجاء و خوش ست، این خوف چیست؟ گفتم تو مرا خوفی نہا بے رجاء یا رجاء بے خوف،
چون از ہم جدا نیستند و بے ہم دیگر نیستند چون می پرسی مثلاً یکے گندم کاشت رجاء دارد و اللہ
کہ گندم بر آید و در ضمن آن خائفست کہ مبادا مانع و آفت پیش آید؟ پس معلوم شد کہ جابے
خوف نیست، و ہرگز نتوان تصور کردن خوف بے رجاء یا رجاء بے خوف اکنون اگر امید
باشد و متوقع جزا و احسان (و قطعاً) در آن کار گرم تر و مجد تر باشد آن توقع پر
اوست ہر چند پریش قوی تر پروازش بیشتر، و اگر ناامیدی باشد کاہل گردد، و ازو
کارے و بندگی نیاید، ہچنان کہ بیمار دارے تلخ را می خورد و دودہ لذت شیرین را راک
می کند اگر اورا امید صحت نباشد آن را کہ تواند کرد و انسان حیوان ناطق آدمی
مرکبست از حیوانی و نطق ہچنانکہ حیوانی در و دامنست، و متفک نیست، نطق نیز
ہچنین است، و در و دامنست، اگر بظاہر سخن نگوید در باطن گویاست، و انما ناطق
ست بر مثال سیلابست کہ در و گل آمیختہ باشد آب صافی نطق اوست، و گل تیرہ
حیوانی اوست، اما گل در و عارضی است، نمی بینی کہ آن گلہا و قابلہا رفتند و بوسیدند

و نطق و حکایت و علوم ایشان مانده است از نیک و بد،

صاحب دل کل است چون او را دید می همه را دید می الصید کله فی جوف
الفی خلقان عالم اجزای اویند و او کست،

جز و در ویشند جمله نیک و بد در نباشد اینچنین در ویش نیست

اکنون چون او را دید می که کست قطعاً همه عالم را دیده باشی و هر کرا بعد
از وین می مکر باشد، و قول ایشان در اقوال کست، چون قول ایشان را شنیدی
هر سختی که بعد از ایشان شنوی مکر باشد،

من یرکائی منزل فصاحا سائی کل انسان و کل مکان

ای نسخه نامه الهی که توئی وی آئینه جمال شاهی که توئی
بیرون ز توحشیت هر چه در عالم هست در خود بطلب هر آنچه خواهی که توئی

فصل

نائب گفت پیش ازین کافران بتان می پرستیدند و سجود می کردند، ما دین
زمان همان می کنیم اینچ می رویم و مغول را سجده می کنیم، و خود را مسلمان می دایم، و
چندین بتان دیگر در باطن داریم از حرص و حسد و کبر و ما مطیع این جمله ایم، پس ما نیز ظاهر
و باطناً همان کار می کنیم، و خود را مسلمان می دایم،

فرمود اما اینجا چیزی دیگر هست، چون شمار این در خاطر می آید که این
بدست و ناپسندست، قطعاً دیده دل شما چون و چگونه چیزی عظیم دیده است، که
اورا این بیخ می نماید، که آب شور کس را شور نماید که او آب شیرین دیده

و خوروه باشد

و یبند هاتبتین الاشیاء

پس حق تعالی در جان شما نور ایمان نهاده است، که این کار بار از رشت می بینید
 آخر در مقابل لغزی این رشت می نماید و اگر ندوگران را چرا این در و نیست؟ در
 آنچه هستند شادند، می گویند خود کار این دارد، حق تعالی شمار آن خواهد داد و آن که بطلو
 شما و نعمت شما است، آنجا که هست، آن خواهد داد و آن، الطیر بطیر بجنا حیه
 و المی من یطیر بهمت،

خلق سه صفت اند، بعضی ملائکه که ایشان عقل محض اند و بندگی و ذکر ایشان را
 طبیعت و غذا و حیاست، چنانکه ماهی در آب، زندگی او از آبست و بستر و بالین
 او آبست آن در حق او تکلیف نیست، چون او از شهوت مجردست و پاک، پس چه
 منت اگر او شهوت نراند، یا آرزوی هوای نفس نکند چون از اینها فارغ است او را
 هیچ مجاهده نیست، و اگر طاعت کند از حساب طاعت نگیرد، چون طبیعتش است
 و بے آن نتواند، و صفت دیگر بهائم اند که ایشان محض شهوتند، عقل زجر ندارند
 بر ایشان تکلیف نیست و یک صفت دیگر آدمی مسکین، که مرکبست از عقل و شهوت
 نمیش فرشته، نمیش حیوان، نیم مایه ماهی، ماهیش سوی آب کشد، مارش سوی خاک
 در کشاکش و جنگست من غلب عقله علی شهوته، فهو اهل من الملائکة، و من غلبت
 شهوته علی عقله فهو ادنی من البهائم،

فرشته است بعلم و بهیمه است بجهل میان این دو منازع بماند مردم را
 اکنون بعضی از آدمیان متابعت عقل چندان کردند، که کلی ملک شدند،

و نور محض گشتند، ایشان انبیاء و اولیاء انداز خوف و رجا رہیدند کہ ہا خف و علیہم ولا
 ہنم یخافون، و بعضی را شہوت بر عقل شان غالب گشت، تا بجای حکم حیا
 گرفتند، و بعضی در متنازع ماندہ اند، و آہنہا آن طائفہ اند کہ ایشان را اور اندرون درے
 و رنج و تحسّر و فغانے پدید می آید و بزندگانی خود رضی نیستند اینہا مومنانند، اولیاء کہ مایمان
 این بحر اند منتظر ایشانند، کہ مومنان را اور منزل خود رسانند، و آن اعلیٰ علین است و چون
 خود کنند و شیاطین کہ ماران این خاکدان اند نیز منتظر اند کہ ایشان را بمقام خود کشند و آن اسفل السافلین است
 مای خواہیم و دیگران می خواہند تا بخت کرا بود کرا خواہد و دست

فصل

اذا جاء نصر الله والي اخي المستوفى ان ظاهرين تفسیر می کنند مصطفیٰ صلعم ہمہما
 داشت کہ عالمی را مسلمان کنم، و در راہ خدا آمم، چون وفات خود را دید گفت آہ نہ ز لستم
 کہ خلق را دعوت کنم، حق تعالی گفت غم مخور، درین ساعت کہ تو بگزری ولایتہا و شہرہا را
 کہ بہ لشکر و شمشیر می کشودی بی لشکر مطیع و مومن گردانم، و اینک نشان آن باشد، کہ
 در آخر وفات تو خلق را بینی از دور می آیند گر وہ گر وہ و مسلمان می شوند چون این نشان
 بیاید، بدانکہ وقت سفر تو رسید، اکنون تسبیح کن و استغفار کن کہ نزد ما خواہی آمدن،
 اما محققان می گویند کہ معنیش آنست، کہ آدمی پندارد کہ او صاف ذمیرہ را بل عمل خود
 و جہاد از خوشیتن دفع کند، چون بسیار مجاہدہ کند و قوت ہا و اکہتا را بذل کند، نومید شود، خدا
 تعالیٰ اورا گوید کہ می پنداشتی کہ بقوت و فعل و عمل تو خواہد شدن، آن سنیست کہ نہاؤم یعنی آنچه تو
 داری در راہ مابذل کن، بعد از آن بخش ما در رسد، درین راہ بی پایان، ترا می فرمایم،

لے دو انھیں نہ کسی طرح کا خوف ہو گا، نہ غم، (بقرہ، ع ۸۰)

کہ باین دست و پائے ضعیف سیر کن، مارا معلوم ست کہ باین دست و پای ضعیف این
 راه را نخواهی بریدن، بلکه بصد هزار سال یک منزل ازین نہ توانی بریدن، الا چون
 درین راه بروی چنانکہ از پای در آئی و سفتی و ترا دیگر هیچ طاقت رفتن نماند، بعد از آن
 عنایت حق ترا برگیرد، چنانکہ طفل را مادام کہ شیر خوارہ است اورا برمی گیرند، و چون بزرگ
 شد اورا بخود رہای کنند تا می رود اکنون چون قوتہای تو نماند در آن وقت کہ این قوتہا
 داشتی و این مجاہدہای نمودی، گاہ گاہ میان خواب و بیداری بتو لطفی می نمود تا بدان
 در طلب ما قوت می گرفتی، و امید داری شدی، این ساعت کہ این قوت نماند بخشش
 ما و عنایتہای ما را ببینی وقتی کہ تو خود را در میان نہ بینی دوست و پای خود را بی ہدایت
 و ارشاد با قوت ندانی، عنایت و جذبہ مادر رسد، و ترا برگیرد، و فوج فوج عنایت ما
 بر تو فرو می آیند، کہ بصد ہزار کوشش از ان ذرہ نمی دیدی، اکنون فیہ بعد سہل و
 استغفر لا، پس استغفار کن ازین اندیشہ و پندار کہ می پنداشتی، کہ آن کار از دست و
 پای تو خواهد بر آمدن، و ازمانی دیدی، اکنون چون دیدی کہ از ماست استغفار کن، کہ
 اِنَّكَ كَانَتْ تَوَّابًا،

ما میر را از برای دینا و تربیت علم و عملش دوست نمی داریم، دیگر انش برائے این
 دوست می دارند کہ روی امیر را نمی بیند پشت اورا می بینند، امیر همچون آئینہ است این
 صفہتا، همچون درہائے شبنم کہ بر پشت آئینہ نشاندہ اند، آنہا کہ عاشق زرد چوہہ را نہ نظرشان
 بر پشت آئینہ است، و ایشان کہ عاشق آئینہ اند نظرشان بر دوزر نیست، پیوستہ رو بہ
 بآئینہ آورده اند، و آئینہ را برای آگینش دوست میدارند، زیرا کہ در آئینہ جمال خوبی می بینند
 و از آئینہ ملول نمی گردند اما آن کس کہ روی زشت و معیوب دارد در آئینہ زشتی می بیند و دوزخ

را می گردانند و طالب آن جوہر می شود اکنون بر پشت آئینہ ہزارگون نقش سازند جوہر نشانند
 روی آئینہ را چہ زیان دارد پس حق تعالی حیوانیت را و انسانیت را مرکب کرد تا ہر دو ظاہر گردند
 و بعضی ہا بنین الاشیاء چون تعریف چیزی بی ضد او ممکن نیست و حق تعالی ضد
 نداشت می فرماید کنت کثر الخفیاء حبیب ان اعراف پس این عالم را آفرید تا از
 ظلمت عالم انوار او پیدا شود، و همچنین انبیاء و اولیاء پیدا کرد کہ اخراج بصفا فی الی خلق
 و ایشان منظر نور حق اند تا دوست از دشمن پیدا شود و یگانہ از یگانہ ممتاز شود، کہ آن معنی را
 از روی معنی ضد نیست الا بطریق صورت یحنا بلکہ در مقابلہ آدم ابلیس و در مقابلہ موسی فرعون
 و در مقابلہ مصطفیٰ صلعم ابو جہل الی مالا نہایہ پس با اولیاء خدا را ضد پیدا شود، اگر چہ در معنی
 ضد ندارد چنانکہ دشمنی و ضدی می نمودند کار ایشان بالارمی گرفت و مشہور ترمی شدند کہ
 یُرِيدُونَ لَتُكْفَرُوا بِاللهِ باغوا هم و الله مُمْتَلَا و لَوْ كَفَرَا لَكَا فِرَاو

مہ نور می نشانند و سگ با سگ میکند مہ را چہ جرم خاصیت سگ چنین بود

از ماہ نور گیر دار کان آسمان خود کیست آن سگی کہ بخار زمین بود

بسیار کسان ہستند کہ حق تعالی ایشان را بجاہ و نعمت عذاب می دہد

و جان ایشان از آن گریزانست فقیرے در ولایت عرب امیرے را سوار بدید

۱۔ مین ایک گنج نہان تھا، پس مین نے چاہا کہ مین پہچان جاؤں، یہ حدیث قدسی حضرات صوفیہ

مین بہت مشہور ہے، اگر چہ محدثین کی تحقیق مین ثابت نہیں،

۲۔ مین اپنی صفات سے اپنی خلق مین آتا ہوں،

۳۔ یہ کافر چاہتے ہیں، کہ اللہ کے نور کو پھونک مار مار کر بجھا دیں سو خدا اپنے نور کو پھیلا کر رہنے والا

ہے، خواہ کافرون کو شاق ہی لگے، (صفحہ ۱۷۱)

در پیشانی اور دشنائی انبیاء و اولیاء گفت سبحان الله من یحب العباد بالنعم

گفتند کہ فلان مقرر قرآن را درست می خواند،

گفت آن صورت قرآن را درست می خواند، و لکن از معنی خبر دلیل بر آنکہ

حاصل کہ مقرر دیگر را می بیند، رومی کند بنابینائی می خواند، نظیر شمرے در دست قند

دارد قندے دیگر از آن بہتر آوردند، رومی کند پس دانستم کہ قند را نمی داند کسی اورا

گفتہ است کہ این قند است، بتقلید بدست گرفته است، همچون کو دکان باگردگان بازی

می کنند چون سفر گردگان بایشان دہی رو کنند کہ گردگان آنست کہ چغچ کند این

را بانگہ چغچ نیست، آخر خزان خدا بسیار است و علمہا می خدا بسیار اگر قرآن را بداند

می خواند قرآن دیگر را چرا رومی کند،

بامقرر تقریری کردم کہ در قرآن می گوید قل لو کان الہما مدا اذ الکلمات

لنقد الہما قبل ان تنقد کلمات سبحان، اکنون بہ پنجاہ در سنگ کب

۱۷ یک ذبت در دہے می رفت، امیری با خیل و شتم بدیشان طاقی شد، چون نظر بہ ہمد گرافتا و آن

امیر از دور سراپ کشیدہ زمانے بسیار با شاد و بعد از آن اشک ریزان روان گشت حضرت مولانا شمس الدین

عظم السعد ذکرہ بزبان راند، کہ سبحان من یحب العباد بالنعم (بہ سالار ص ۶۲، مناقب شمس تبریز)

۱۸ مثنوی، دفتر ۳ عنوان، تفسیر حدیث ان للقران انا ظہر الہ

حرف قرآن را مدان کہ ظاہرست زیر ظاہر باطنے ہم قاہرست

نور قرآن اے پسر ظاہر مبین دیو آدم را نہ بیند غیر طبین

۱۹ اے پیغمبران لوگوں سے کہدو کہ اگر سارا سمندر روشنائی بجائے اور اس سے میرے رب کے کلمات لکھے جائیں

تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خود یہ سمندر ختم ہو جائیگا، (کشف، ع ۱۲)

این قرآن را توان نوشتن، پس این رمزے مست از علم خدا ہمہ علم خدا این تنہا نیست
 عطارے در کاغذ پارہ داروی نہاد، اگر تو گوئی ہمہ دکان عطار در اینجا ست، این املی
 باشد، آخر در زمان موسی و عیسی و غیرہم کلام خدا بود، بعربی بنود، تقریر این میداوم، در آن
 مقرمی اثر نمی کرد، ترکش کردم، آورده اند کہ در زمان رسول علیہ السلام ہر کہ یک سورہ
 یا نیم سورہ یاد گرفتے اورا عظیم خواندندے و انگشت ناکشتی کہ سورہ یادوار دے، از ہر آنکہ ایشان
 قرآن را می خوردند، متی نان یا دو من خوردن عظیم باشد الا کہ در وہان کنند و بخانیند
 بیند از نہ ہزار من توان خاییدن

آخر می گوید سبب تالی للقاء ان یلغیہ، پس این در حق کسی است کہ از
 معنی قرآن خبر ندارد، الا ہم نکیست، قومی را خدای تعالی چشمہا بغفلت بست تا عمارت
 این عالم می کنند کہ اگر بعضے را از آن عالم غافل نہ کنند ہیچ عالمی آبادان نہ گردد و بغفلت عمارتہا آباد
 اینہا انگیزاند، آخر این طفل از غفلت بزرگی می شود چون عقل او یکمال میرسد دیگر در ازنی شود، و
 نمی بالد، پس موجب و سبب عمارت غفلت ست، و سبب ویرانی ہشیارست،

۱۷ مثنوی، دفتر ۳، عنوان، در بیان آنکہ در میان صحابہ حافظ کسے نبود،

در صحابہ کم بدے حافظ کسے	گرچہ شوقے بود جان شان را بسی
موز علم افزود کم شد پوستش	ز آنکہ عاشق را بسوزد و دستش

۱۸ مثنوی، دفتر ۴، عنوان، آموختن پیشہ گور کنی قایل، سے

پس ستون این جہان خود غفلت ست	چہیت دولت کین و واد و بالت ست
اولش دود و باخسرت بخور	جزوین دیرانہ بنود مرگ خور
توبہ جد کاری کہ بگرفتہ بد ست	عیبش این دم بر تو پوشیدہ شدہ است

اینک من می گویم از دیر و ن نیست، یا بنابر حسدی گویم، یا بنابر شفقت، حاشا
 که حسد باشد، برای آنکه حسد را از دیر و ن نیست، اما با آنکه نه از ر و چه باشد، اما
 از غایت مهر و رحمت است که می خواهم که یار عزیز را بمعنی کشم، و از قرآن خواندن غفلت برده
 آورده اند که شخصی در راه حج در بادی افتاده بود، و تشنگی بر وی عظیم غالب شده
 از دور خیمه کوچک کهن دید، آنجا رفت و کنیزکی دید، آواز داد که من مہمانم، المرأ
 آنجا فرد آمد و نشست، و آب خواست، آبش دادند، خورد و از آتش گرم تر بود، و از نمک
 شور تر، از لب تا کام تا آنجا که فرد می رفت همه را می سوخت، این مرد از غایت شفقت
 و نصیحت آن زن مشغول شد، و گفت شمارا بر من حق است جهت آن قدر آسایش که از
 شما یافتم، شفقتم جو شده است آنچه با شما گویم پاس دارید، اینک بعد از نزدیک است و کوفه
 و واسطه و غیره از شهرهای بزرگ اگر مبتلا باشد تشنه تشنه غلطان غلطان می توان
 رفتن، تا آنجا که آنجا آبهای شیرین و خنک بسیار است، و طعامهای گوناگون و حمامها
 و تنعمها و لذت‌های آن شهر را بر شمرده و بگوید که آن عجب بیاید که شوهرش بود تا می چندین
 ازین موشان و شتی صید کرده بود زن را فرمود، که آن را بخت و چیزی از آن به مهمان
 دادند، مهمان چنانک بود و کورو کورو کرد و از آن تناول کرد، بعد از آن در شب بیرون
 خیمه خفت زن به شوهر می گوید بیچ شنیدی که این مهمان چه صفتها کرد، قصه مهمان تمام
 بر شوهر بخواند عجب گفت بان ای زن مشنوازین خبر با که حسودان در عالم بسیارند
 چون بینند که بعضی به آسایش و دولتی رسیده اند، حسد با کنند، و خواهند که ایشان را
 آنجا آواره کنند و از آن دولت محروم کنند،

اکنون این خلق چنین اند، چون کسی از ردی شفقت پندیده و حمل بر حسد کنند

الا چون در وی اصل باشد یا صلح باشد، عاقبت روی یعنی آرد، چون بروی از روز است
قطره چکانده باشند، عاقبت آن قطره اورا بدریای اصل کشد و از تشویشها و محنتها برهاند
بیا، آخر چند از مادوری و بیگانه در میان سوداها سیاه و با با قومی کسی چه سخن گوید چون جنس
آن نه شنیده اند، از کسی، و نه از شیخ خود، مگر بوی برده باشد و لیکن کسی که بوی نه برده است قطعاً قبول نکند،
چون اندر تبارش بزرگی نبود و بیار و حدیث بزرگان نشنود

روی یعنی آوردن اگر چه اول چندان نفرت نماید الا هر چند که رود شیرین تر
نماید بخلاف صورت اول لغز نماید، اما هر چند که با وی پیشتر نشینی سر دشوی کو صورت قرآن و کما معنی
قرآن، در آدمی نظر کن کو صورت او کو معنی او اگر معنی از صورت آدمی می برد و در خانه اش خطه را نمی کنند

حکایت

فرمود مولانا شمس الدین قدس الله سره که قافله بزرگ بجای می رفتند
آبادانی نمی یافتند، و نه آبی ناگهان چاهی پیش آمد، سطلی بدست آوردند و رسیان بستند
این سطل را بریز چاه فرو آویختند و کشیدند، سطل بریده شد، دیگر را فرستادند، هم بریده
شد، بعد از آن از قافله یکی را بر رسیان بستند و در چاه فرو کردند تا چند کسی بر نیامد عاقلی گفت
من بروم اورا فرو کردند نزدیک آن بود و بفر چاه رسد، سیاهی با پیستی ظاهر شد، این عاقل
گفت من نخواهم رسیدن، بار سطل را جمع کنم، تا بینم که بر من چه خواهد رفتن، آن سیاه
گفت قصه دراز مگو، تو اسیر منی، از برای جواب جواب گفت فرما، گفت از مقامها
کجا بهتر، عاقل گفت اگر بگویم بغداد یا مصر و غیره چنان باشد که در مقام او طعمه زوم
و نفی کردم، گفت جابگاہ آن بهتر که کسی را آنجا موشی و انسی باشد اگر چه قعر زمین بود، بهتر
آن باشد، و اگر در سوراخ موشی بود خوشتر آن بود گفت هزار آسنت رسید می

آدمی در عالم توئی، اکنون ترار با کردم، و دیگر از اسیرکت تو آزاد کردم، بعد ازین
 بیچ خوشی نکم، عالم را محبت تو بتو بخشیدم، بعد از آن اہل قافلہ را سیراب کرد،
 اکنون غرض ازین معنیست ہم این معنی را تو ان در صورت دیگر گفتن الا مقلدان ہمین نقش را
 می گیرند و شوار است با ایشان گفتن اکنون ہم این سخن را در مثال دیگر گوئی نشنوند،

فصل

فرمود کہ تاج الدین قبائی می گفت کہ این دانشمندان در میان مای آیند و ما را بے
 اعتقاد می کنند و الا ایشان حاشا کہ از ما باشند، مثلاً سگ را طوق زرین بستند، آزا
 کہ بآن طوق سگ شکاری بخوانند شکاری معنی ایست و در خواہ طوق زرین
 باشد و خواہ پشیم، این عالمی بجہ و دستار نباشد، عالمی ہنر نیست
 و روات وے، اگر آن ہنر و رقا و عبا باشد تفاوتی نکند، ہچنانکہ در زمان پیغمبر علیہ السلام
 منافقان قصد رہزنی دین می کردند، و جامہ نمازی پوشیدند تا مقلد می را در راہ
 دین سُست کنند، و این نتواند کردن، تا خود را از مسلمانان بسازند، اگر فرنگی یا چھوٹی
 طعن کند، و می را کی شنوند، فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساهون و
 الذین ہم یساون و یمنعون الماعونات، سخن کلی این است، نور داری آدمیت
 تدار می آدیتے طلب کن مقصود این است باقی دراز کشید نیست سخن را چون بسیار آرایش میکنند مقصود و قرائت
 بقائے زستہ بادوست می داشت با کینز کحنا تو ن پیغام ہا

اے کم بختی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز میں سستی کرتے ہیں اور ریاضت و تلاش کرتے ہیں اور چھوٹی
 چیزوں تک میں کھنکھاتے ہیں، (ماعون، ع ۱)

کرد که من چنانم و چنانم عاشقم می سوزم و آرام ندارم بر من ستمهای رود و دی چنین بودم
و دوش بر من چنین گذشت قصهای در از فرو خواند چون کینزک بخدمت خاتون آمد
گفت بقای تو را سلام رساند و میگوید که بیاتابا تو چنین و چنان کنم، گفت باین سرودی
گفت اگر بخت او در از کشید، اما مقصود این بود، اصل مقصود است باقی در دست

فصل

می فرمود که شب و روز جنگ می کنی و طالب تهذیب و اخلاق زن می باشی
و نجاست زن را بخود پاک می کنی، خود را در و پاک کنی، بهتر است که او را در خود
و خود را بوسه مذهب کن، سویی وی رو، و آنچه او گوید تسلیم کن، اگر چه نزد تو آن سخن
محال باشد، و غیرت را ترک کن، اگر چه وصف رجاست، ولیکن بدین وصف نیکو
و صفتهای بد در تو در می آید از بهر این پیغامبر علیه السلام فرمود که لا سهبانی فی
الاسلام که رهبانان را طریق خلوت بود و کوه نشینی، و زن ناستدن، و دینار
کردن، خداوند عزوجل را بی باریک و پنهان نمود پیغامبر را (و آن چیت)
زن خواستن تا جور زنان می کشد، و محالهای ایشان می شنوند و بیرومی دو اند
و خود را مذهب می گراوند و آنکه لعلی خلق عظیم جور کسان بر تافتن و تحمل محال
چنان است که نجاست خود را در ایشان مالیدن است خلق تو نیک می شود از
ردباری و خلق ایشان بد می شود از سبکساری و تعدی کردن پس چون این را
دانستی خود را پاک می گردان و ایشان را همچون جامه دان که پلیدهای خود

لے حاشیہ گذر چکا، ے حاشیہ گذر چکا،

را بدان پاک می کنی و تو پاک می گردی و اگر نفس خود بر نمی آئی از روی عقل خود
تقریر ده که چنان انگارم که عقده سزفته است مشوقه ایست خراباتی هر که که شہوت لب
می شود پیش وی می روم باین طریق حمیت و حسد را از خود دفع می کن تا هنگام
آن که در ای این تقریر ترالذت مجاہدہ و تحمل روی نماید و از محالات ایشان
ترا حالماید شود بعد از آن بی این تقریر بر مزید تحمل و مجاہدہ و حیث بر خود گرفت
کردی چون سود خود معین در آن مینی،

آورده اند که پیغام صلح با صحابہ از غزا آئندہ بود فرمود کہ طبل را بزنید کہ شب بر دور
شہر بخیم فردا در آیم گفتند یا رسول اللہ پیچ مصلحت ہ گفت شاید کہ زنان شما با مردمان
بیگانہ جمع بینید و متالم شوید و فتنہ بر خیزد یکے از صحابہ نشیند در رفت، زن خود را با بیگانہ
یافت، اکنون راہ پیغمبر این است، کہ می باید رنج کشیدن، از دفع غیرت، و حمیت و
رنج اتفاق و کسوف زن، صد ہزار زہر مشقت چشیدن، تا عالم محمدی روی نماید،

راہ عیسیٰ خلوت و شہوت ناراندن راہ محمدی غصہای زن و مردم کشیدن
چون راہ محمدی نمی توانی رفتن، باری راہ عیسیٰ برو تا بیکبارگی مردم نمائی اگر صفای
واری کہ صد سیلی می خوری، و بر آنرا دیا حاصل آن را می بینی، یا بغیب معتقدی، چون
فرمودہ اند و خیر وادہ، پس چنین چیزی بہت صبر کنم تا زمانی، تا آن حاصل کہ خبر وادہ
اند من نیز برسد بعد از آن بینی چون دل بر اینہا نہادہ باشی کہ من ازین رہنما اگر چه این
ساعت حاصل ندارم عاقبت بگنہا خواہم رسیدن، بگنہارسی و افزون کہ توقع و امید داشتی
این سخن اگر این ساعت اثر کند، بعد از مدت کہ بخت تر گردی عظیم اثر کند، زن چہ باشد
عالم چہ باشد، اگر گوی و اگر نہ گوی او خود ہمانست، و کار خود بخوابد کردن بلکہ بگفتن

بترمی شود مثلاً نانے بگیر وزیر بغل نہ و از مردم منع کن کہ این را البتہ کسی نخواہم داد و نہ
چہ جای داد و نہ بکہ نخواہم نمود اگر چہ آن نان بردار بافتادہ است و سگان نمی خوردند بسیاری
اما چون منع آغاز کردی ہمہ خلق رغبت کنند و در بند آن نان گردند و در شفاعت و شہادت
در آیند کہ البتہ خواہم کہ آن نان پنهان اگر منع می کنی بنیم علی الخصوص کہ آن نان را اگر سالی
در آستین نہی و مبالغہ و تائید می کنی و نہ نمودن رغبت شان از حد و اندازہ بگیرد
کہ اَلْاِنْسَانُ حَالِصٌ عَلٰی مَا مَنَعَ،

ہر چند کہ زن را امری کہ پنهان شود اورا دغدغہ خود را نمودن بیشتر گردد و خلق را
از پنهان شدن اور رغبت با آن زن افزون تر شود پس تو نشستہ و رغبت را از دو طرف
تیز میکنی و می پذیری کہ اصلاح کار سے می کنی و آن خود عین فساد است و اگر او را گوہری
باشد کہ نخواہد فعل بد کند و اگر منع کنی و اگر نہ کنی او بر آن طبع نیک خود و سرشت پاک خود
خواہد رفتن فارغ باش و تشویش مدار و اگر بر عکس این باشد باز ہم چنین بر طریق خود خواہ
رفتن منع خیر رغبت کردن نیست علی الحقیقت،

این مردمان می گویند کہ شمس الدین تبریزی را دیدیم ای خواجہ ما اورا دیدیم ای
عز خواہر کجا دیدی یکی بر سر بام شتری را نمی بیندی گوید کہ من سورخ سوزن را دیدم
در شستہ گزرا بیدم،

خوش گفته اند آن حکایت را کہ خذہ ام از دو چیز می آید یکی آن کہ زنگی سر انگشتان
سیاہ کند یا کورے سر از ریچہ بیرون کند ایشان ہمانند اند و نہاد باطنہای کورے سر از ریچہ
جسم قالب بدر می کنند چہ خواہند دیدن از تحسین ایشان و تفتح ایشان چہ نزد عاقل ہر دو
یکبیت چون ہر دو ندیدہ اند ہرزہ می گویند بنیای می باید حاصل کردن بعد از آن نظر کردن

و نیز چون بینائی حاصل شود ہم کی تواند دیدن تا ایشان را بناید،

در عالم چندین اولیاء اندینا و واصل، و اولیای دیگر مذکور اسے ایشان کہ ایشان
را مستوران حق گویند و این اولیاء از یہامی کنند کہ ای بار خدا از مستوران خود کی با بناتا
ایشانش نخواہند و تا ایشان را بناید، ہر چند کہ چشم بینا دارند نتوانند نشان دیدن، ہنوز
خراباتیان کہ قبح اند تا ایشان را بناید، کسی نتواند بدیشان رسیدن و ایشان را دیدن مستورا
حق را بی ارادت ایشان کی تواند دیدن و شناختن این کار آسان نیست کہ فرشتگان
نہر مانند کہ سخن نہی بحدک و نقد س لے ما ہمسہ عشق پاکیم و روحانیان
و نور محضیم، و ایشان کہ آدمیانتہ مست شکم و خوار و خون ریز و یسفاک
الدماغ،

اکنون این ہمسہ بر اسے آنست، تا آدمی بر خود لرزان
شود، کہ فرشتگان روحانی کہ ایشان را نہ مال و نہ جاہ و نہ حجابست نور محض، غذاشان
جمال خدا و عشق محض و در میان تیر چشم ایشان میان اقرار و انکار بودند، تا آدمی بر خود
بلرزد کہ وہ من چه کسم و کجا شناسم، و نیز اگر بر دی نور می بتابد، و ذوقی روی نماید ہزار
شکر کند خدائے را کہ من چه لایق ام،

این بار شما از سخن شمس الدین مہشیر ذوق خواہید یافتن، زیرا کہ بادبان کشتی وجود
آدمی اعتقادست، چون بادبان باشد با ویر بجائے عظیم برود، و چون بادبان نباشد،
سخن بہاد باشد، خوشست عاشق و معشوق میان ایشان بی تکلفی محض، این ہمسہ

لے ہم تیری حمدین تسبیح پڑھتے رہتے اور تیری ہی تقدیس کرتے رہتے ہیں، (بقرع ۴)

لے اور وہ خون بہائیگا، (بقرع ۴، ۵)

تکلفها بر آن خیر است، بهر چیز که غیر عشق است برد حرام است،

این سخن را تقریر و آدمی عظیم، ولیکن یکی است، و بسیاری باید کردن و جوئها ساختن تا بخواص دل برسد، الا قوم مولود، یا گوینده ملولست و بهانه می آورد، و اگر نه آن گو که از قوم ملالت نبرد و بول نیز زد، هیچ کس را عاشق دلیل نتواند گفتن بر حسن معشوق، هیچ کس نتواند در دل عاشق نشان دادن و لیلی که بر نقض معشوق دال باشد، پس معلوم شد که اینجا دلیل کار ندارد، اینجا طالب عشق باید شد، اکنون اگر در بیت مبالغه کنیم در حق معشوق آن مبالغه نباشد، و نیز می بینیم که مرید معنی خود را بذل کرد برای صورت،

کان نقش تو از هزاره معنی خوشتر،

زیرا هر مرید که بر شیخ آید، اول از سر معنی بر خیزد و محتاج شیخ می شود، بهاء الدین سوال کرد که برای صورت شیخ از معنی خود، بر نمی خیزد، بلکه از معنی خود بر می خیزد برای معنی شیخ

فرمود نشاید که چنین باشد، پس هر دو شیخ باشند، اکنون جهدی باید کردن که در اندرون نور حاصل کنی، تا ازین نار تشویشات خلاص یابی و ایمن شوی، انگیس که چنین نور در اندرون حاصل شد که احوالهای عالم که بدینا تعلق دارد مثل منصب امارت و وزارت در اندرون اوستی، مثال برقی می گزرد همچنانکه اهل دنیا را احوالهای عالم غیب از ترس خدا و شوق بعالم اولیا در ایشان می تابد و چون برقی می گزرد، اهل حق کلی خدا را گشته اند و روی بحق دارند و مستغرق حق اند و بهرگاه دنیا همچون شمع غنیمت روی نماید و قرار نمی گیرد و می گزرد، اهل دنیا در احوال عجبی لعکس این اند،

فصل

شریف پاسبوخته گوید،

آن منعم قدس کر جهان مستغنیست جان ہمہ اوست اور جان مستغنیست
 ہر چیز کہ وہم تو بد گشت محیط اوقبلہ آنست از آن مستغنیست

این سخن سخت رسواست نہ مدح شاہ ست نہ مدح خودائے مردک آخر ترا
 ازین چہ ذوق باشد کہ از تو مستغنیست، این خطاب دوستان را بنا شد، این خطاب
 دشمنان ست، کہ دشمن گویند کہ من از تو فارغم و مستغنیم اکنون این مسلمان عاشق و گرم رو برین
 کہ در حالت ذوق از معشوق اورا این خطاب ست کہ از تو مستغنیست مثال این آن
 باشد کہ تو نے در تون نشسته بود و میگوید کہ سلطان از من تو نیم فارغست و از ہمہ
 تو بنیان مستغنیست این تو فی مردک را چہ ذوق باشد کہ پادشاہ از تو فارغست آری سخن
 این بود کہ تو فی گوید من بر بام تو بودم سلطان گذشت اورا ثنا گفتم در من نظر
 بسیار کرد و از من گذشت و هنوز در من نظری کرد این سخن باشد ذوق دہندہ الا
 این کہ پادشاہ از تو بنیان فارغست این چہ مدح باشد پادشاہ را چہ ذوق دہد تو فی
 را ہر چیز کہ وہم تو بد گشت محیط، ای مردک خود ز وہم تو چہ خواہد گشتن جز نیکی
 مردمان از حال تو و از وہم تو مستغنی اند و اگر از وہم با ایشان حکایت می کنی منول
 می شوند می گریزند چہ باشد وہم کہ خدا از آن مستغنی بنا شد خود آیت استغنا بر اسے
 کافران آندہ است حاشا کہ بمومنان این خطاب باشد ای مردک استغنائے او

ثابتست الا اگر حالی باشد ترا که چیزی از تو مستغنی نباشد بقدر عورت تو،
شیخ محله می گفت که اول دیدست بعد از آن گفت و شنود چنانکه سلطان را هم
می بیند ولیکن خاص آن کس است که پادشاه سخن گوید،

فرمود که این کثرت و رسواست و باز گونه است موسی علیه السلام گفت و شنود و دیدار
می طلبید مقام گفت از آن موسی و مقام دید از آن مصطفی صلعم بود پس این سخن چون راست
آید؟ می فرمود یکی پیش مولانا سلطان المحبوبین شمس الدین تبریزی گفت که من بدلیل قاطع
هستی خدا را ثابت کردم بامداد مولانا شمس الدین فرمود که دوش ملائکه آمده بودند و آن مرد را
دعای کردند که الحمد لله که خدای ما را ثابت کرد، خدا اش عمو داد، در حق عالمیان تقصیر
کرد ای مرد ک خدا ثابتست او را چه دلیل می باید اگر کاری می کنی خود را بر تبه و مقامی
پیش او ثابت کن و اگر نه بی دلیل تو او ثابت است، و ان من شیء الا یسبح بحمده،

درین شک نیست که این فقیهان زیرک اند، و ده اندر ده می بینند و رفتن خود، و
لیکن میان ایشان و آن عالم دیواری کشیده اند برای نظام بچوز و لایچوز، که اگر آن
دیوار حجاب شان نشود، هیچ آن را نخواهند، و از کار معطل مانند و نظیر این مولانا بزرگ
مثال فرمود که آن عالم مثال دریای است و این عالم مثال کف و خدای عزوجل
خواست که کف را معمور دارد، قومی را پشت بدریا کرد، برای عمارت کفک، اگر
ایشان یا این مشغول نشوند، خلق همدیگر را فنا کنند، و از آن خرابی لازم آید، پس خیمه نیست
که زده اند برای شاه، قومی را برای عمارت این خانه و خیمه مشغول کرده اند، یکی می گفت
اگر من میخ نه سازم طناب را کجا بندد آن دیگر می گوید که من اگر طناب نساختم خیمه چون

سایه خاشیه او بر گذر چکا،

ایستاد چون ہمہ کس دانند کہ این ہمہ بندگان آن شاهند، کہ درخیمه خواہد شستن، و تفرج مشق
خواہد کردن، پس اگر جو لایہ ترک جو لایگی کند برای طلب وزیری، ہمہ عالم برہند و عور بمانند
پس اور اور آن شیوہ ذوقی بخشند، کہ بدان خرسند شدہ است پس این قوم را برای نظام
عالم کفک آفریدہ اند، و عالم را برای نظام آن ولی خنک آن کہ عالم را برای نظام او آفریدہ
باشند، نہ اورا برای نظام عالم، پس ہر یکی را اور آن کار خدای عزوجل خرسند می و خوشی می بخشند
کہ اورا صد ہزار سال اگر عمرش باشد بہمان کاری کند و ہر روزی عشق او در آن کار بیشتر میشود
ویر اور آن پیشہ و قیقامی زاید و لذتہا از آن می گیرد کہ *وَ اِنَّ مِنْ شَيْءٍ اِلاَّ يُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ*
طناب گر را تسبیح دیگر و میخ ساز را تسبیح دیگر و ہر ساز را او جامہ بافت را تسبیح دیگر و او ایما
را کہ درخیمہ شستہ اند و عشرت می کنند تسبیح دیگر،

اکنون قوم بر ما می آیند اگر خاموش می کشیم ملول می شوند و می رنجند و اگر چیزی می گوئیم
لایق ایشان می باید گفتن، پس می رنجند و ہر دو مرتبہ می زنند کہ از ما ملولست و می گیرند و ہر
از دیگر کی گیرند و الا دیگر می گیرند و طاقت ندارد پس گر بختن آتش و ہریم گر بختن نیست بل
اورا چون دید کہ ضعیف است از نوے دور می شود پس در حقیقت علی کل حال دیگر می گیرند
پس گر بختن ما گر بختن ایشان است، ما آئینہ ایم اگر در ایشان گیرند نیست در ما ظاہری شد
ما برای ایشان می گیریم، آئینہ آن است کہ خود را دور می بینند، اگر بار ملول می بینند
از ملالت ایشان است، بہر آنکہ ملالت صفت ضعیف است این جا ملالت ننگزد، و ملالت
چہ کار دارد

مراد گر ما بہ افتاد کہ شیخ صلاح الدین را تواضعی زیادت می کردم، و شیخ

صلاح الدین تواضعی بسیار می کرد و در مقابلہ آن تواضع شکایت کردم، در دلم آمد

کہ تو تواضع را از حد می بری، تواضع بتدریج باید، اول دستش بمالی، بعد از آن باندک اندک بجای برسانی که آن ظاہر نہ شود و نہ نماید، و خو کرده باشد، لاجرم بنایدش و ز رحمت افتاد و عوض خدمت را خدمت کردن چون بتدریج اورا خوگر آن تواضع کرده باشی، دوستی را چنین دوستی را چنین باید کردن، اندک اندک بتدریج مثلاً و ستمی را اندک اندک اول نصیحت بدی و اگر نشود ویرا از خود دور کنی و اگر ہم نہ شود آنگہ ویرا بزنی در قرآن می گوید قَعُظُوهُنَّ وَاجْعُوهُنَّ فِي الْمَصَاجِعِ وَاصْبِرْ لَهُنَّ ۖ

و کارهای عالم بدین سان می رود یعنی صلح و دوستی بہار را در آغاز اندک اندک گرمی نماید و آنگہ بیشتر و در درختان نگر اندک اندک پیش می آیند، اول تسمی آنگہ رختها از برگ و میوہ پیدا می کنند و صوفیان ہمہ را در میان می نهند و ہر چہ دارند جملہ را در می بازند پس کارهای عالم را دقتی را جملہ را ہر کہ شتاب کرد و در اول کار مبالغہ نمود آن کار میسر او نشد اگر ریاضتست طریقتش چنین گفتہ اند کہ اگر منی نان می خورد ہر روز می درم شکی کم کند بتدریج چنانکہ سالی دو بر و بگزرد تا منی را نیم من رساند چنان کم کند کہ تن را کمی آن نماید و ہم چنین عبادت و خلوت در آوردن بطاعت و نماز اگر بکلی نماز نمی کرد چون در راہ حق در آید او مدتی پنج نماز را آنگہ دار و بعد از آن زیادت می کند، تا فی صلواتہ دائمون ۛ

فصل

والہ صل ان یحفظ ابن چاوش حق الشیخ صلاح الدین حفظا فی الغیب لاند

لے "پس ان کو سمجھاؤ، پیران کے ساتھ تجوازی ترک کر دو، پھر انہیں مارو" (نثار، ع ۶)

لے وہ نماز میں ہمیشہ رہتے ہیں "کلام مجید کے الفاظ یون ہیں، علی صلواتہم دایم" (مساجع، ۱)

سأبما ينفعه، وينافع منه هذه الظلمات والعشاوية هذا ابن چاوش، أما يقول
في نفسه؟ إن خلقا من الناس قد تكاثر بلادهم وأبائهم أمهاتهم وأهليهم وقبائلهم
وعشائرهم، وسافروا من الهند إلى السند، وعملوا من رابيل من الحديد حتى
تقطعت سبما النقر اسراجا له، لم يجتأ من ذلك العالم وكم من أناس ما توافي هذا
حسنا وصافيا وأومالا قواما مثل هذا الرجل، أما أنت فقد أقيمت في بيتك حاضرا
مثل هذا الرجل وتولى عنه، ما هذا إلا بلا عظيم وغفلة،

ولم ير مولانا ينصحني في حق شيخ المشايخ صلاح الحق والدین خلد الله ملكه
أنه رجل عظيم، وأقل الأشياء أني ما سمعت مولا ناطق بل يوم دخلت في خدمته ليمسني
بالي ما من إلا يا مولا باسم سيدنا ومولانا وفارسنا بنا وخالصنا وغير هذه العبارات،
..... ليس

إن أعاضه الفاسدة قد حجب عن هذا، فالיום يقول في الشيخ صلاح الدين أنه ما
لشيء أليث عمل الشيخ صلاح الدين من الأساءة في حق غير أنه يرا لا تقع في الحب فيقول
له لا تقع في الحب، لتفقت عليه وعلى سائر الناس، وهو يكمل ذلك لتفقت، لأنك
إذا فعلت شيئا لا يرضى به صلاح الدين كنت في وسط قهرة وإذا كنت في قهرة فكيف
يتجلى، بل كلما راحت نقشي وتسود من دخان جهنم فيصحك، ويقول لك، لا تسكن
في قهري وانتقل من دار قهري وغضبي إلى دار لطفی ورحمتی
لأنك إذا فعلت شيئا يرضي غضبي دخلت في لطفی فمنه يتجلى فواذك، وتصير
لنسانيا إنما ينصحك لأجل غرضك وخيرك وأنت تأخذ تلك الشفقة
واللينحة من غرض، اليس يكون لمثل ذلك الرجل إليك

(ومن) غرض او حد او آية، ليس انك اذا حصل لك ذوق ما من شيء حرام
او من حشيش او من سماع او من سلب من الاسباب في تلك الساعة
تترحم عن كل حد و آية وتغنى هم وتميل ان تبوس اسبابهم وايد يهم والكاذب
والمن من كل هذه ليستويات من تلك الساعة في نظرك ويحمد ان

فالشيخ صلاح الدين انما هو اصل هذا الذوق والذوق (كلها) عندك فكيف
يكون له بغض الى احد او غرض مع الله انما يقول هذا شفقتي
على العباد ومسامحة عليهم، لو كان لك فليس ما يكون منه غرض الى
هؤلاء الجراد والصفاء دعم لمن يكون له ذلك الملك وتلك العظمة، اليس
ليستوى هؤلاء المساكين ليس ان ماء الحياة كما قالوا انه في الظلمات انما هي
اجسام الاولياء وماء الحياة فيهم ولا تقدر ان تلقى ماء الحياة الا في الظلمات
فان كنت تكسر هذه الظلمات وتنتفض منها فكيف يصل اليك ماء الحياة
اليس انك اذا طلبت ان تتعلم الخنافس من الخنثين او القويبة من القباب
ما تقدر ان تتعلم ذلك الا ان تتحمل الف مكسوة، وضرب وخلافات ^{تلك} اشد
حتى تفوت بجما تريد، وتتعلم ذلك فكيف تريد تحصيل حياة باقية
مسديتة وهي مقام الانبياء والاولياء ولا يحجى اليك مكسوة
ولا تترك بعض ما عندك، كيف يصير هذا، لا يحكم عليك الشيخ
مثل ما حكمت مشايخنا الاولون ان اترك المرأة والاولاد والمال
والمنصب بل كانوا يحكمون عليهم ويقولون اترك امرائك حتى
تأخذ نكح وكانوا يتحملون ذلك، وانتم، اذا انحكم بشيء يسير ما لكم

لا تتحملوا عشی ان تکرهوا شیاً وهو خیر لکم، الیش یقول هو لاء الناس، قد
غلب علیهم العی والجمل، وما یتاملون ان العجل اذا عشق صبیاً او املاً
نکیف یتخفف بها ویتدل، ولقد ی السال حتی یجد عما یبذل
بجهوده فتدرد الیه لطیب قلبها نیلاً ونفاً سراً الا یقل
من هذا وتحمل من غیر هذا، فان كانت محبته للشیخ
ومحبته لله، اقل من هذا، ویتروک الشیخ لادنی حکم او
نصیحة او دلال وبعرض عنه، فاعلم بانہ لیس بعاشق
ولا طالب، ولو کان عاشقاً وطالبا للتحمل اصناف ما قلنا
وکان علی قلبه، الذ من العسل والسکر،

فصل

فرمود که جانب توقان می باید رفتن، که آن طرف گرم سیر است، انطاکیه اگر چه
گرم سیر است، اما آنجا اغلب رویا بتد، سخن ما را فهم نه کنند، اگر چه در میان رویان نیز کسان
هستند که فهم می کنند، روزی سخن می گفتم میان جماعتی، هم جماعتی از کافران بودند، در میان
سخن می گریستند، و متذوق می شدند، و حالت می کردند،

یکی سوال کرد که ایشان چه فهم کنند، این جنس سخن را از مسلمانان گزیده از هزار یک
فهم کند ایشان چه فهم کردند که می گریستند،

فرمود لازم نیست که بنفس این سخن را فهم کنند آنچه اصل این سخن است آن را

فہم می کنند آخر ہمہ مقررند بیگانگی آن خدا که خالق است و رزاق است و در ہمہ مقصود و رجوع بوی است و عقاب و عفو از دست، چون این سخن را شنیدند این سخن وصف حق است و ذکر است پس جمله را اضطراب و ذوق و شوق حاصل شد، که ازین سخن بوی مطلوب و معشوق ایشان می آید، اگر راهها مختلف است اما مقصود یکسبت، یعنی مبنی که راه بکعبه بسیار است بعضی از روم و بعضی از شام و از بر و بحر پس اگر در راهها نظر کنی اختلاف عظیم و مباینست بی حدست، اما چون بمقصود نظر کنی ہمہ متفقند و در و نہار ایکعبه را بتا طلی عظیم است که آنجا خلائی نمی گنجد، آن تعلق نہ کفرست و نہ ایمان، یعنی آن تعلق مشوب نیست بآن راههای مختلف که لغتیم چون آنجا رسیدند آن مباحثه و جنگ و اختلاف که ہمہ دیگر را باطل و مبطّل می گفتند منقطع شد چون بکعبه رسیدند معلوم شد که آن جنگها در راه بود و دیدند که مقصود یکسبت،

مثلاً اگر کاسه را جان بودی بنده کاسه گر بودی، و با وی عشقها با ختی، اکنون این کاسه را که ساخته اند بعضی می گویند که این را چنین می باید بر خوان نهادن، و بعضی می گویند اندرون او را می باید نشستن، و بعضی بیرون او را، و بعضی مجموع کاسه را، بعضی می گویند حاجت نیست نشستن اختلاف درین چیزهاست، اما آنک دانند که کاسه را صانعی هست و از خود نشده است متفق علیہ هست، و کس را درین هیچ خلافت نیست، اکنون آدمیان در اندرون دل از روی باطن محب حق اند و طالب او بند و نیازید و دارند و چشم داشت ہر چیزے از و دارند و غیر حق را مقصود و قادر بر اشیاء نمی دانند این چنین معنی نہ کفرست و نہ ایمان و آن را در باطن نامی نیست اما چون از باطن سوی ناودان زبان آب آن معنی روان شود و افشردہ شود نقش و عبارت گردد و حاو دال گردد و اینجانش کفر و ایمان و نیک و بد می شود و ہمہ بچیان کہ نباتات کہ از زمین می رویند در ابتدای خود صورتی ندارند

و چون روی باین عالم می آرند در آغاز کار لطیف و نازک می نمایند و سپید رنگ چندانکه درین
عالم قدم پیش می نهند، و سومی عالم می آیند کثیف و غلیظ تری گردند، و رنگی دیگری گیرند
اما چون مومن و کافر بهم نشینند چون بعبارت چیزی بگویند یگانه اند و بر اندیشه گرفت
نیست و درون عالم آزاد نیست زیرا اندیشه لطیف اند بر ایشان حکم تواند کرد و بخن
فکم بانظاہر اللہ بتولی المسکآن اندیشه ارا که حق تعالی پدید می آرد در تو، تو نتوانی آنرا
بصد هزار لاجول و جهد از خود دور کردن، پس آنچه می گویند خدا را آلت حاجت نیست،
راستست، نمی بینی آن تصورات و اندیشه را در تو چون پدید می آرد بی آلتی و بی قلمی درنگی
آن اندیشه ها هم چون مرغان هوایی و آهوان وحشی اند که ایشان را بیش از آن که بگیرد
و قفس مجوس کنی و فروختن ایشان از روی شرع روا نباشد زیرا که مقدور نیست مرغ هوایی
را فروختن زیرا که در مع تسلیم شرطست و چون مقدور تو نیست چه تسلیم کنی پس اندیشه ها مادام
که در باطن اند بی نام و نشان و بر ایشان حکم توان کردن نه به کفر و نه به اسلام هیچ قاضی
گوید که تو اندرون چنین اقرار کردی یا چنین بیح یا سوگند بخور که در اندرون چنین اندیشه کردی
نه گوید زیرا کس را بر اندرون حکمی نیست،

اندیشه ها چون مرغان هوا اند چون در عبارت آمدند بعد از آن توان حکم کردن بکفر
و به اسلام و به نیک و بد همچنان که اجسام را عالمیست و تصورات را عالمیست و تخیلات
و توهمات را عالمیست، و حق تعالی و رای همه عالمهاست، نه داخل و نه خارج، اکنون
تصرفات حق و درنگ درین تصورات، که چون این بار ایچون و چگونه بی قلم و آلت مصور می
آخرا آن خیال و تصورات را اگر نطلبی و سینہ را بشکافی و ذره ذره کنی آن اندیشه را نیابی
در خون نیابی و در رگ نیابی، بالا و زیر و هیچ جزو نیابی به جهت و بیچون

و چگونه و ہم چنین بیرون نیز نیایی چون تصرفات او درین تصورات بدین لطیفی است
که بی نشان است پس او که آفریننده این همه است، بگر که چگونه بی نشان باشد و چه لطیف
لطیف لطیف خواهد بود، چنانکه آن قابله نسبت بمعنی اشخاص کثیف اند این معانی
لطیف به چون و چگونه نسبت به باری تعالی اجسام و صورت کثیف اند، بیت

ز پرده با اگر آن روح قدس بمویدی عقول و روح بشر را بدن شمر ویدی

و حق تعالی در عالم مصورات نگیرد، و نه در هیچ عالمی، که اگر در عالم تصورات بگیرد، لازم
آید مصور بر او محیط باشد، پس او خالق تصورات نباشد پس معلوم شد که او درای همه تصورات است
لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ سَوْلهُ الدِّیَالِ الْحَقِّ لِلَّهِ خَلْقَ الْمَجْدِ الْحَمْدُ لِلَّهِ هَمَّ مِی گویند که در
دریم بعضی گویند که انشاء اللہ دریم اینها استنای می کنند عاشقانند زیرا که عاشق خود را پر کار و مختار ندانند و در کار معشوق را وادارند
پس می گویند، اگر معشوق خواهد در آیم اکنون مسجد حرام پیش اہل ظاہر کعبہ است، پیش عاشقان
و خاصان وصال حقست، پس می گویند اگر خدا خواهد تو می برسم، و بیدار مشرف شویم اما
آنکه معشوق گوید ان شاء اللہ آن نادر است و حکایت آن غریب است، غریبی باید تا حیات
غریب بشنود و تواند شنیدن،

خدا را بندگانه که ایشان معشوق محبوبند حق تعالی طالب ایشان است، و ہر چه ظریف
عاشقان است، او برای ایشان می کند، و می نماید، همچنان کہ عاشق می گفت انشاء اللہ بریم
حق تعالی برای آن عزیز انشاء اللہ می گوید اگر بشرح آن مشغول شویم، اولیای واصل سر شرف
گم کنند، پس چنین اسرار بخلق چون توان گفتن،

قلم این جا رسید و سرشکست

۱۰ خدا نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر خدا چاہے گا، تو مسجد حرام میں داخل ہوگا (فتح مع ۴)

یکی کہ شتر را بر منارہ نمی بیند تار موی در دهن شتر چون بیدار آیدیم بحکایت اول اکنون
عاشقان کہ انشاء اللہ می گویند یعنی پر کار مستشوق است اگر مستشوق خواهد بکعبہ در آئیم ایشان غرق
حق اند آنجا غیر نمی گنجد و یا و غیر حرام است چہ جامی غیر است کہ خود را تا بخو نکند و آنجا نگنجد
لیس فی الداسان غیر اللہ

اکنون این کہ می فرماید رسولہ الرد یا خواہای عاشقان و مشتاقان و صادقانست
و تعبیرش در آن عالم پیدا شود بلکہ احوال جملہ عالم خواب مست تعبیرش در آن جهان پیدا شود
ہیچنانکہ خوابی می بینی کہ سوار می بر اسب برادر سی اسب برادر چہ نسبت دارد اگر بینی کہ
کہ تو در ہماوردست دادند تعبیرش سخنامی نیک از عالمی بشنوی ورم سخن چہ ماند بچنین کہ گفتیم
احوال ہمہ عالم خواب است الدینکلمہ الذائقہ تعبیر باش در آن عالم دگرگون باشد کہ
کہ باین مانند آن را معتبر الہی تعبیر کنند برادر ہمہ مشکوفست ہیچان کہ باغبانی و دربار و آید
بر درختان نظر کنند بی آنکہ بر شاخہا میوہ بیند حکم کند کہ این خرماسست و آن انجیر و آن انار
و غیرہ چون علم آن را دانستہ است حاجت قیامت نیست کہ تعبیر ما را بیند کہ چہ شد و آن
خواب چہ نتیجہ ادا و دیدہ است پیشین کہ چہ نتیجہ خواهد داد بچنین کہ باغبان پیشین می بیند
کہ البتہ این وخت چہ میوہ خواهد داد ہمہ چیزهای عالم از مال و زن و جامہ (و املاک
و اسباب) مطلوب بغیرہ است مطلوب لذاتہ نیست نمی بینی کہ اگر صد ہزار درم ترا باشد و
گر سنہ باشی و نان نیابی ہیچ درم آن درم را خوردن و غذا می خورد کردن و تن براسے
فرزندست و قضا می شہوت و جامہ برای دفع سرماست و بچنین جملہ چیزها مسلسل است تا بحتی
حل شانہ اوست کہ مطلوب لذاتہ است او را برای او خواهد فی براسے چیز و گر کہ چون او را
ہمہ است و بہ از ہمہ و شریفتر و لطیفتر از ہمہ پس او را برای کم از و چون خواہند پس الیہ المنتہی

و چون بحق رسیدند مطلوب کلی رسیدند از آنجا و گزشت

این نفس که آدمی محل شبهه و اشکالست هرگز بهیچ وجه از و نتوان شبهه و اشکال را
برداشتن مگر که عاشق شود بعد از آن در و اینها مانند حبسک المنی یعنی و یصمم البیس چون
از ادم را سجود نکرد و مخالفت امر نمود گفت خلقتی من نامح خلقه من ذات من از انار
و ذات او از طین چون شاید که اعلی او فی را سجود کند چون البیس را بدین جرم و تقابلی
نمودن و با خدا جدال کردن لعنت کرد و دور کرد گفت یارب آه همه را تو کرده و فتنه
تو بود مرا لعنت می کنی و چون ادم گناه کرد و حق تعالی از بهشتش بدون آورد و با ادم گفت
ای ادم چون من بر تو گرفتیم بگناه یکدیگر کردی و ترا از جرگه مردم چو این بخت نکردی آخر ترا
حجت بود با من می گفتمی همه از دست و تو کردی هر چه تو خواهی آن شود هر چه نخواهی خود نبود
نیاید این چنین حجت راست مبسین واقع داشتی چرا گفتی گفت یارب می دارم لیکن
ترک ادب نتوانستم کردن حضرت و عشق نگذاشت که مواخذه کنم

فرمود که این شرع مشرع است یعنی آبتخوار، مثالش همچنان است که در دیوان
پادشاه در احکام پادشاه از امر و نهی و عدل و سیاست عامه او خاص را و احکام دیوان
پادشاه بی حدست در شمار نتوان آوردن و عظیم خواب است و بر فائده توام عالم بدانت
اما احوال در دیشان که فقر و مصابت است با پادشاه دانستن علم احکام کو و دانستن علم حاکم
کو از دانستن علم حاکم ما مصاحبت پادشاه فرقی نیست اصحاب و احوال ایشان همچون مدرس
است که در او فقیهان باشند بهر فقهی را مدرس بر حسب استعداد او جای می دهد یکی داده
یکی را بیت یکی را ای مانیر سخن را بقدر هر کس استعداد او می گوئیم کلمه لاس علی قدس اعقو لهم

له حاشیه او که گزشت چکا

فصل

ہر کسی این عبادت را بنیہ کند، یا برای اظهار کریمے، یا برای نامے، یا برای ثواب
 و حق تعالیٰ را مقصود رفع مرتبہ اولیا و تعظیم تربت و مقابله ایشان است، ایشان بخود تعظیم محتاج
 نیستند، و در نفس خود معتمد، چراغ اگر می خواهد که اورا بلند می نهند، برای دیگران می خواهد، نه برای
 خود، اورا چه زیر چه بالا، ہر جا کہ ہست چراغ منورست، الامی خواهد کہ نور او بہ دیگران برسد
 این آفتاب کہ بالای آسمان ہست، اگر زیر باشد ہمان آفتاب ہست، الا عالم ہماریک ماند
 پس او بالا برای خود نیست، برای غیرست، حاصل ایشان از بالا و زیر و تعظیم خلق منترہ
 اند، ترا کہ ذرہ ذوق و لمعہ لطفت آن عالم بردی می نماید آن لحظہ از بالا و زیر و خواہی و بندگی
 و از خویش نیز کہ از ہمہ نزدیک ترست بیزاری شوی، دیادت نمی ماند، ایشان کہ معدن
 اصل آن نور و ذوق اند، مقید زیر و بالا کے باشند، مغافرت ایشان بحق است و حق از زیر و
 بالا مستغنیست، این زیر و بالا ما راست کہ پاوسرواریم،

رسول علیہ السلام می فرمود کہ لا تفضلونی علی یونس بن متى بان کان عاصیا
 فی البطن الحوت و عسیحی کان فی السماء علی العرش یعنی مرا اگر تفضل نہید برو، ازین رو منہید
 کہ عروج او در بطن حوت بود، و مرا بالاے آسمان، کہ حق تعالیٰ نہ بالاست و نہ
 زیر، بجائی بالا ہمان باشد، و در زیر ہمان، و در بطن حوت ہمان اواز بالا و زیر منترہ

۱۰ مجھے یونس بن متی پر برتری نہ دو، کہ ان کی معراج بطن ماہی میں ہوئی اور
 میری معراج آسمان عرش پر ہوئی، حدیث نبوی میں صرف اتنا طاب ہے کہ مجھے
 یونس پر برتری نہ دو، آگے مولانا نے غالباً اس کی شرح کر دی ہے،

بر او ہمہ کیست

بسیار کسان هستند که کار با می کنند، غرضشان چیز دیگر، و مقصود حق چیز دیگر
 چون خدا خواست که دین محمد معظم باشد و ظاهر شود و تا ابد الدهر بماند، بنگر که برای قرآن
 چند تفسیر ساخته اند، ده ده مجلد، و هشت هشت مجلد و چار چار مجلد، غرضشان اظهار فضل خوشتن،
 کثافت راز مخشری بچین و قائل خود لغت و عبارت فصیح تصنیف کرده است، بر
 اظهار فضل خود تا مقصود حق حاصل می شود و آن تعظیم دین محمد است، پس همه گان نیز کار
 حق می کنند، و از غرض حق غافل، و ایشان را مقصود دیگر، حق می خواهد که عالم بماند، ایشان بشو
 مشغول می شوند، و بنه شهوت می رانند برای لذت خود، از آنجا فرزند پیدا می شود، و آن
 سبب قوام عالم می گردد، پس حقیقت بندگی حق بجای می آرند، الا ایشان بآن نیت نمی کنند،
 و همچنین مساجد می سازند و چندین خر بها که می کنند، و در سخن و سفت آن بالا اعتبار قبله راست
 و مقصود معظم قبله است و تعظیم آن افزون می شود، هر چند که مقصود ایشان آن نبود،
 این بزرگی او یا از روی صورت نیست ای واللہ ایشان را بالائی و بزرگی هست
 ایایچون و چگونه آخر این درم بالائے پلست، بالائی او از روی صورت نیست، بلکه تقدیر
 اگر نقره بر بام نمی وزر رازیر قطعاً ز بالا باشد علی کل حال، و لعل و در بالائی ز را، خواه
 زیر خواه بالا، و بسوس بالائی غریب است و آرد زیر، بالا چه باشد، قطعاً آرد باشد، اگر چه زیر
 له شوی، و ترم تفسیر حدیث که لا تفضلونی علی یونس بن ماتی

گفت پیغمبر که معراج مرا	نیت بر معراج یونس آیتها،
آن من بالا، و آن اولی شیب،	زانکه قرب حق بدون هست از حسیب،
قرب حق ز زیر و بالا رفتن است،	قرب او از حسیب مستی رستن است،

پس بالائی از روی صورت نیست، در عالم معانی چون آن گوهر در دست، علی کل حال او بالاست،

فصل

شخصی در آمد فرمود که او محبوب است و متواضع و این از گوهر دست همچون شاخی که میوه اش بسیار باشد، آن میوه او را فرو کشد، و آن شاخ را که میوه نباشد سر بالا دارد و همچون سپند از چون میوه از حد بگذرد، ستونها نهند تا بکلی فرو نیاید پیغامبر علیه السلام متواضع بود زیرا میوه های عالم اول و آخر بر وجه بود لا جرم از همه متواضع تر بود مابقی رسول الله احدی اسلام گفت کسی هرگز پیش پیغمبر سلام نگفت زیرا او پیش روی کردی از غایت تواضع و اگر تقدیر اسلام پیشین بود هم متواضع او بودی و سابق در سلام او بودی زیرا اسلام را از دامن خفته و از شنیده هر چه دارند ادیان و آخریان همه از عکس او دارند و سایه او پیدا اگر سایه یکی در خانه پیش از دور آید در حقیقت پیش او باشد اگر چه سایه سالبست بصورت آخر سایه که از دسابق شد فرع است و این اخلاق از اکنون نیست از آن وقت در ذرات آدمی آدم در اجزای او، این ذرات بودند بعضی روشن بعضی نیم روشن بعضی تاریک این ساعت آن پیدایمی شود اما این تابانی و روشنی سالبست و ذرات او در آدم از همه صافی تر و روشن تر و متواضع تر بود،

بعضی اول نگرند و بعضی آخرین ها که آخر نگرند عزیز ترند و بزرگند زیرا نظرشان بجاقت است و با خیرت و آنها که با اول نظری کنند خاص ترند می گویند چه حاجت است که با آخر نظر کنیم چون گندم کشته اند در اول جو نخواهد رستن و آن را که جو کاشته اند گندم بر نیاید پس نظر ایشان در اول است و قومی دیگر خاص ترند که نه به اول نظر دارند و نه به آخر ایشان را از اول و آخر یاد نمی آید غرق حقیقت و قومی دیگرند که ایشان غرق در دنیا با اول و آخر نمی نگرند از غایت

غفلت ایشان غفلت دوزخ اند پس معلوم شد که اصل محمد بوده است که لولاك لما خلقت الافلاك
 و هر چیزی که هست از مشرف و تواضع و حلم و مقامات بلند همه بخشش اوست و سایه اوست بر او
 از پیداشده است همچنانکه هر چه این دست کند از سایه عقل کند زیرا که سایه عقل بر اوست،
 هر چند که عقل را سایه نیست اما او را سایه هست بی سایه همچون که معنی را هستی هست بی هستی
 اگر سایه عقل بر آدمی بتا شد همه اعضای او معطل شوند دست بهنجار نگیرد و پا راست رفتن نتواند
 چشم چیزی نبیند گوش کر شود پس بسایه عقل این اجزا کار با بهنجاری کنند و لائق بجای می آرند
 و در حقیقت آن همه کار با از عقل می آید اعضا آلت اند چنین آدمی باشد عظیم خلیفه وقت همچون
 عقل کل است عقول مردم همچون اعضای دیند هر چه کنند از سایه او باشد و اگر از ایشان کثرتی
 بیاید از آن باشد که آن عقل کل سایه از ایشان برداشته باشد چنانکه مردی چون دیوانگی آغاز
 کند و کارهای ناپسندیده پیش گیرد و همه را معلوم گردد که عقل از سر او رفته است و سایه برو نمی
 افکند و از سایه و پناه عقل دور افتاده است،

عقل جنس ملک است اگر چه ملک را صورت هست و پروبال هست و عقل را نیست
 اما در حقیقت یک چیزند و یک فعل می کنند و یک طبع دارند بصورت نظری باید کردن چون
 درین معنی یک فعلند مثلاً صورت ایشان را اگر بگردانی همه عقل شود و هیچ از پروبال چیزی
 بیرون نماند پس دانستیم که همه عقل بودند اما مجسم شده و ایشان را عقل مجسم گویند همچنان از موم
 مرغی سازی با پروبالها آن همان موم باشد چون می گذارانی همان موم می شود و پروبالها
 و پروبال پس دانستیم که موم همان است و مرغی که از موم سازند همان موم است مجسم نقش گرفته
 و همچنین یخ آب است اگر بگذارد آب محض باشد اما پیش از آن که یخ نه شده بود کس آن را

له حاشیه او پر گذر چکا،

دردست نتوانستی گرفتن پس فرق پیش ازین نیست که آب نامصنوع تصور شده است،
 احوال آدمی همچنان است که پرفرشته را آورده اند و بر دم خری بسته تا باشد که آن
 از صحبت فرشته فرشته شود زیرا ممکن است که خرم برنگ او شود و ملک گردد،
 از خرد پر داشت عیسی بر ملک پدید آمد
 گر خورش را نیم پر بودی نماندی در خری
 و چه عجب است که آخر آدمی شود خدا قادر است بر همه چیز با آخر این طفل که اول می زاید از خرد
 برست دست در بنیاست می کند و بد با ن می برد و خرابی نماند می نوعی متبر است وقتی که بول
 می کند پا بر ایا می کند تا بول بر او بچکد چون آن طفل را که از خرد برست حق تعالی آدمی
 با فهم و ادراک می کند خرد اگر آدمی کند چه عجب پیش خدا هیچ چیزی عجب نیست،
 در قیامت همه اعضای آدمی یک یک جدا جدا سخن گویند،

فلسفیان این را تاویل می کنند، دست سخن چون گوید، مگر بر دست علامتی و نشانی پیدا
 شود که آن بجای سخن باشد، آنچنان که ریشی یا دلی بر دست بر آید، توان گفتن که دست خبر
 می دهد، که کرمی خورده ام، یا دست مجروح باشد و سیاه گشته گویند دست سخن می گوید که بر من
 کار در سیده است یا بر ویکی سیاه رسیده است، سخن گفتن اعضا بدین طریق باشد سنیان
 گویند که حاشا و کلا بلبک آن دست و پا محسوس در سخن آیند چنانکه زبان گوید در روز قیامت
 آدمی منکر شود که من ندیده ام دست گوید آری و ندید می من بستم بر زبان فصیح آن شخص
 رو بدست و پای خود کند که شام سخن گوی بنوید سخن چون می گویند گویند که انطقنا الله الذی
 انطق کل شیء له مرا آنکس در سخن آورد که همه چیز را در سخن می آورد و در دیوار و سنگ و کلوخ
 را آن خالق که همه را نطق می بخشد مرا نیز نطق بخشد چنانکه زبان تر از نطق آورد زبان تو گوشت

له ۱۱ هم کوس خدا نه گو یا کرد یا جوهر فرشته گو یا بی بخشاست، (هم سجده ۲۷)

پارہ دوست من گوشت پارہ سخن گفتن زبان کہ گوشت پارہ است چون معقول است اما
از آنک بسیار دیدے ترا محال نمی نماید، و اگر نہ نزد حق زبان بهمانہ است، چون فرمودش
سخن گو می سخن گفت و ہر چہ امر کند سخن گوید سخن بقدر آدمی می آید،

سخن ما چون آبیت کہ میزاب آن را روان می کند، آب چہ داند کہ اورا میزاب
کجا و بکدام دشت روان کرده است، در گلزار می و یا سبزہ زاری، این دامن کہ چون آب
بسیار آید آنجا زمینهای تشنہ بسیار باشد و اگر اندک آید دامن کہ زمین اندک سست باغچہ است
یا چار دیواری کو چاک یلقن اللہ الحکمۃ علی لسان العظیم بقدر ہم المستعین من کفش
و وزم چرم بسیار است الا بقدر پا برہم و دوزم،

قائش چند بود چند دامن

سایہ تخفصم داندازہ او

حبونا نکست کہ آن در زمین می زید و در ظلمت می باشد اورا چشم و گوشت نیست پیرا
در آن مقام کہ او باشد محتاج چشم و گوش نیست چون باین احتیاج نداشت نیست کہ خدا را چشم و گوش
کست یا تجلی هست الایز می بہ حاجت دہد چیزی کہ بے حاجت دہد بر دبار باشد حکمت و
لطف و کرم حق بار بر می گیر و کسی بار کی ہند مثلاً آلت تجارت بخاطر دہی کہ بدین کار کن بر دبار
گرد و چون بآن کار نتواند کرد و ن پس چیزی را بجا جت دہد،

ہچنان کہ آن کرمان در زیر زمین در آن ظلمت زندگانی می کنند، خلقا نند در ظلمات این
عالم قلع و راضی اند و محتاج آن عالم و مشتاق دیدار نیستند آن چشم بصیرت و گوش و ہوش ایشان
را بچہ کار آید کار این عالم باین چشم حس کہ دارند بر می آید و عزم آن طرف ندارند آن بصیرت
بایشان چون دہند بکارشان نمی آید،

کامل صفقان بے نشان نیز نیستند

ما ظن نبری کہ رہ روان نیز نیستند

زین گونه که تو محرم اسرار نه
می پنداری که دیگران نیز نیند
اکنون عالم بغفلت قائم است و اگر غفلت نباشد این عالم نماند شوق حق و یاد آخرت
وسکر و وجد، معمار آن عالم است، اگر همه رو نماید بکلی به آن عالم رویم و اینجا نمانیم و حق می خواهد که
اینجا باشیم تا دو عالم باشد پس و د که خدا را نصب کرد یکی غفلت و یکی بیداری تا هر دو
خانه مملو بماند،

فصل

فرمود لطفهای شما و سعادت تربیتها که می کنید حاضر او غایب من اگر در شکر و تعظیم و عذر
خواستن تقصیری کنم ظاهراً بنابر کبریت یا بر فراغت یا بی وایم حق منعم را که مجازات می باید
کردن بقول فعل و لکن دانسته ام از عقیقه پاک شما که شما آن را خالص بر اے خدای کنی
من بجز احوال می کنم تا عذر آن را هم او خواهد چون برای او کرده که اگر من بعد از آن مشغول
شوم در زبان اکر ام کنم و مدح گویم چنان باشد که بعضی از آن اجر که حق خواهد داد و بشما سپرد
و بعضی مکافات رسید این تو انصهار و عذر خواستن و مدح کردن حظ دیناست چون در دنیا
رنجی کشیدی مثل بزل مال و بزل جاهی آن به که کلی عوض آن از حق باشد بهت این عذر
نی خواهم بیان آنکه عذر خواستن حظ دیناست زیرا مال را نمی خورند و مطلوب عین نیست مال
ست دغلام و کنیزک می خرند، و منصب می طلبند تا ایشان را مدها و ثناها گویند پس دینا
خود آن است که او بزرگ باشد و محترم، و او را ثنا و مدح گویند

شیخ نساج بخاری مردی بزرگ بود و صاحب دل و دانشمندان و بزرگان نزد او
شدند و زیارت و بدو زانو نشستند و شیخ امی بود، می خواستند که از زبان تفسیر قرآن

و معنی حدیث بشنوندن گفت من تازی نامی و اتم ترجمہ آیت و یا حدیث را بگویند تا من معنی آن را بگویم ایشان ترجمہ آیت می گفتند و تفسیر و تحقیق آن بیان می کردند و می گفت رسول و در فلان مقام بود کہ این آیت را گفت و احوال آن مقام چنین است و مرتبہ آن مقام را و راہ ہا و عروج آن را مفصّل بیان می کرد،

روزی علمی معرفت قاضی را بخدمت او مدح کرد و می گفت چنین قاضی در عالم نباشد رشوت نمی ستاند بیسے محاباخالص و مخلص بہت حق میان خلق عدل می کند گفت اینک می گوئی اور رشوت نمی ستاند این یک باری در دست تو مرد علمی از نسل مصطفیٰ او را مدح می کنی و تنامی گوئی این رشوت نیست و ازین بہتر چہ رشوت باشد کہ در مقابلہ اور اشرح می کنی

فصل

شیخ الاسلام ترمذی گفت کہ سید برہان الدین سخنانی تحقیق خوب می گوید از آن است کہ کتب مشائخ و مقالات و اسرار ایشان را مطالعہ می کند یکی گفت آخر تو نیز مطالعہ می کنی چون است کہ چنان سخن نمی گوئی گفت اور ادب و مجاہدہ و عمل بہت است گفت آنرا چرا نمی گوئی و یاد نمی آری و از مطالعہ حکایت می کنی

سپہ سالار نے سید برہان الدین ترمذی کے حالات ذیل میں، یہ واقعہ یوں درج کیا ہوا۔

و نقل است کہ شیخ الاسلام ترمذی می گفتہ است کہ سید برہان الدین سخنانی تحقیق خوب می فرماید از آن است کہ کتب مشائخ و مقالات ایشان را مطالعہ کردہ است، یکی گفت آخر تو نیز مطالعہ می کنی چہ است کہ چنان سخن نمی گوئی گفت او سپہ مجاہد و عمل بہت است گفت تو نیز در آن چہ را نہ می گوئی، (در سالہ سپہ سالار، ص ۶۲)

اصل آنست و آنرا می گویم تو نیز از آن بگو ایشان را و در آن جهان نبود بکلی دل بر این جهان نهاده
 بوده اند بعضی برای خوردن نان آمده اند و بعضی برای تماشا به جهان می خواهند که این سخن
 را بیا موزند و بفروشند این سخن همچون عرس است و شایسته است کنیزک خوب را که بر سر
 فروختن خرد این کنیزک برو می چه مهر نهد و برو می چه دل بندد
 چون لذت آن تاجر در این فروخت است او عین است کنیزک را برای
 فروخت می خرد و او را آن رجوبیت و مرد می نیست که کنیزک را بر سر
 خود خرد و محنت را اگر شمشیر هندی حاصل بدست افتد آنرا بر سر فروختن ستاند
 یا کمان پیلوان بدست او افتد هم بر سر فروختن باشد چون بازو آن ندارد و شصت او
 لایق آن زه نیست او عاشق زه است و چون بفروشد بهائے آن را به گلگون و دو سیمه دهد
 دیگر چه خواهد کرد و عجب چون آن را به فروشد به از آن چه خواهد خریدن؟

این سخن سر یا نیست ز نهار گویند که فهم کردیم هر چند پیش فهم ضبط کرده باشد از مهم
 عظیم دور باشد فهم این بے قیمت است خود بلا و مصیبت تو از آن فهمست ترا آن فهم بدست
 از آن می باید رهیدن تا چیزی شوی، تومی گویی که من مشک را از دریا پر کردم و دریا در
 من گنجید این محال باشد آری اگر گویی مشک من در دریا گم شد این خوب باشد و اصل آنست
 عقل چندان خوب است و مطلوب که ترا بر دریا پادشاه آورد چون بر دریا رسیدی
 عقل را طلاق ده که این ساعت عقل زیان نداشت، و راه زن نداشت چون بوسه رسیدی
 خود را بوسه تسلیم کن ترا با چون و چرا کار نیست مثلاً جامه نابریده خواهی که آن را بقایا جبه
 بر بند عقل ترا پیش خیاط آورد عقل تا این ساعت نیک بود که جامه را بدوزی آوردی
 اکنون عقل را طلاق بیداد و پیش درزی تصرف خود و دانش خود را ترک باید کرد

و پچنین بیمار عقل او چند ان نیک است کہ اور ابرطیب آرد بعد ازین پس عقل او دیگر بزرگتر
و خود را بطیب باید تسلیم کردن،

نعرہ می پنهانی ترا گوش اصحاب نعرہ می شنوند آنکس کہ چیزی دارد یا در دگر گوئے
و درے هست پیدا است آخر میان قطار شتران اشرس سرست پیدا باشد از چشم دازر قطار
و از کفک او سیما هرفی و جی هم من اثر السجی د،

ہر چه بون وخت می خورد، بر سر درخت از برگ و میوہ پیدا شود و آنکس نمی خورد و پرمردہ
است کی پنهان ماند این ہاے ہو می بلند کہ می کنند، سرش آن است کہ از سخنی سخننا فہم می کنند
و از حرفی اشارتہا معلوم می گردانند بچنان کہ وسط و کتب مطول خواندہ باشد از تہیہ چون کلام
چون شرح آن را خواندہ است از آن یک مسئلہ اصلہا و مسئلہ با فہم کند بر آن یک حرف تہیہ
ہاے و ہوے می کنند یعنی کہ من زیر این چیز ہا می بینم، و این آنست کہ من آن جا رہنا بردہ ام
و شہا بروز آورده، و گنہا یافتہ الحمد للہ شرح لک صد سہ شرح دل بے نہایت
چون آن شرح خواندہ باشد، از رے بسیار فہم کند، و آنکس کہ ہنوز مبتدیس است از آن لفظ
ہمان معنی آن لفظ معلوم کند، اورا چہ خبر و ہا می و ہا می باشد، سخن بقدر مستمع می آید چند ان کہ می کشند
و متغذی می شود حکمت فرو می آید چون نکشد حکمت نیز برون نیاید، و رے ننماید، گوید ای عجب
چرا سخن نمی آید جو البش گوید کہ ای عجب چرا سخن نمی کشی، آنکس کہ ترا قوت استماع نمی دہد گویند
راہم داعیہ گفتن نمی دہد،

در زمان مصطفیٰ علیہ السلام کافرے را غلامے بود مسلمان صاحب گوہر سحے خواہا

لے ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ (فتح، ج ۴) لے کیا ہم نے تھکے سینے کو

پچنین کھولی دیا، (سورہ الشراح)

فرمود کہ طاسہا برگیر تا تمام روم در راه مصطفیٰ در مسجد با صحابہ نمازی کرد غلام گفت ای خواہ
 اللہ تعالیٰ طاسہا را بخلہ بگیر تا دو گانہ بگزارم بعد از آن بخدمت روم در مسجد رفت نماز کرد مصطفیٰ
 بیرون آمد با جملہ اصحاب غلام تنہا در مسجد ماند خواجہ تا چاشت منتظر بود بانگ می زد کہ اے
 غلام بیرون آئی می گفت مرا نمی بلند چون کار از حد رفت خواجہ سر در مسجد کرد تا بیند کہ کیست
 اثر کس ندید گفت آخر کیست کہ ترا نمی بلد کہ بیرون آئی گفت آنکس کہ ترا نمی گزارد کہ
 اندرون آئی خود کس دوست کہ تو اورا نمی بینی داد می ہمیشہ عاشق آن چیز است کہ ندیدہ است
 و نشیدہ است و فہم نہ کردہ است و شب و روز آن را طلبد،

بندہ آم کہ نمی شنیش،

و از آن چہ فہم کردہ است و دیدہ است دلول است و گریزان ازین دوست کہ
 فلاسفہ دوست را منکرند زیرا می گویند کہ چون بہ بینی ممکن است کہ سیر و ملول شوی و این روا
 نیست سینان می گویند این وقتی باشد کہ او یک لون نماید چون بہر لحظہ صدگونہ لون می نماید
 کہ کل یوم صافی مشائست اگر صد ہزار سال تجلی کند ہر گز یکی سکی نماند آخر تو نیز این است
 حق را می بینی در آثار و افعال و ہر لحظہ گوناگون می بینی کہ فعلی بہ فعل دیگر در وقت شاد
 تجلی دیگر و در وقت گریہ تجلی دیگر و چنین در وقت خوت تجلی دیگر و در وقت رجا تجلی
 دیگر چون تجلی صفات حق در افعال و آثار او گوناگون است (و یکدیگر نماند پس) تجلی ذات
 او نیز چنین باشد مانند تجلی افعال او آن را قیاس کن و تو نیز کہ جزو از قدرت حق یک
 لحظہ ہزارگونہ می شوی، در ہر یک قرار نیستی بعضی از بندگان ہستند کہ از قرآن بحق میرخواند
 و بعضی ہستند خاص تر کہ از حق می آیند قرآن اینجا می یا بند می دانند کہ آن را حق فرستادہ

آن متوی و فرسوم، حکایت غلام امیر کہ انس عظیم داشت اور مناجات و نماز با حق، اے

سہ ہر وقت وہ ایک نظر ان میں ہے۔ (آمین، ص ۲۲)

بودستہ قر نام اور ایک غلام
 بانگ زد منقر بلا بر دار سرانجام

ہذا نامی بود امیر سے از کرام
 میرشد محتاج گراما بہ

انما نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظونؑ

مفسران می گویند کہ در حق قرآن ست این ہم نیکو ست اما حقیقت این ست کہ در تو گوہری وطلبی و شوقی نہادہ ایم نگہبان آن مائیم، این را صنائع نگزاریم، و بجای بر سائیم تو یکبار بگو خدا و آنگاہ پای دار کہ جملہ بلا ہا بر تو نیارد،

یکے آمد بمصطفیٰ گفت انی احبک گفت ہش دار کہ چہ می گوئی گفت انی احبک گفت اکنون پای دار کہ باز بدست خودت خواہم کشتن و ای بر تو،

یکے دیگر در زمان مصطفیٰ آمد گفت کہ من این دین ترانہی خواہم واللہ نمی خواہم، این دین را بازستان، چندان کہ در دین تو آدم روزے نیا سودم، مال رفت، زن و فرزند رفت، حرمت نہ ماند، گفت حاشا کہ دین ما ہر جا کہ رفت باز نیامد تا اورا از یخ و بن بپزند و خانہ اش را از رو بد و پاک نکنند کہ لایستہ الا المطلقہ وک،

چگونہ معشوق ست کہ تا در تو موی مہر خودت باقی باشد روے خود را بتو نماید و لایق وصل او نشوی و بخوشیت نہایت نہد، بکلی از خود و از عالم بیزار باید شدن و دشمن خود شدن تا دوست روے نماید، اکنون دین مادر آن دے کہ قرار گرفت تا اورا بحق نہ رساند، و آنچه ناباست از وجدان کند از دوست باز ندارد پیغامبر فرمود برای آن نیا سودی و غم بخوردی کہ غم خوردن استفرغست از آن شادیہای اوّل تا در معدہ چیزے باشد بتو چیزے نہ ہند، بوقت استفراغ کسے چیزے نہ خورد و چون فارغ شود آنگہ چیزے خورد، تو نیز صبر کن و غم می خورد کہ خوردن غم استفراغ ست بعد استفراغ شادی پیش آید شادی کہ آن را غم نہا شد، گلے کہ

لے ہم ہی نے اس کتاب نصیحت یعنی قرآن کو نازل کیا، اور ہم ہی اس کو محفوظ رکھنے والے ہیں، (حجۃ ۱)

لے حاشیہ گذر چکا،

آن را خار و سب که آن را خار نباشد آخر در دنیا شب و روز فراغت و آسایش می
طلبی و حصول آن در دنیا ممکن نیست مع بذایک لحظه بے طلب نیستی را حتی نیز که در دنیا
می یابی چون برقی است که می گزند و قرار نمی گیرد و آنکه کدام برقی بر تگرگ پُر باران
پُر برف پُر سخت

مثلاً کسی عزم انطاکیه کرده است سوے قیصریه می رود و امیدوار که با انطاکیه رسد
سعی را ترک نمی کند مع آنکه ممکن نیست که ازین راه با انطاکیه رسد الا آنک بر راه انطاکیه
می رود اگر چه لنگ است و ضعیف اما هم برسد چون منتهاے راه این است چون کار دنیا
بے رنج میسر نمی شود و کار آخرت همچنین بارے این رنج را سو می آخرت صرف کن تا ضابط
بناشد تو می گوئی که ای محمد دین مرا بستان که من نمی آسایم دین ما کسے را که رہا کند تا او را
بمقصود نه رساند

گویند معلی از بے نوائی در اعلم کتان یکتاے در فضل زمستان پوشیده بود خر سے را سیداب
می برو سیل از کو بهارے دور بوده بود می گذایند و سرش در آب پنهان بود کو دکان
پشتش را دیدند گفتند ای استاد اینک پوشتی در جوے افتاده است و ترا سرماست آنرا
بگیر استاد از غایت احتیاج و سرما در حبت که پوشتی را بگیرد خر سے در وی آویخت
استاد در آب گرفتار خر سے شد کو دکان بانگ می داشتند که ای استاد بگزار و تو بیرون
آئے گفت من پوشتی را را هر دم پوشتی مرا را نهند شوق حق ترا کے گذارد این جا
شکر است که ما بدست خود هستیم بدست حقیم چنانک طفل در کودکی جز شیر مادر ندارد
لاله الا صحت حق تعالی هیچ اورا آنجا را هر دم پوشتی مرا را نهند شوق حق ترا کے گذارد این جا
کردن و همچنین از آنجا کفایت تا به مقام عقل رسانند و همچنین درین حالت که این طفلیست

نسبت بآن عالم و این بستان دیگرست نگزار و ویرا با بخارساند که دانی که این طفلی
 بود و چیزی نبود، عجبت من قوم یقادیون الی الجنة بالسلاسل و الاغلال فقال
 لهم خذوهم فخلوهم صلوۃ ثم الوصال صلوۃ ثم الجال الکمال صلوۃ ثم صیادان ہی رہا
 یعنی کشد چنگال در حلقوم چون رفتہ باشد پارہ می کشند تا خوشترن می رود دست و ضعیف می گردد و بازش
 را ہی کشند و بچین بازش می کشند تا بکلی ضعیف شود چنگال عشق نیز چون در کام آدمی
 می افتد حق تعالی اورا بتدریج می کشد کہ آن قوتها و خونهای باطل کہ در دست پارہ پارہ
 از ویر و و کہ اندک بعضی و بیست

لا اله الا الله ایمان عامست و ایمان خاص آنست کہ لا اله الا هو
 همچنانک کسی در خواب می بیند کہ پادشاه شدہ است، و بر تخت نشستہ، غلامان و حجاب و
 امرابرا اطراف او ایستادہ، می گوید می باید کہ من بادشاہ باشم و پادشاہی غیر من نیست
 این را در خواب می گوید چون بیدار شود و کس را در خانہ نہ بیند جز خود این بار گوید کہ منم
 و جز من کسی نیست اکنون این را چشم بیداری باید چشم خوابناک آرا نتوان دیدن و این وظیفہ او نیست
 ہر طایفہ طایفہ دیگر را نفی می کنند این ہا می گویند کہ حق با من ودی ملاست و ایشان باطلند ایشان
 نیز ہزارا چنین میگویند ہمتا و دولت نفی یکدیگر می کنند پس باتفاق می گویند کہ ہمہ اوحی نیست پس درستی
 و حق متفق اند و ازین جملہ یکے را ہست بر این ہم متفق اند اکنون میرے کیسی مومنی می باید کہ بداند کہ آن
 یک کدام است الحق من کہیں و طوطی ہمہ سیر ایمان ہمہ تیز و ادراک ہست،

لے مشنوی دفتر سوم عنوان نظر کردن پیغمبر بر اسیران و تبسم کردن و گفتن عجبت من قوم یحییون بکی الجنة بالسلاسل و الاغلال
 دید پیغمبر یکے بوق اسیر
 دید نشان در بند آن آگاہ شیر
 می نظر کردند در دے زہر زیر

لے ۱۰ حد ہی تنگی و کشادگی پیدا کرتا ہی، (لقبر ع ۳۶) لے و بی اور قضای نے یہ حدیث مرفوع الفاظ کے ساتھ روایت
 کی ہے المومن فیین فطن حدیث و قاف لا یجمل (المقا صد الحسنہ بخاوی حرف میم)

سوال کرو کہ اینہا نمی دانتند بسیارند و اینہا کہ می دانتند اندک اند، اگر باین مشغول
خواہم شدن کہ تمیز کنیم میان اینہا کہ نمی دانتند و گوہری ندارند، و میان اینہا کہ دارند و در آن
کشد، فرمود کہ اینہا کہ نمی دانتند اگر چہ بسیارند، اما اندکی را چون بدانی ہمہ را دانستہ باشی، همچون
مشتی گندم را چون دانستی ہمہ انبار ہای عالم را دانستی، و همچون پارہ شکر را چون چشیدی، اگر
صد لون حلوا سازند از شکر دانے کہ آنجا شکرست چون شکر را دانستہ کسی کہ یکشانے
از شکر بخورد چون شکر را نشناسد، مگر او را و دشاخ باشد، شمارا اگر این سخن مکرری نماید،
از ان باشد کہ شمار درس نخستین را فہم نکرده اید، پس لازم شود ما را ہر روز این گفتن چنانک
مسلّم بود و کووکے سر ما ہم پیش او بود از الف چیز می ندارد و نگذشتہ بود پدر کووک
آمد کہ مادر خدمت چہ تقصیرے کردیم گفت نے از شما بیچ تقصیر نیست اما کووک ازین
نمی گذرد، و او را پیش خواند گفت بگو "الف چیز می ندارد"، گفت "چیز می ندارد" الف
را نمی توانست گفتن، ہم گفت حال این سست کہ می بینی چون ازین نگذشت
وے را سبق تو چون دہم

گفت الحمد للہ رب العالمین اینک الحمد للہ رب العالمین گفتیم از آن نیست
کہ نان و نعمت کم شد نان و نعمت بی نہایتست اما اشتہا نماند و مہمانان سیر شدند بہت
آنکہ گفتہ می شود الحمد للہ ان سست کہ نان و نعمت دنیا نماند زیرا کہ نان و نعمت را بی اشتہا
چند آنکہ خواہی بزور توان خوردن چون جمادست ہر جافش کہ کشتی با تو می آید روحی ندارد کہ
خود را منع کند از نا جائگاہ بخلاف این نعمت الہی کہ حکمتست نعمتست زندہ تا اشتہا دار
و رغبت تمام می نمائی سوی تو می آید، و غذای تو می شود، و چون اشتہا و میل نماند، ان
را بزور نتوانی خوردن و کشیدن، روی در چادر کشد، و خود را بتو نہاید،

حکایت کرامات می فرمود گفت یکی از بیجا روزی یا بلخظہ کہ جبہ رد و چندان عجب کہ ات
 نیست باد سموم را نیز آن هست کہ بیک لحظہ ہر جا کہ خواہد بود کرامات آن باشد کہ ترا از حال
 دون بحال عالی آورد از آنجا سفر کنی و از جہل بعقل و از جمادی بجموۃ ہچنانکہ اوّل خاکی بود
 ترا بعالم نبات آورد و از عالم نبات سفر کردی بعالم علقہ و مضغہ آنکہ بعالم حیوانی و از
 آنجا بعالم انسانی سفر کردی، کرامات این باشد کہ حق تعالی این چنین سفر را بر تو نزدیک
 گردانید و رین را ہما و منازل آمد می ہیچ در خاطر و وہم تو نبود کہ خواہی آمدن و از کہ ام
 راہ آمد می و چون آمد می ترا آوردند و معین می مینی کہ آمد می، ہمچنین ترا با صد عالم دیگر گوناگون
 خواہند بردن منکر مشو و اگر از آن اخبار کنند قبول کن،

پیش عمر رضی اللہ عنہ کا سہ پر زہر آوردند بار معانی گفت این چہ اشیاید گفتن، این
 برای آن باشد، کسی را کہ مصلحت نبیند آشکارا کشتن ازین اندکی با و دہند، مخفی ببرد
 و اگر دشمن باشد کہ بشمیر نتوان کشتن بپارہ ازین پنهان اورا بکشند گفت سخت نیکو چیزی
 آورده اید بمن و ہمد کہ این را بخورم کہ درمن دشمنی ہست عظیم شمشیر راوی نمی رسد و در عالم از دشمن تر
 مرا کسی نیست گفتند این ہمہ حاجت نیست کہ بیکبار بخوری ازین ذرہ بس باشد این صد ہزار کس را بس است گفت
 این دشمن نیز یک کس نیست ہزار مردہ دشمن است و صد ہزار کس را نگوئسار کردہ است بستہ و آن ہمہ

۱۵ شتوی میں متعدد مقامات پر اسی مسئلہ کو بیان کیا، مثلاً جلد ۴، عنوان در بیان اطاوار خلقت آدمؑ میں، ۵

آمدہ اوّل بہ تسلیم جماد از جمادی در بناتی اوقتا و، الخ

پھر جلد ۳، عنوان جواب عاشق عاذلان و تہدید کنندگان را، میں ۵

از جمادی مردم، و نامی شدم و ز نام مردم بہ حیوان سرزدم الخ

ملفوظات میں بھی یہی مضمون ایک جگہ پیشتر بیان ہو چکا ہے،

را بیکبار در کشید آن گروه که آنجا بودند جمله بیکبار مسلمان شدند و گفتند که دین تو حست عمر
رضی اللہ عنہ گفت شما ہمہ مسلمان شدید و این کار فرہنوز مسلمان نشدہ است،

اکنون غرض عمر ازین ایمان ایمان عام نبود و اورا آن ایمان بود و زیادہ بیک
ایمان صدیقان داشت اما غرض او ایمان انبیاء و خواص و عین الیقین بود و آن توقع داشت
چنانکہ آوازہ شیریں بر اطراف عالم شایع گشتہ بود مردم برای تعجب از مسافت و در قصد
آن بیشہ کردند برای دیدن آن شیر کیالہ را ہ مشتت کشیدند و منازل بریدند چون در
آن بیشہ رفتند و شیر را از دور دیدند باز ایستادند و پیش نمی توانستند یک قدم نہا و ن گفتند
آخر چندین راہ قدم نہا دیدہ بر اسے عشق این شیر و این شیر را
خاصیتے ہست کہ ہر کہ پیش او دلیر رود و عشق دست بروی مال دیچ گزندی بوی
نرساند و اگر کسی از ترسان و ہراسان باشد این شیر از خشم گیرد بک بعضی را قصد می کند
کہ چہ گمان بدست کہ در حق من می برید گفتند اکنون چیزے کہ چنین است کیالہ راہ قدم
نہا دید اکنون کہ نزدیک شیر رسیدہ اید این ایستادن صیت قدمی پیشتر نہید کس را از ہرہ
بنود کہ یک قدم پیشتر نہد گفتند آن ہمہ قدم ہا زدیم آن ہمہ سہل بود قدم این است کہ در عین سیر
اکنون مقصود عمر از آن ایمان این قدم بود کہ یک قدم در حضور شیر سوے شیر نہد
اگر قدم نادرست جز کار خاصان و مقربان نیست و قدم خود این است این ایمان بجز
انبیاء نہ رسد کہ دست از جان خود شستند یا خوش چیز است زیر ایا را از خیال یا ر قوت میگردد
و براوی بالذو حیاة نومی یا بد چہ عجب می آید مجنون را خیال لیلی قوت می داد و غذا می شد
جائے کہ خیال معشوق مجازی را این قوت و تاثیر باشد کہ یا اورا قوت بخشد یا حقیقی را چہ
عجب می داری کہ قوت ہا بخش خیال او در حضور و غیبت،

چہ جای خیال است آن خود جان حقایق است آنرا خیال نگویند عالم بر خیال نیست
و این عالم را حقیقت می گویند جهت آن که در نظری آید و محسوس است، و آن معانی را که این
عالم فرع آن است خیال می گوئی کار بر عکس است خود خیال این عالم است که آن
معنی صد چون این پدید آرد و او که نگر و دمنتره است از نومی و کنتی، فرہامی او متصف
اند به کنتی و نومی و او محدث اینهاست و از هر دو دمنتره است و در اسے ہر دو دست
مہندسی خانہ در دل خود در اندازد و خیال بندد کہ عوضش چندین و طولش چندین
صفتہ اش چندین صفتش چندین این را خیال نگویند کہ آن حقیقت ازین خیال می زاید و فرع
این خیال است اگر غیر مہندس در دل چنین صورت در خیال آورد آن خیال است

فصل

از فقیر آن بہ کہ سوال نکنند زیر آہنجانت کہ اورا تحریف می کنی بر اختراع دروغی
زیر کہ چون اورا ہمانی سوال کند اورا لازم است جواب بروفق عقل او گفتن و چنانکہ حقیقت
بومی نتوان گفتن چون اولائق و قابل آن نباشد و خلق و دہان اولائق چنین لقمہ نیست پس
اورا لائق حوصلہ او و طبع او جو ابی دروغ باید و دروغ اختراع باید کردن تا او دفع
گردد اگر چہ ہر چہ فقیر گوید آن حق باشد دروغ نباشد و سخن آنست و حق آنست اگر دروغ
ہم باشد اما نسبت بہ شنونده راست باشد و افزون از راست،
و دیشی را شاگرد می بود برای او در یوزہ می کرد و روزی از حاصل دیوژہ او را

لے مثنوی، دفتر اول، آغاز کتاب،

پس سخن کوتاہ باید و السلام

در نیاید حال بختہ ہیچ حنام

طعامی آورد و آن دروشی بخورد، آن شب محکم شد، پس رسید که این طعام را از پیش که آوردی
گفت دختری خوب بمن داد، گفت واللہ بیست سالست تا من محکم نشده ام این اثر
لحمہ او بود،

بچنین دروشی را احتراز می باید کردن، و لحمہ هر کسی را نباید خوردن، که دروشی لطیف است
و دوزد اثر می کند و چیز با ظاہری شود و بچنانکس در جامہ پاک سپید اندکی سیاهی برسد ظاہر گردد
اما بر جامہ سیاه پیدا نہ شود، نہ بر جامہ ونہ بر ناظران، پس چون چنین است، دروشی لحمہ
ظالمان و حرام خواران و جسمانیان نباید خوردن که آن لحمہ زود اثر کند و اندیشهای فاسد
از تاثیر آن لحمہ بیگانه ظاہر گردد و بچنانکس از طعام آن دختر آن دروشی محکم شد،

فصل

اوراد طالبان و سالکان آن باشد که با جہاد و بندگی مشغول شوند و زمان را که قسمت
کرده باشند هر کس تا آن زمان موکل شود ایشان را همچون رقیبی حکم عادت مثل چون بادم
بر خیزد آن ساعت بعبادت اولی تر که نفس ساکن ترست و صفائی تر هر کس بدان نوع بندگی
که لائق او باشد و باندازه شرف نفس او باشد، می کند، و بجای آورد و انا لحن الصافات^۱
و انا لحن المسبوحین^۲ صد ہزار صفت ہر چند پاک ترمی شوند پیشتر می برند و ہر چند کمتر می شوند
بصفت پستتر می برند کہ اخا و هن من حیث اخا^۳ ہن^۴ این قصہ درازست و ازین دراز بیچ
گزینیت ہر کہ این قصہ کوتاہ کرد و عمر خود را و جان خود را کوتاہ کرد الا من عصم اللہ،

۱ ہم ہر وقت صفت بستہ بین، (صافات، ع ۵) ۲ ہم ہر وقت تسبیح کرنے والے ہیں

۳ (صافات ع ۵)

و اما اوراد و اصلان بقدر قہم تومی گوئیم آن باشد کہ باید اوراد و اح مقدس و ملائکہ مطہرو
 آن خلق کہ لا یعلیہم الا اللہ کہ نام ایشان مخفی دانستہ است از غایت غیرت بسلام و زیارت
 ایشان بیایند و سبایت الناس یدخلون فی دیت اللہ الملائکہ یدخلون علیہم من کل باب
 تو پہلوی ایشان نشستہ و نہ بینی و از آن سخنان و سلامہا نشنومی و این چہ عجیب می آید کہ بیمار در حالت
 نزدیک مرگ خیالات ببیند کہ آنک پہلوے او بود خبر ندارد و نشنود کہ چہ می گوید آن حقائق ہزار
 بار ازین خیالات لطیف لطیف ترند، و این را تا بیمار نشود چنان بیمار می بینند، و نشنود و آن
 حقائق را تا میرد پیش از مرگ نبیند، آن زیارت کنندہ کہ احوال تازگی او لیاری می داند و عظمت
 ایشان را، آنچه کہ در خدمت او از اول باید او چندین ملائکہ و ارواح مطہر آمدہ اند بے شمار توقف
 می کنند تا نباید کہ در میان چنان او را دور آید، شیخ از حمت باشد چنانک غلامان بدر سرے
 پادشاہ حاضر شوند، ہر باید او در و شان آن باشد کہ ہر یکے را مقام معلوم و خدمت معلوم و پرستش
 معلوم و بعضی از دور خدمت کنند، و پادشاہ در ایشان بگرد، و ناویدہ آرد و الالبندگان بادشاہ
 بینند کہ فلان خدمت کرد، و چون پادشاہ در دیوان باشد کہ بندگان بیایند بخدمت او از ہر
 طرف، زیر ابندگی مانند، تملقوا با حلاق اللہ حاصل شد کنت لہا سمعاً و بصراً
 حاصل گشت و این مقامی است تحت عظیم،

گفت ہم حیف است کہ عظمت آن بعین و ظاویا سیم در فہم نیامد، اگر اندکی از عظمت
 آن راہ یابد نہ عین مانند نہ خرج حرف عین، نہ ظا مانند نہ خرج حرف ظا نہ ہست مانند نہ نیست

لہ اور لوگون کو تم دیکھو گے کہ دین میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں، (سورہ نصر) لہ اور ہر دروازہ سے فرشتہ
 ان کے پاس آتے رہتے ہیں، (اعدس ۲) لہ اپنے کو اوصاف خداوندی سے متصف کر دے، لہ میں اس
 بندہ کا کان اور آنکھ نبھا ہوں،

از لشکر ہائے انوار شہر وجود خراب شود ایٹ الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوها اگر شہر
در خانہ موشتے پانہادہ در خانہ کوچک در آید خانہ ویران شود و ویران شود اما در آن خرابی ہزار گنج باشد
گنج باشد بہ موضع ویران سگ بود سگ بجائے آبادان

چون شرح مقام سالکان را دراز گفتم، شرح احوال و اصلاں را چہ گوئیم، الا آہارا
ہنایتے ہست اما این ہارا ہنایتے نیست، ہنایت سالکان و ہدایت ہنایت و اصلاں چہ باشد
آن وصلی کہ آن را فراق نتواند بودن بیچ انگور می باز غورہ نشود، و بیچ میوہ پختہ باز خام نگرود
حرام دارم با مرومان سخن گفتن و چون حدیث تو آید سخن دراز کنم

واللہ دراز نمی کنیم کوتاہ می کنیم،
خون می خورم و تو بادہ می پنداری جان می بری و تو دادہ می پنداری
ہر کہ این را کوتاہ کرد چنان بود کہ راہ راست را ہا کند و راہ بیابان ہلک گیرد،

فصل

قال الجراح المسیحی شرب عندی طائفت من اصحاب الشیخ صد سالکین
وقالوا لی، انما المسیح عیسی بن مریم، هو اللہ کما تزعمون ونحن نعترف بان
ذالک حق ولكن نکتہ وتنکرہ قصد الحافطۃ للہ قال قائل کذب عدو اللہ
وحاشا للہ هذا کلام من اسکرہ نبید من الشیطان وهو الضال المفضل
الذلیل المذل المبط و من جناب الحق و کیف یجیئ ان یکون شخص

لے بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے ویران کر دیتے ہیں، ذلیل، عاجز، تنہا تنہا فردوم عنوان آفت تاخیر خیرات بہ فروا

چونکہ مخلص گشت مخلص باز دست

در مقام امن رفت و برود دست،

بیچ نانی گندی خرمن نہ شد

بیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد

بیچ آئینہ دگر آہن نہ شد

بیچ انگورے دگر غورہ نہ شد

ضعيف يهرب من مكة اليه من بقعة الى بقعة وصورة اقل
 من ذرا عين ما فظ السموات السبع تخافه كل سماء خمسمائة عام وبين كل
 سماء الى سماء خمسمائة عام وتخافه كل ارض خمسمائة عام بين الارض الى الارض
 خمسمائة عام وتحت العرش بحر عمقه هكذا والله ملك ذلك البحر الى كعبه و
 اصغاف هكذا فكيف يعترف عقلي ان يكون مصر فيها ومدبرها اضعف
 عما ذكر ثم قيل ان عيسى كان خالق السموات والارض سبحانه وتعالى عما
 يقول الظالمون علوا كبيرا قال المسيح خاك باخاك رفت وپاك باپاك رفت
 قال فلو كان روح عيسى هو الله فابن روح سا وجه وانما يروح الروح الى
 اصله وخالفه وان كان الاصل هو فالخالق اين يروح قال المسيح نحن
 وحدنا هكذا افانخذنا ملته قال فانك لو وجدت اذ ورائت من سريرة
 ابيك ذهباً قلباً اسود فاسداً اما تبدل به ذهب صحيح المعيار صاف
 عن الغل والغش هل تاخذ القلب وتقول وحدنا هذا اولقيت من ابيك
 يد شلاء ووجدت دواءً وطيباً ليحل يدك الشلاء ما تقبل
 وتقول وجدت يدى هكذا شلاء فلا اسغب الى تبدل يدى او
 وجدت ماءً ما لحا في ضيعة مات فيها البوك وتربيت فيها شمر
 هديت الى ضيعة اخذى ماءً عاذب وبناتها حلوا واهلها احماء
 اما تغيب الى النقل اليها والشرب من الماء العذب لتذهب عنك
 الاضرار والعلل بل تقول انا وجدنا تلك الضيعة وماءها المالح الموت
 للعلل فمسلك بما وجدنا، حاشا لن ليفعل هذا ولن يقول هذا من كان عاقلاً

ذا حق صحيح إن الله تعالى قد أعطى لك عقلاً على حدّة غير عقل أبيك ونظر
 على حدّة غير نظر أبيك وتبيناً على حدّة فلم تعطل نظرك وعقدك وتتبع
 عقلاً يرديك ولا يهديك كان رجل ابوة اسعاً ذافضل الى خصمه
 السلطان وعلمه اذاب الملوك والسلمه اسريته واعطاه على المناصب يقول
 انا وجدنا آباءنا اساكفة فلا نريد هذه المصائب بل اعطاني ايها السلطان
 دكاناً في سوق الاساكفة بل الكلب مع كمال حسنه اذا علم الصيد ومصاب
 صياد السلطان نسي ما وجدته من ابيه وامره من السلوك الى المهين
 والخبريات والحرص على الحيفه بل يتبع خيل السلطان ويتابع الصيد وكان
 البانوي اذا اذابه السلطان لا يقول البتة انا وجدنا من اباؤنا فقال لي
 واكل المية فلا فلتفت الى طبل السلطان ولا الى صيده فاذا كان عقل
 الحيوان ان يتشبت بما وجدته احسن ما ورثته من ابيه فمن السنج الفاش
 ان يكون الانسان لفضل على اصل الارض بالعقل والتميز وهما قل
 فيه من الحيوان ان الغرذ بالله من ذلك نعم ان يقال ان سر عيسى
 اعتر عيسى وقر به فمن خدم عيسى فقد خدم الرب ومن اطاعه فقد اطاع
 الرب فلما ثبت الله نبياً افضل من عيسى واهم على يد ما اظهره على عيسى مع زيادة يجب متابعة ذاك
 النبي لكونه نبي الله لا لعينه ولا لعبد لعينه الا الله ولا يجب لعينه الا الله وانما يجب غير الله
 (وان الى ربك المنتهى يعني سنتها ان يجب الشئ لغيره ويطالب لغيره حتى ينتهي الى الله فيجب لعينه

كعبه راجا مره كردن از موس است اوديت جمال كعبه بس است

(ليس التكل في العينين كالكل)

کما ان خلقت الثیاب ورائتها تمکم لطف الغناء والاحتشام کذا لک جوده الثیاب
 وحنن الکسوة یتکم سیماء الفقراء وجمالهم وکمالهم اذا تحرق ثوب الفقیر انفتح قابله
 سری ہست کہ بجلاہ زرین آراستہ شود، و سری ہست کہ بتاج مرصع جمال جہاد پوشیدہ
 شود زیر جہد خوبان جذاب عقیقت و تختگاہ و لہاست، تاج مرصع جہادست و پوشیدہ آن
 معشوق فوادست انگشتی سلیمان را در ہمہ چیز ہما جستم، در فقر یافتیم، با این شاہد ہمہ ٹکنا کر دیم ہیچ
 چیز چنان راضی نہ شد کہ بدین آخر من روپی پارہ ام، از خردگی کار من این بودہ است، چون
 ندانم ما نہار این پردار و پردہ ہار این بسوزد، اصل ہمہ طاعتہا این ست باقی فروست چنانک
 خلق کو سفندی سری در پارچہ او درمی چہ منفعت کند صوم سوی عدم بر و آخر این خوشہا آنجا ست و اللہ مع الصابرین
 ہر چہ در بازار کافیت یا ما کو لے یا شرو بے یا اثاثے یا متاعے یا پیشہ سر رشتہ ہر کی از آہا
 حاجت است در نفس انسان و آن سر رشتہ پنهان ست تا پالیت نشود و آن چیز را سر رشتہ
 نہ جنید پیدا نہ شود، همچنان ہر طے و ہرنے و ہر کرمانی و ہجرہ و ہوال ہمہ انبیا از ہر کی از آہا سر رشتہ است
 در روح انسانی تا آن بایست نہ جنید آن سر رشتہ نہ جنید و ظاہر نہ شود و کل مشی احصینا ہ یا امام ^{مبین}
 گفت عاقل نیکی و بدی یک چیز ست یا وجوب ازین رو کہ وقت ترو و در مناظرہ اند
 قطعاً دو باشد کہ کس باخو و مخالفت نکند و ازین رو یکے ست کہ لا نفکست بدی از نیکی یا نیکی ترک بدست و ترک
 بدی بے بدی محال ست بیان آن کہ ترک بدی نیکیست کہ اگر داعیہ نیکی بود ترک میل بدی
 نبود پس شر نبود چنانک محوس گفتند کہ یزدان خالق نیکیا ست و اہر من خالق بدیہا و مکروہات
 جواب گفتیم کہ محبوبات از مکروہات جدا نیست زیرا محبوب بے مکروہ محال ست کہ محبوبے وال
 مکروہ محال ست شادی زوال غم ست و زوال غم بی غم محال ست پس کی باشد لا یتجزی

۱۰ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۱۱ ہر شے ہم نے ایک کھلی ہوئی کتاب میں محفوظ کر دی ہے،

گھنیم تا چیزی فانی نشود فائده او ظاهر نشود چنانک سخن تاحروف او فانی نشود و لطف فائده آن بستمع بر
 هر که عارف را بدگوید آن نیک گفتن عارف است در حقیقت زیرا عارف از آن صفت
 گریزان است که نکویش بر وی نشیند عارف عدو آن صفتست پس بدگوینده آن صفت بدگویند
 عدو عارف باشد و ستاینده عارف بود از آنک عارف از چنان مذمومی می گریزد و گریزنده از مذموم
 محمود بود و بقصد تبتیقن الایثار پس حقیقت عارف می داند که او عدو من نیست و نکوینده من نیست
 که من مثال باغ خرم و گردمن دیوار است و بر آن دیوار حد نه است و خار با هر که می گذرد باغ
 را نمی بیند آن دیوار و آلائش را می بیند و بد آن را می گوید باغ بکس چه شتم گیرد الا این بد گفتن او را
 زیان کار است که او را بآن دیوار می باید ساختن تا باغ رسیدن پس نکویش این دیوار از باغ
 دور ماند پس خود را هلاک کرده باشد مصطفی فرمود انا الضحک القتل یعنی مرا عدو نیست تا در قهر
 او خشکین باشم او جهت آن میکشد کافر را بیک نوع تا آن کافر نکشد خود را بعد لون لاجرم ضحک باشد دین کشتن

فصل

پیوسته شخنة طالب وزدان باشد و وزدان از دگر بزان این طرفه که وزدی طالب شخنة
 و خواهد که شخنة مرا بگیرد و بدست آر دحق تعالی بایزید گفت چه خواهی گفت خواهم که نخواهم اسیدن
 لا ادید اکنون آدمی را و دو حالت پیش نیست یا بخوابد یا نخوابد این که همه نخواهد صفت آدمی نیست
 این آن است که از خود تهی شده است و کلی نمانده که اگر او مانده بودی آدمیتی در و بودی که خواهد
 نخواهد پس حق تعالی می خواست که او را کامل کند و شیخ تمام گرداند تا بعد از آن او را حالتی حاصل
 شود که آنجا دوی و فراق نگنجد وصل کلی و اتحاد باشد زیرا همه رهنما از آن می خیزد که چیزی می خواهد

لے "من ہنستا ہوا قاتل ہوں" اس حدیث کی سند نہیں ملی،

و میسر نہ شود چون خواهی برنج مانند مردمان منقسم اند و ایشان را درین طریق مراتبت بعضی به بعضی و
 بعد بجای برسد که آنچه خواهند باندرون داندیشه بفعل آرند این مقدور بشری است اما آنک در
 اندرون دغدغه خواست و اندیشه نیاید آن مقدور بشر نیست آن را جز جذبہ حق از دوبر و قل جاء
 الحق و نہ حق الباطل

ادفع یا مومن فان لک اطفائا ساری مومن چون تمام اورا ایمان حقیقی باشد او ہمہ فعل کند
 کہ حق خواهد خواہ جذبہ او باشد خواہ جذبہ حق اینچ می گویند بعد از مصطفیٰ گوی بر دیگران منزل نشود
 چرا نشود شود الا آن را دمی خوانند معنی آن باشد اینک می گوید اللهم ینقل بنو ما لله چون
 بنور خدا نظری کند ہمہ را بیند اول آخر غائب حاضر را از نور خدا چون چیزے پوشیده باشد وارگر
 پوشیده شود آن نور خدا بنود پس بمعنی دمی هست اگر چه آن را دمی خوانند

عثمان رضی اللہ عنہ چون خلیفہ شد بمنبر رفت خلق منتظر بود کہ چه فرماید خوش کرد و هیچ نگفت
 و خلق نظری کرد بر خلق حالتے و وجدے نزول کرد چنانکس پر دلے ایشان مانند کہ برون روند
 از ہمدیگر خبر نہ داشتند کہ کجاست اند کہ بعد تذکیر و وعظ و خطبہ ایشان را چنان حالتے نیکنہ شدہ بود
 فایده او کشف حاصل شد و سر ہائے معلوم گشت کہ بچندین عمل و وعظ نشدہ بود تا آخر مجلس بمنہن نظر
 می کرد و چیزی نمی فرمود چون خواست فرود آمدن گفت ان مکرم امام فقال خیر و احسن من امام
 امام فقال، راست فرمود چون مراد از گفت حاصل کردہ بودند و بتدیل اخلاق بی گفت آن کہ
 از گفت حاصل کردہ بودند میسر شد پس آنچه فرمود عین صواب فرمود آیدیم کہ خود را افعال گفت
 و در آن حالت فعلی نکرد و ظاہر کہ آن را بنظر توان دید نماز نکرد حج و صدقہ نکرد ذکر و خطبہ نیز

لے کہ دواے پیغمبر کہ حق آیا در باطل ہلاک ہو گیا (بنی اسرائیل، ع ۹) سہ ای مومن تو دور ہو جا کہ تیرا نور
 میری آگ کو بجائے دیتا ہے» سہ «مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے» حدیث صحیح (صحیح بخاری کتاب الادب)

ازین ہا بنود پس دانستیم کہ عمل و فعل آن صورت نیست تنها بلکہ این صورت ہا صورت آن
عمل است و آن عمل جان این،

چنانکہ مصطفیٰ فرمایند اصحابی کا پنجم باہم اقتدایم ^۱اقتدایم این کہ کی در ستارہ نظر میکنند و راہ می برد
ہر سچ ستارہ سخن می گوید باومی ہ فی الابرار آن کہ در ستارہ نظری کنند و راہ را از بی راہ می دانند
و بمنزل می رسند پچنین ممکن است کہ در اولیا حق نظر کنی ایشان در تو تصرف کنند بی گفتی و بختی
مقصود حاصل شود و ترا بمنزل واصل برساند

من شاء فلینظرائی فمنظری من یزال الی من ظنات الیہ صہل

در عالم خدا ہیچ صعبتر از تحمل محال نیست مثلاً تو کتابی را خواندہ باشی و تصحیح و معرب کردی
یکی آن کتاب را پہلو می نوشتہ است و کثرت می خواند ہیچ توانی آنرا تحمل کردن ممکن نیست و اگر
آن را نخواندہ باشی ترا ہیچ تفاوت نکند اگر کثرت خواند و اگر راست چون تو کثرت را از راست تمیز
نکرد و پس تحمل محال مجاہدہ عظیم است اکنون انبیاء و اولیاء خود از محال نمی رهند اول مجاہدہ
کہ در طلب داشتند قتل نفس و ترک شہوات و آن جہاد اکبر است و چون واصل شدند و در مقام
امن مقیم شدند و بر ایشان کثرت کشف شد و دانستند باز در مجاہدہ عظیم است زیرا افعال این
خلق ہمہ کثرت و ایشان می بینند و تحمل می کنند کہ اگر تحمل نہ کنند و بگویند یک کس بر ایشان
ایست نکند و کس سلام مسلمان بر ایشان نہ دہد الا حق تعالی ایشان را وسیع و حوصلہ عظیم بزرگ
دادہ است کہ تحمل می کنند از صد کثرتی یکی را می گویند تا او را دشوار نیاید بانی را می پوشاند بیک کثرت
می کنند کہ کثرت است تا بدریج این کثرت ہیا را یک یک از دفع می کنند چنانکہ معلم کودکی را خط آموزد

لے "میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس ستارہ کی بھی پیروی کر دے، راہ پا جاؤ گے"

سند نہیں ملی،

چون بسط رسد کو دک سطر بنوید و بعلم می نماید پیش معلم آن همه کثرت و بد بطریق صنعت و مدارا
می گوید که جمله نیک است احسن است الا این یک حرف را از آن سطر بد می گوید و بوی
می نماید که چنین نمی باید نوشتن باقی را تحسین می کند تا دل او نرم و ضعیف نشود و بآن تحسین قوت
می گیرد و همچنان بتدریج تعلیم می کند و مددی یابد

انشاء الله امید داریم که امیر الحق تعالی بمقصود ما برساند هر چه در دل دارد و می خواهد
و آن چیزها نیز و دولته را که در دل ندارد و نمی داند که چه چیز است که آن را بخواند و اصل اصل نیست
امید است که مستر شود که چون آن را ببیند و مطالعه کند و آن بخشها بوی رسد ازین خواستها و تمناها
اول شرمش آید که چنین چیزی مرا در پیش بود و بوجو چنین دولتی و نعمتی ای عجب من آنها را چون
تمنای کردم شرمش آید عطا آن را گویند که در دهم آدمی نیاید و نگذرد زیرا هر چه در دهم او گذرد
اندازه همت او باشد و اندازه قدر او باشد اما عطای حق اندازه قدر حق باشد پس عطای حق آن
بود که لایق حق بودند لایق و هم و همت بنده ملائکین سات و کلا اذن سمعت و لاحظ علی قلب
هر چند که اینج توقع داشتی چشمها آن را دیده بودند و گوشها جنس آن شنیده و در دلهای جنس آن
مصور شده اما عطای من بیرون آن جمله باشد و در ای آن همه

فصل

صفت یقین شیخ است کامل و ظنهای نیکوی راست مریدان او بیند علی التفاوت ظن
و اغلب الظن و اغلب اغلب الظن و علی بذات چنین هر ظنی که افزون تر است از یقین نزدیک
تر و از انکار دور تر و وزن ایمان ابی بکسر و همه ظنون راست از یقین شیر می خورند و می
افزایند و آن شیر خوردن و افزون شدن نشان آن تحصیل زیادتی ظن است بعلم و عمل

تا ہر کی یقین شوند و در یقین فانی شوند بجای زیر اچون یقین شوند ظن مانند این شیخ و مریدان ظاہر
 و در عالم اجسام نقشہای شیخ یقین اند و مریدانش دلیل بر آنک اسن نقشہا تبدیل شود و دور
 بعد دور قرناً بعد قرن و آن شیخ یقین و ظنون کہ فرزندان راست او نیند قائم اند و در عالم علی
 مزالک و اسرار القیام و من غیر تبدیل باز ظنون غلط ضال منکر اند گان شیخ یقین اند کہ ہر روز
 از دور تر شوند و ہر روز پس تر نذریرا ہر روزی افزائید و تحصیل کہ آن ظن بد و بیفزاید
 فی قلوبہم صفت فناء ہم اللہ صرضا

اکنون خواجگان خرامی خورد و شتران خرمی خوردند قال اللہ تعالیٰ افلا یظنون الی
 الاول الامن تاب امن و عمل صالحا فاولئک یمیدل اللہ سیاتہم منہم تحصیل کہ کروہست در افسان ظن این است
 قوت شود و در اصلاح ظن بچنانک دزدی دانا توبہ کرو و شخنہ شد آن ہمہ طرار یہای دزدی کہ
 می و زید این ساعت قوت شد و در عدل و احسان و فضل دار و بر شخنگان دیگر کہ اول و زو
 بنودہ اند زیر کہ این شخنہ دزد و پیشہ شیوہ دزدان را نیکو داند احوال دزدان از پوشیدہ مانند این
 چنین کس اگر شیخ شود و سخت کامل باشد و رہبر عالم و مہدی زمان،

فصل

وقالوا تحقیقنا فلا نقربہا لی لنا فلیف وانتم حاجتی اچنب

معلوم میاید و نسبتن کہ ہر کسی ہر جا کہ ہست پہلوی حاجت خویش است لایقک ہر حیوانی بہک حاجت خوشتن است ملازم

لے ان کے دلوں میں روگ تھا، سو خدا نے ان کے روگ کو بڑھا دیا، (بقرہ، ع ۳) لے کیا یہ لوگ اونٹ کی
 طرف نہیں دیکھتے، (سورہ غاشیہ لے) البتہ جن لوگوں نے توبہ کی، اور ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، پس خدا
 ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا، (فرقان ع ۷)

صاحبہ اقصیٰ الیمن ایہ واما ملتفتہ و آن حاجت بند اوست کہ اور امی کشد این سودا
 سو پنجو مهار و محال باشد کہ کسی خود را بند کند زیرا او طالب خلاص طالب بند باشد پس ضروری
 اور کسی دیگر بند کرده باشد مثلاً او طالب صحت است پس خود را بخور نکرده باشد زیرا محال بود
 کہ ہم طالب مرض بود ہم طالب صحت و چون پہلوی حاجت خود بود پہلوی حاجت دہندہ خود
 بود الا آنک نظر او بر مهارت از بہر آن بی عتو و مقدار است اگر نظر او بر مهارتش بود می
 از مهارت خلاص یافتی مهارت او مهارتش او بود می زیرا بر او مهارت برای آن نہادہ اند کہ بی مهارت
 با مهارت کتہ نمی رود و نظر او بر مهارت کتہ نیست لاجرم ستم علی الخ و در پیش کنیم مهارت
 می کشیم بی مراد خویش چون او بی مهارت در پی ما نمی آید،

لِقَوْلِهِمْ هَلْ يَعْلَمُ الْفِتْنَةُ مَلْعَبٌ فَقُلْتُ وَهَلْ قَبْلُ الْفِتْنَةِ مَلْعَبٌ

حق تعالی صیغہ پیران را از فضل خویش کہ صبیان از آن خبر نہادہ اند، زیر صیغہ
 بدان سبب تازگی می آرد بر می جہاند، و می خنداند، و آرزوی بازی می دہد، کہ جہان را نو می بیند
 ملول نشدہ است، از جہان چون این پیر ہمہ جہان را نو بیند، همچنان بازی از و کند، و بر حسبہ
 باشد و گوشت و خون او بیفزاید،

لَقَدْ جَلَّ خُطْبُ الشَّيْبَانِ كَاكْلًا بِدَتِ شَيْبَةً يَعِدُ مِنَ اللَّهِ مَكْرًا

پس جلالت پیری از جلالت حق افزون باشد کہ بہار جلالت حق پیدا آید و خزان
 پیری بر آن غالب باشد و طبع خزانہ خود را بگزارد و پس غنیمت کنندہ بہار فضل حق باشد کہ بہر
 رختن و ندانی خندہ بہار کم شود و بہر سپیدی موی سر سبزی فضل حق باوہ باشد و بہر گرہی باران خزانہ
 باغ حقایق منغص شود، تعالی اللہ عما یقول الظالمون،

لے "ہم اس کی ناکہ بردارے لگائیں گے" (کلم، ع ۱۱)

فصل

ويدش بر صورت حيوان وحشي وعليه سجد الثعلب، فقصدت اخذ له وهو
 على غرقة صغيرة، ينظر من الدسج، فرفم يديه، ويشعر، كذا وكذا ثم رايت
 فلان الدين يرى عندي على صورته ذلة ففقه فاخذته، وهو يقصد ان بعضني
 في منعت له تحت قدمي وعصته عصا كثيرا حتى خرج كل ما كان فيها
 ثم نظرت الى حسن جلده قلت هذا يليق ان يملأ ذهباً وجوهرات و
 يا قوتاً و افضل من ذلك، ثم قلت اخذت ما اردت فانظر يا نافع حيث
 شئت، واقض الى اى جانب رايت، وانما قضاه خفا من ان يغلب، و
 في المغلوبية سعادة لا شك ان الله يصور من سقايق الشهائيد وغيره،
 واشرب في قلبه وهو يرى يدان يدراك كل شئ وكل احد من ذلك الطل
 الذي اجتهد في حفظه، والتدبير ولا يمكنه ذلك، لان العارف خال لا
 يصطاد بتلك الشبكات، ولا يليق املاك هذا الصيد بتلك الشبكات، وان
 كان صحيحاً مستقيماً فالعارف مختار في ان يدركه مدرك، لا يمكن لاحد ان
 يدركه الا باختياره، انت قدت مرصداً لاجل الصيد، والصيد يركب
 ويسرى نيتك وحيلتك وهو مختار ولا ينحصر طريق عبوسه ولا يعبر
 من مرصدك، انما يعبر من طرق، طرقها هو، واسر من الله واسعه،
 ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء ثم تلك الدقائق، لما وقعت في
 لسانك، وادراكك ما بقيت سقائق بل فسدت بسبب الاتصال بك، كما

ان كل فاسد او صالح وقع في فم العارف ومد ساكنه لا يبقى على ما هو بل
يصير شيئاً آخر متدثرًا بمنزلة بالعبايات والكلمات، الا ترى العصاة
كيف تدثر في يد موسى، ولم يبق على ما كانت من ماهية العصاة وكذا
الاسطوانة الختانة والقضيبة يد الرسول، والدعاء في فم عيسى، والحد يد
في يد داود، والجمال مع ما بقيت على ما هيتها بل صارت شيئاً آخر غير ما
كانت فكذا الرقايق والدعوات اذا وقعت في يد الظلمات الجفاني لا يبقى على كانت عليه
تأثر الود باقود وروايات است كعبه باطا عمت خرابات است

الكافيا كل في سبعة امعاء وذلك الحيض الذي يختار الفناش، الجاهل ياكل
في سبعين معي ولو اكل في معاء واحد، لكان اكل في سبعين معي لان كل شيء
من المبعوض من مبعوض، كما ان كل شيء من المحبوب محبوب، ولو كان الفناش
حاصلا دخلت عليه ونفخت ولا اخرج من عند لا حتى يطرد لا ليعبد كانه
مفسد لدينه وقلبه وسروحه وعقله ياليت كان يحمل على الفسادات غير هذا
مثل شب الخن والقينة كان يصلح ذلك، اذا اتصل بعنايات صاحب العناء
لكنه لا البيت من السموات ليت يلف فيها لمحي حتى يتخلص الفناش
منه، ومن شدة لانه يفسد اعتقاده عن صاحب العناية ويهين لا قد امه
وهو يسكت ويهلك نفسه، وقد اضطر لا بالتسبيحات والصلوات، لعل
يؤايقه الله عن الفناش فيرى مما حسا ولا بعد لا عن راحة صاحب العناء
فيضرب عنقه بيده ويقول اهلكني حتى اجتمع على اوتار سرى وصور افعالي كما ساء
في المكاشفات قباير اعمال والحقايد الفاسد لا الطاغية خلف ظهري في نار

البيت مجموعة واما اکتها من صاحب العافية بنی و بعدا خلفت عمری و هو
 یطلع علی ما اخفیہ عنه و یقول لیس تخفی فی الذی نفسی بید لا لو دعوت تلك الصواب ^{من الخشنة}
 فقد مت الی واحد واحد ساری لعین و یکشف لنفسها و یخیر غیر جالیه و عمایکم فیها
 فلیس الله المطلق من مثل هو لا القاطعین الصاقرین عن سبیل الله بطریق التعبد
 الملوك یلعبن بالاصولجان فی المیدان الیسی اهل المدینة الذین هم لا یقدر أن
 یحضر والمحملة والقتال، تمثیلاً لمباراة المباسرین وقطع رؤس الأعداء و
 وقد حارجهما حج الکرة فی المیدان وطردهم وکثرهم وقتهم، فهذا اللعب
 فی المیدان، ان کالاسطلاب للجداب الذی هو فی القتال، فکذلك
 الصلوة والسمع لاهل الله، اروا للناظرین ما یفعلون فی السیر من موافقة
 واصل لله ونفاهیة لمختص، یهم والمغنی فی السماع کالامام فی الصلوة
 والقوام یتبعونه ان غنی ثقیلاً، رقصاً ثقیلاً، وان غنی خفیفاً، رقصاً خفیفاً
 ثم لا یلتا یعتهم فی الباطن، منادی الامر والهمی

فصل

(مرعجب می آید کہ این حافظان چون بوی نمی برند باحوال عارفان چنین شرح کہ
 می فرماید ولا تطع کل حلاف مہین ہما سہ ہما زخاص خود دوست کہ فلان را شنو ہرچہ
 گوید، کہ این چنین است باتو، ہما سہ مشاء بنیم مناع لئلا یؤثر عیب جادوست، غیور چنان می
 بند و کہ صریح در گوش خصم می خواند، چنانک فہم می کند، و بیچ خبرند ارد، یا خود نرو، بازی ربا
 ختم المدعجب لطفی دارد و ختمش کہ می شنود و فہم نمی کند، و بحث می کند و فہم نمی کند، اند

لے "کنارہ ماتا کسی قسین کھانے دانے ذلیل اور طعنہ دینو کا" (قلم، ر ۱) طعنہ دینے والا چلیان کھانا پھرنے والا،
 نیک کام سے روکنے والا، (قلم، ر ۱)

لطیف، قہرش لطیف، و قفلش لطیف، اما نہ چون قفل کشایش کہ لطف آن و در وصف نگین من اگر از اجزای
خود فرو سکلم از لطف بی نهایت و لذات قفل کشای و چو پی و فتاحی او خواهد بود، ز نہایاری
و مردن را در حق من مہتمم مکنند، کہ آن «روپوش» از کشندہ من یک لطف بے مثل خواهد بود و
و آن کار و یاشمشیر کہ پیش آید بہت دفع خشم بد اختیار است، اما چشمها غش بگاہ جب و رک آن قفل نہ کند،

فصل

اصورت فرع عشق است، کہ بی عشق این صورت را قدر نبود، فرع اکن باشد، کہ بی اصل نتوان
بودن، پس اندر اصورت نگونید، چون صورت فرع باشد، اورا فرع نتوان گفتن، گفت عشق
نیز بی صورت متصور نیست و منعقد نیست پس فرع صورت باشد،
گوئیم چرا عشق متصور نیست بی صورت، بل انگیزندہ صورت است، صد ہزار صور از عشق
انگیزہ می شود، ہم مثل ہم محقق، اگر چہ نقش بی نقاش نبود و نقاش بے نقش نبود، ولیک نقش
فرع بود و نقاش اصل کھا کہ الا صبع مع حصاکہ الحاکمہ تا عشق خانہ نبود هیچ مہندس
تصور صورت خانہ نکند و بچنین گندم سالیہ بزخ زرت سالی بزخ خاک، و صورت گندم
ہمان است، پس قدر و قیمت صورت گندم بعشق آید، و بچنین آن ہنر کہ تو طالب و عاشق آن
باشی پیش تو آن قدر وارد و دور دورے کہ ہنر اطلالی نہ باشد آن ہنر اینا موزند، و نورزند، گویند
کہ عشق آخر افتقار است و احتیاج بحیزی، پس چون احتیاج اصل باشد و محتاج الیہ فرع،
گفتیم این سخن کہ می گوئی آخر این سخن حاجت تو ہست شد کہ چون
میل این سخن داشتی این سخن زایدہ شد پس احتیاج مقدم بود، و این سخن از وزاید پس
بی او احتیاج را وجود بود، پس فرع او نبود عشق و احتیاج گفت آخر مقصود از آن احتیاج

این سخن بود پس مقصود فرع چون باشد گفتیم و ایما فرع مقصود باشد که مقصود از بیخ درخت
که اصل است فرع درخت است که آن میوه است

فصل

(فرمود از دعوی این کینز که کردند اگر چه دروغ است، و پیش نخواهد رفتن، اما در وهم
این جماعت چیزی نشست، این وهم و باطن آدمی همچون دلیلیست ادل در دلیز آید، آنکه
در خانه این همه دنیا یک خانه است، هر چه در اندرون آید که دلیز لابد که در خانه ظاهر شود مثلاً
این خانه که نشسته ایم صورت این دروازه مندرس پیدا شد، آنکه این،

پس گفتیم این همه دنیا یک خانه است، هر چه در دلیز ویدی که پیدا شد حقیقت دان
که در خانه پیدا شود، و این همه چیزها که در دنیا پیدا شود از خیر و شر اول همه در دلیز پیدا شد
آنکه اینجا حق تعالی چون خواهد که چه برای گوناگون از غرائب و عجائب و باغها و بوستانها و
علوم و تصانیف گوناگون در عالم پیدا کند، در اندرون بافت صنایع آن بند تا از آن
این پیدا شود، و همچنین هر چه در عالم می بینی، می دان که در آن عالم هست، مثلاً هر چه دریم می
می دان که دریم باشد که این از آن نیست، و همچنان این آفرینش آسمان و زمین و عرش و کرسی
و عجایبها می دیگر حق تعالی تصانیف آن را در ارواح پیشینیان نهاده بود و لا جرم عالم برای آن پیدا شد
مردم که میگویند عالم قدیم است سخن ایشان صحیح کی باشد بعضی میگویند که حادث است و آن اولیا اند و انبیا که ایشان
قدیم تر از عالم اند حق تعالی تصانیف آفرینش عالم را در ارواح ایشان نهاده و آنکه عالم پیدا شد پس ایشان علی الحقیقه می دانند که
حادث است و از مقام خود خبر میدهند مثلاً مادرین خانه که نشسته ایم عمر ما قصت هفت است دیدیم که این خانه نبود و اکنون است که این خانه
شد اگر درین خانه جانوران متولد شوند از درون این خانه مثل کرم و موش و حیواناتی دیگر که زخم میزنند ایشان آیدند و فراموش را

معمور دیدند، اگر ایشان بگویند که این خانه قدیم است، بر ما حجت نشود، چون ما دیده ایم که این حادث
 بچنان که آن جانوران از ورود و دیوار آن خانه رسته اند، و جز این خانه چیزی نمی دانند و نمی بینند
 خلق اند که ازین خانه و نیارسته اند و در ایشان جوهری نیست نیست شان ازینجا است، هم در اینجا
 فرو روند، و اگر ایشان عالم را قدیم گویند بر انبیاء و اولیاء که ایشان را وجود بوده است پیش از
 عالم بصد هزار سال چه جائے سال و چه جای عدد که آن رانه حدتست و نه عدد حجت نباشد که
 ایشان حدوث عالم را دیده اند، بچنانک تو حدوث آن خانه را،

فصل

بعد از آن آن فیلسفیک بسنی می گوید که حدوث عالم را بچه دانستی ای خر تو قدم عالم را بچه
 دانستی آخر گفتن تو که عالم قدیم است معنیش آن است که حادث نیست که این گواهی بر نفی باشد
 آخر گواهی بر اثبات آسان ترست از آنکه گواهی بر نفی معنیش آن است که این کار را افلان مرد
 نکرده است و اطلاع بر این مشکست، می باید که آن شخص از اول عمر تا آخر ملازم آن شخص
 بوده باشد شب و روز در خواب و بیداری که بگوید البته این کار را نکرده است هم حقیقت نشود
 شاید که این را خوابی بوده باشد یا آن شخص بجابت خانه رفته باشد، که این را ممکن نبوده
 باشد ملازم او بودن، به سبب این گواهی بر نفی روا نیست اما گواهی بر اثبات مقدورست
 و آسان زیرا می گوید بخاطر با او بودم چنین گفت و چنین کرد و لا حیرم این گواهی مقبول است
 زیرا که مقدور آدمی است،

آنون ای سگ دین که بحدوث گواهی می دهد آسان ترست از آنجی تو بقدم عالم
 گواهی می دهی زیرا حاصل گواهیست این است که حادث نیست پس گواهی بر نفی داده باشی

آدمی داند که خانه حادث است
 شکر و ایمان آغاز ترا
 عاقلان را از ترا
 مشکوکست که در حقش

پس چو هر دور او بلی نیست و ندیده اید که عالم حادث است یا قدیم تو او را میگوئی
 بجه دانستی که حادث است او نیز میگوید ای قلبتان بجه دانستی که قدیم است آخر دعوی تو
 مشکل تر است و محال تر

فصل

مصطفی صلی الله علیه و سلم صاحب نشسته بود کافران اعتراض آغاز کردند فرمود که هر
 شما هم متفقد که در عالم بلی هست که صاحب وحی شد و فرود می آید بر هر کسی فرو می آید و کسی
 را علامتها و نشانهها باشد در فعل و در قول و در سیما و در همه اجزای او نشان و علامت آن باشد
 اکنون چون آن نشانهها را دیدید روی بومی آرید و او را قومی گیرید تا دستگیر شما باشد
 ایشان مجرب می شدند و پیش سخن نشان نمی ماند و دست بشیر می زدند و نیز می آمدند
 و اصحاب را می رنجانید و می زدند و استغما فحاشی کردند مصطفی نمی فرمود که صبر کنید تا فلان
 که بر ما غالب شدند بعلیه خواهند که این ظواهر بگویند خدا این دین را ظاهر خواهد گردان
 و صحابه بدتها نماز را پنهان می کردند و نام مصطفی را پنهان می گفتند تا بعد از وفات وحی آمد
 که شما نیز بشیر بکشید و جنگ کنید

مصطفی را که می گویند از آن رد می گویند که بر حظه و مایوم قادر بود و چنان ازین راه پیش
 می گفتند که حفظ و علوم و حکمت او مادر از دست بکنند نیست کسی که بروی قمر رقوم نوبه را بگذارد
 چون ندانند نشستن و دور عالم چه باشد که او نداند چون همه از وی آموزند عقل جزوی را چه
 چیز باشد که عقل کل را نباشد

عقل جزوی قابل آن نیست که از خود چیزی را بخواهد استخراج کند که آنرا و جنس آنرا

نذیرہ باشد، و این مردم کہ تصنیفها کرده، و ہندسہای نو، و بنیادہای نو نہادہ اند، اما تصنیف
 تو نیست، آنرا دیدہ اند بر آنجا زیادت می کنند، آنہا کہ از نو اختراع کنند ایشان عقل کل باشند
 عقل جزوی قابل آموختن است، محتاج است بتعلیم، عقل کل معلم است محتاج نیست، و همچنین
 جملہ پیشہوار چون باز کاوی اصل و آغاز آن وحی بودہ است، و از انبیا آموختہ اند،
 و ایشان عقل کل اند،

حکایت غراب قایل و ہایل را گشت، و نئی دانست کہ چہ کند غراب غرابی را بگشت و
 خاک را بکندید و آن غراب را دفن کرد، و خاک بر سرش کند، و از غراب تعلیم یافت و
 گور ساختن و دفن کردن را بیا موخت، همچنین جملہ حرفتہا

ہر کہ عقل جزو است محتاج است بتعلیم، و عقل کل واضح چیز ہاست، و ایشان انبیا
 و اولیا اند، کہ عقل جزوی را بعقل کل متصل کردہ اند، و یکی شدہ اند، مثلاً دست و پا و چشم و گوش
 و جملہ حواس آدمی قابل اند کہ از دل و عقل تعلیم کنند، پا از عقل رفتار می آموزد، دست گرفتن
 چشم دیدن گوش شنیدن، اما اگر دل و عقل نباشد، ہیچ این حواس بر کار نباشد، اکنون همچنان
 کہ این چشم نسبت بعقل و دل کثیف است و غلیظ، ایشان لطیفند، و این کثیف بآن لطیف
 قائم است، و اگر لطف و تاز گئے دارد از دوار و، و معطل و پلید و کثیف است، همچنین عقل جزو
 نیز بعقل کل آتے است تعلیم از و کند و از و فائدہ گیرد، و کثیف و غلیظ است پیش لطف عقل کل
 یکی گفت مرا بہت یاد دوار بہت است اگر سخن باشد یا نباشد سخن فرست

لے مثنوی، دفتر ۴، عنوان آموختن گور کئی، الخ

کندن گورے کہ کتر پیشہ بود، کے ز فکر و حیلہ داندیشہ بود،

گر بدی این فہم مر قایل را، کے نہادے بر سر او ہایل را، الخ

فرمود کہ آخرین ہمت در عالم ارواح ہو، پیش از عالم اجسام پس بار اور عالم اجسام ^{مصلحت} می
 آوردند این محال باشد پس سخن در کارست و پرفائدہ است دانہ قنسی را اگر مغزش تنها در زمین
 بکاری چیزی زوید چون با پوست ہم بکاری بروید پس دانہ تم کہ صورت نیز در کارست،
 نماز نیز در باطن است کہ لا صلوة الا بحضرة القلب اما لا بدست کہ بصورت آری
 و رکوع و سجود کنی آنکہ بہرہ مند شوی و بقصود سی ہم علی صلواتہم و علیٰ آلائہم السلام این نماز حسنت
 نماز صورت موقت است آن دائم نباشد، زیرا روح عالم دریاست از انہایت نیست جسم
 ساحلست خشکیست محدود باشد، و مقدور پس صلوة دائم جز روح را نباشد، پس روح
 را رکوع و سجود بہت اما بصورت این رکوع و سجود ظاہری باید کردن، زیرا
 معنی را با صورت اتصالے ہست تا ہر دو ہم ہم نباشند فائدہ ندہند چنانکہ
 دانہ بی پوست زوید،

این کہ می گوئی صورت فرع معینست و صورت رعیتست و دل بادشاہ
 آخر این اسمائے اخلاقیاتست چون می گوئی کہ این فرع آنست تا فرع نباشد نام
 اصلیت برو کی نشیند پس او اصل ازین فرع شد اگر فرع نبود می اورا خود نام
 نبود می چون رب گفתי ناچار مربوطے باید و حاکم گفתי محکومی باید
 حسام الدین از زنجانی پیش از آن کہ بخدمت فقرا برسد و بایشان صحبت کند
 بجائی عظیم بود، ہر جا کہ رفتی بجد بحث و مناظرہ کردی خوب و خوش گفتی اما چون
 درویشان مجالست کرد آن بر دل او سرد شد ع
 نبرد عشق را جز عشق دیگر

۱۵ نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی، ۱۶ حاشیہ گذر چکا

من اسادات مجلس مع اللہ فی مجلس مع اہل التصوف^۱ این علمائے نسبت باحوال فقرا
بازی و عمر ضایع کردن است، انما الدنیا لعب^۲،

اکنون چون آدمی بالغ شود و عاقل و کامل، بازی نکند و اگر کند از غایت شرم پنهان
کند، این عالم قیل و قال و ہوسہائے او ہمہ با دست، و آدمی خاکست و چون باد بخاک
آمیزد، ہر جا کہ رسد چہما را خستہ کند، و از وجود او جز تشویش و اعتراض حاصل نباشد
اما اکنون اگر چہ خاکست بہر سختی کہ می شنود می گرید، اشکش چون آب روان است،
تسای اعینہم تفضی من الدامع^۳، اکنون چون عوض باد بر خاک آب فرو می آید کار بکسر
خواہد بود و لا شک خاک آب یافت بر وسبزه و ریحان و بنفشہ و گل روید این راہ فقر را
کہ در و بجلہ آرزو ہا برسی و ہر چیز کہ تمنائی تو بودہ باشد البتہ در آن راہ تو برسد اگر شکستن
شکر ہا، و ظفر یافتن براعدا، و گرفتن ملکها، و تسخیر خلق و تفوق بر اقران، و فصاحت، و بلاغت
و ہر مرادی کہ باشد چون راہ فقر را گزیدی اینہا ہمہ تو برسد، و ہیچ کس درین راہ نرفت کہ
شکایت کرد بخلاف راہہائے دیگر ہر کہ در آن راہ رفت و کوشید از صد ہزار کی را مقصود
حاصل شد و آن نیز نہ چنان کہ دل او خنک شود و قرا گیر و زیر اہر را ہی را اسبابیت و
طریقہ حصول آن مقصود و مقصود حاصل نشود الا از راہ اسباب آن راہ دورست
و پراخت و مانع شاید کہ آن اسباب تخلف کند از مقصود،

اکنون چون در عالم فقر آمدی و ورزیدی حق تعالی ترا ملکها و عالمها بخشد کہ در ہم
لے جو شخص خدا کی ہمیشہ چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اہل تصوف کی ہم نشینی اختیار کرے، ہندی نسخون میں
اس عبارت کے پہلے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے

۱۵۰ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے، (حدید ۲) تم ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہو دیکھو، (مائدہ ۱۱)

ناورده باشی و از آنج اول تمی می بردی و می خواستی بخل کردی، که آوه من بوجو چنین چیز حقیر
چون می طلبیدم، اما حق تعالی گوید اگر چه تو از آن منزه شدی و نمی خواهی و سیراری اما
چون وقت در خاطر تو گذشته بود، برای مازک کردی، کرم بابی نهایتست، البته آن
نیز میسر تو گردانیم،

چنانک مصطفی صلی الله علیه و سلم پیش از وصول و شهرت، فصاحت و بلاغت عرب را
می دید تمی می برد که مرا نیز این چنین فصاحت و بلاغت بودی چون او را عالم غیب کشف گشت
و مستحق شد بجای آن طلب و تمی بر دل او سرود شد، حق تعالی فرمود که آن فصاحت و بلاغت
که می طلبیدی بتو دادم، گفت یارب مرا بچه کار آید، فارغم از آن و نخواهم، حق تعالی فرمود
آن نیز باشد و فراغت قائم بود و هیچ ترا زیان ندارد، حق تعالی او را سخنی داد که جمله عالم از
زمان او تا بدین عهد در شرح سخن او مجلد ها س گوناگون ساخته، و می سازند و هنوز از ادراک
آن قاصرند، و حق تعالی فرمود که نام ترا صحابه از ضعف و ازیم و شر حسودان در گوشه پنهان
می گویند بزرگی ترا بجدی نشر کنم مزارهای بلند بر اقالیم پنج وقت بانگ از تند با و از با می
بلند و الحانهای لطیف در شرق و مغرب مشهور شود،

اکنون هر که درین راه خود را در باخت همه مقصودهای دینی و دنیای او را میسر گشت
و هرگز کس ازین راه شکایت نکرد و سخن ما همه نقد است و سخنهای دیگران نقل، و این نقل
فروع نقد است چون پای آدمیت، نقل چون قالب چوبین، بشکل قسم آدمی،
اکنون آن قدم چوبین را ازین قدم صلی و زویده اند و انداز ده آن ازین گرفته اند، اگر در عالم
پای بنودی، ایشان این قالب را از کجا ساختند می،

پس بعضی سخن نقد است و بعضی نقل و بهر گیری مانند میزی می باید که نقد از نقل بشناسد

تمیز ایمان است و کفر بے تمیز نیست نبی بینی که در زمان فرعون چون عصای موسی نما
شد و چوبهای و رهنمای ساحران جمله ماران شدند آنک تمیز نداشت همه را یک لون دید
و فرق نکرد و آنکه تمیز داشت سحر را از حق فهم کرد و مومن شد بواسطه تمیز پس دانستیم که
ایمان تمیز است آخر این فقه اهلش دگر بود اما چون با ذکر و حواس و تصرف خلق آمیخته شد
آن لطفت نماند و این ساعت بچه ماند بطافت دگر،

همچنین که این آب در تروت روانست بسوی شهر آنجا که سر چشمه است بگر که چه صاف
و لطیف است چون در شهر و آید و از محلهای اهل شهر بگذرد چندین خلق دست و پا و اعضا
و جامها و نجاسات بهائیم در و ریخته و با او آمیخته گردد و چون از آن کنار دیگر بگذرد و نگر
اگر چه همان ست گل کند خاک را سبز کند و تشنه را سیراب گرداند اما میز می باید
تا دریابد که این آب را آن لطفت (که داشت) نمانده است و با و چیزهای ناخوش آمیخته شد
المن کس یمیز فطن عاقل

پیر عاقل نیست چون بیاز می مشغول است، اگر صد ساله شود و هنوز کودک است و اگر
کودک است چون بیاز می مشغول نیست پیر است، اینجا سن معتبر نیست، ما آسن می باید ما آسن
آن باشد که جمله پلید را پاک کند و در و بیج اثر نکند همچنان صاف و لطیف باشد و در معده مضمحل
نشود و گنده و خلط نگیرد و آن آب حیات است

یکی در نماز نغمه زد و دیگر نیست، نماز او باطل شود یا فی جواب این تفصیل است

له حاشیه گذر چکا، ۲۵ غنوی، و نثر ۵، عنوان آن یکے از عالمے پرسید الخ

آن یکے پرسید از مفتی به راز گر کسی گیرد یہ نوحه در نماز

آن نماز او عجب باطل بود، یا نمازش جایز و کامل بود

اگر آن گریه از آن رو بود که او را عالمی دیگر نمودند، بیرون محسوسات، آخر آنرا دیده می گویند
تا دیده چه دید، چون چیزی دیده باشد که جنس نماز و مکمل نماز باشد مقصود از نماز خود آن است،
نمازش درست و کامل تر و اگر بعکس این برای دنیا گریست یا دشمنی بر و غالب شد از کین او
گریه اش آمد یا حسد بر دیگر کسی که او را چندین اسباب هست و مرانیت، نمازش ابر و ناقص
و باطل باشد،

پس دانستیم که ایمان تمیز است که فرق کند میان حق و باطل و میان نقد و نقل، و هر کرا
تمیز نیست محروم است اکنون این سخن را که می گویم هر کرا تمیز هست بر خور دارد و هر کرا تمیز
نیست این سخن پیش او ضایع است، همچنانک دو شخص شهری عاقل کافی بودند از روی
شفقت برای نفع روستائی گواهی دهند، اما روستائی از روی هیل چیزی بگوید که آن
گواهی هیچ نتیجه ندهد و سی ایشان ضائع گردد، و ازین روی گویند که روستائی گواه یا خوشین
دارد اما چون حالت سکر مستولی گردد دست باز نمی گردد، که اینجا میز می هست یا نیست، مستحق
این سخن و اهل این هست یا نیست، از گزاف فرومی ریزد و همچنانک زنی را که پستانهاش قوی
پیشود و در دکنده بود، و سگ بچکان محله را جمع کند و شیر را بر ایشان می ریزد،
اکنون این سخن چون بدست نامیز افتاد و همچنان باشد که در ثن بدست کودکی وادی
که قدر آن نمی داند، چون از آن سوتر رود سیمی بدست او نهد و آن گوهر را از دستا نند
چون تمیز ندارد و تمیز بنمیتی عظیم است،

ایا یزید را پدرش بوقت طفلی بد رسه برده بود که فقه آموز و چون پیش مدرش برود
گفت اهدنا فقه الله گفتندش هذا فقه ابی حنیفه، گفت انا الله فقه الله چون بر
خویش بر و گفت اهدنا فقه الله گفتند هذا فقهی سیبیه، گفت ما ابرید، همچنین هر جاش که

می بردن چنین می گفت پدر عاجز شد و اورا بگذاشت، بعد ازین ورین طلب به بغداد آمد
 حالے که جنید را بدید و گفت هذا افتد الله و چون باشد که بره و در خود را شناسد
 چون رشیع آن لباس است و او از عقل و تمیز زاده است صورت را در با کن شیخی بود و مرید آن
 را پیش خود ایستاد و با کردی دست بسته در خدمت گفتند، ای شیخ این جماعت را چرا
 نمی نشانی که این رسم درویشان نیست این آیین امر او ملوک است گفت فی خاموش کیند
 من خواهم که ایشان این طریق را معظّم دارند تا بر خود دار شوند اگر چه تعظیم در دست ولیکن
 الظاهر عنوان ابا طن معنی عنوان جلالت یعنی که از عنوان نامہ را بدانند، که نامہ بر آ
 کیست و از عنوان کتاب بدانند، که در اینجا چه بابهاست، و چه فصلها، از تعظیم ظاهر و
 سر نهادن، و بیایستادن معلوم شود که در باطنها چه تعظیم دارند، و چگونه تعظیم می کنند حق
 و اگر در ظاهر تعظیم نمایند معلوم گردد که باطن مانا پاکست، و مردان حق را معظّم نمی دارند،

فصل

سوال کرد جوهر خادم سلطان که بوقت زندگی یکی را پنج بار تلقین می کنند، سخن را فهم
 نمی کنند بعد از مرگ چه سواش کنند که بعد از مرگ سوا لها فراموش کنند، گفتیم چو آموخته را
 فراموش کنند، لاجرم صاف مثال است کردند سوال نا آموخته را، این ساعت تو که کلمات
 من از آن ساعت تا اکنون می شنوی بعضی را قبول می کنی که جنس آن شنیده، و قبول

حضرت بایزید کا سال وفات ۳۳۴ یا ۳۳۵ هجری و حضرت جنید کا به قول اصح ۲۹۸ هجری
 حضرت بایزید کا ایک نو عمر طالب علم کی حیثیت سے حضرت جنید کو ایک مرشد کامل کی حیثیت سے
 دیکھنا تاریخی حیثیت سے قرین قیاس نہیں،

کرده، و بعضے را تم قبول می کنی، و بعضے را وقت می کنی، و بحث میکنی، و این را دو قبول و بحث باطن تر هیچ کس نمی شنود، آنجا آلتی نه هر چند گوش داری، از اندرون بگوشش تو بانگی نمی آید، اگر اندرون بگوئی هیچ گوینده نیابی،

این آمدن تو بزیارت عین سوال است بی کام و بی زبان که مراراً بنماید و اینج نموده اید روشن تر کنید، و این نشستن ماباشا خاموش یا گویا جواب آن سوالهاست پنهانی شماست چون از اینجا خدمت پادشاه باز روید سوال و جواب با پادشاه است، و پادشاه را بی زبان همه روز یا بندگانش سوال است که چون می ایستند، و چون می نگرند، اگر کسی را در اندرون نظر کثری هست، لابد جوابش کثری آید و یا خود بر نمی آید، که جواب راست گوید، همچنانک کسی شکسته زبان باشد، هر چند خواهد تا سخن درست گوید نتواند، زرگر که بسنگ می زند زر را، و آن سوال است، و جواب زر می گوید، اینم، خالصم یا آمیخته،

بوتہ خود گویدت چون پالودی کہ زری یا مس زر اندودی
گر سنگی سوال است از طبیعت، که بخانه تن خللی هست، خشتی بده، گلی بده، خوردن جواب است که بگیر، نا خوردن جواب است که هنوز حاجت نیست، آن مهره هنوز خشک نشده است بر سر آن مهره دیگر نشاید زدن، طیب نبض می گیرد، سوال است جنبیدن رگ جواب است نظر بقاروره سوال است و جواب است بی لاف گفتن، دانه در زمین انداختن سوال است که مرا فلان میوه می باید درخت رستن جواب است بی لاف زبان، زیرا جواب بی حرف است سوال بی حرف باید، و اگر دانه بوسیده بود و زروید، هم سوال است، و جواب است که مرا چیزی از مایه نبود من چه دهم از پر

پادشاهی سه بار رقعہ خواند و جواب نه نوشت و شکایت نوشت که سه بار است که بخدمت

عصہ می داریم اگر قبول بفرمائید و اگر رد فرمائید پادشاہ نظر رقعہ مثبت اما علمت ات
ترک الجواب جواب، جواب اللاحق السکوت،

نارویدن و رخت ترک جواب ست، لاجرم جواب باشد ہر حرکتی کہ آدمی کند سوال
و ہر چہ اور پیش می آید از غم و شادی جواب باشد، اگر جواب خوش شنود، باید کہ شکر کند و شکر
آن بود کہ ہمہ جنس آن سوال کہ بر آن سوال این جواب یافت اگر جواب ناخوش شنود استغفار
کند و دیگر جنس آن سوال نکند، فلعلہذا جاءہم باسنا تضرعوا و لکن قست قلوبہم
فہم نکر و ند کہ جواب مطابق سوال ایشانست و نہایت لہم الشیطان ما کانوا یعلمون
یعنی سوال خود را خوب می دیدند می گفتند این جواب زشت لائق این سوال و ندانستند
کہ دود از ہیثم بودند از آتش، ہر چند ہیثم خشکتر و دود آن کمتر گلستانی را یا غیبانی سپردی
اگر آنجا بوی ناخوش آید تہمت بر باغبان نہ نہ بر گلستان، گفت مادر را چرا کشتی
گفت چیز می دیدم کہ لایق نہ بود گفت مرد را می بایست کشتن گفت پس
ہر روزی مردی می کشم،

اکنون ہر چہ ترا پیش آید نفس خود را ادب کن تا ہر روز با کیت جنگ بناید کردن
اگر گویند کل من عند اللہ گوئیم لاجرم عتاب کردن نفس خود را و عالمی را را ہیندن ہم
من عند اللہ چنانکہ آن کی بروخت قمر دینی میوہ می رخت و می خور و خداوند

۱۔ جب ہمارا عذاب پہونچا، تو انھوں نے تضرع و عاجزی سے کیون نہ کام لیا، نہیں، بلکہ ان کے دل
تو سخت ہو چکے تھے، (النعام، ع ۵) ۲۔ شیطان نے ان کے کرتوت ان کی نظر میں خوش کرد کھائے،
(النعام، ع ۵) ۳۔ منومی و فردوم حکایت ملامت کردن مردم شخصے کہ مادرش را کشت بہ تہمت سے
آن کے از خشم مادر را بکشت، ہم بہ زخم خنجر و ہم زخم مشیت
آن کے گفتش کہ از بد گوہری یاد نادر دے تو حق ماور می آئے
۴۔ ہر شے خدا ہی کی جانب سے ہے، (صناع، ع ۱۱)

باغ مطالبہ کرو، گفت از خدا نمی ترسی، گفت چرا ترسم درخت از آن خدا و من بندہ خدا
بندہ خدا می خورم از نعمت خدا گفت باش تا جوابش بگویم گفت رسن بیارید و اورا برین
درخت بندید و برینند تا جواب ظاهر شدن فریاد بر آورد که از خدا نمی ترسی؟ گفت چرا ترسم
تو بندہ خدا و این چوب خدا می زنند بر بندہ خدا چوب خدا،

حاصل این عالم بر مثال کوہست، ہر چہ گوئی از خیر و شر از کوہ همان صدا شنوی
و اگر گمانبری کہ من خوب گفتم کوہ زشت جواب داد محال باشد، کہ بلبل در کوہ بانگ
کند، از کوہ صدای آن آید یا نوای دیگر پس یقین دان ہر بانگی کہ کردی، در جواب همان شنوی، بیت،
بانگ خوش و ارجون بکوہ آئی کوہ را بانگ خرچہ فرمائی
خوش آواز است ہی دار و صد گنبد خضرا

فصل

فرمود ما ہجو کا سہ ایم بر سر آب رفتن کا سہ بر سر آب حکم کا سہ نیت حکم آب است
یکی گفت این عام است الا بعضی می دانند بعضی نمی دانند،
فرمود کہ اگر عام بودی تخصیص طلب المومن بین الاصبیحین^{علیہ السلام} راست نبودی و نیز فرمود
الحمن علم النعاک^{علیہ السلام} و نتوان گفتن کہ این عام است، چون ہمگی علمہار را و آموخت تخصیص
قرآن چیست؟ و ہچنان خلق السموات و الارض^{علیہ السلام} تخصیص آدمی و زمین چیست چون
ہمہ چیز بار علی العموم او آفرید، لاشک ہمہ کا سہا بر سر آب قدرت و مشیت است و لیکن اگر

ملہ شوی و قریح حکایت در جواب جبری و اثبات اختیار الخ

گفت کہ چوب خدا این بندہ اش زمینند بر پشت دیگر بندہ خوش چوب حق دشت و پہلو آن او کز من غلام آنت و فرمان او
ملہ مومن کا قلب خدا کی ادوا انگلیوں کے درمیان آملہ وہ جن جن قرآن کی تعلیم دی، (دخن عا) زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا، ہود عا

چیز گوید و اخصاف کنند آن بے ادبی باشد چنانک گوید یا خالق السقین والضابط والنفس
 الا اگر گوید یا خالق السموات یا خالق العقول پس این تخصیص را فائده باشد، اگر چه عامست
 پس تخصیص چیزی دلیل گزیدگی آن چیز کند، حاصل کاسه بر سر آب می رود و آب
 از آن را برو جی می برد که همه کاسها از روی نظاره گران کاسه میشوند و کاسه بر سر آب می برد
 برو جی که همه کاسها از روی می گیرند، طبعاً و تنگ می دارند، و آب ایشان را الهام گریزی دهد
 و قوت گریز و در ایشان این می نهد که اللهم من دعا مندا بعدا و بان اول اللهم من دعا قبا
 اکنون انکس که عام می بیند می گوید که از روی سخری هر دو سخرانند و یکیت او جوا
 می گوید که اگر تو لطف و خوبی و حسن گردانیدن آن این کاسه را می دیدی، و پرسی می این
 حسن خاص و ازین خوبی ترا پروای آن صفت عام نبوت، چنانک معشوق کس با همه
 سرگینها و خفیه مشترک است از روی هستی و از روی جسمی، هرگز بخاطر عاشق آید که معشوق
 من مشترک است با خفیه لقیما در آن وصف عام که هر دو جسم اند، و تجزی اند و درش جهند و
 حادث و قابل فنا اند و غیرها من الا و صلا العالمه هرگز درون نمی گوید هر که او را ازین صفت عام یاد کند
 او را دشمن گیرد و ابلیس خود داند،

پس چون در تو این گنج که نظر بان جهت عام کردی تو اهل نظاره حسن خاص منی
 با تو شاید مناظره کردن زیر امناظره ما بحسن آیمخته است و اطهار حسن بغیر اهلش ظلم باشد
 قال لا تعلم الحكمة غیر اهلها فتعلموهم ولا تفهموهم اهلها فتعلموهم این علم نظرت
 علم مناظره نیست، گل و میوه نمی شکند بپاییز که آن مناظره باشد یعنی بپاییز مقاومت
 و مقابله کردن باشد، و گل را آن طبع نیست که مقابله کند بپاییز، اگر نظر آفتاب حمل
 یافت بدون آید و ربه اے معتدل عادل و اگر نه سرور کشید و باصل خود رفت پاییز او را

می گوید، اگر تو شایخ خشک نیستی پیش من برون آئے اگر مردی اومی گوید من پیش تو شایخ
خشکم و نامردم هر چه خواهی بگو، بیت،

ای پادشاه صادقان! چون من منافق دیده؟

بازندگانت زنده ام، یا مردگانت مرده ام

تو که مولانا بهاولدینی اگر پیر زنی را که دندانها ندارد و روئے چون پشت سوسمار
آزنگ بر آتشنگ بیاید که اگر مردی و جوانی اینک آدم اینک فرش نگار و اینک
میدان مردی بنمای اگر مردی گوئی معاذ الله والله من میستم و اینچ حکایت کردند و روغ بود چون
جفت توئی نامردی خوش شد،

کز دم می آید پیش برداشته، بر عضو تومی زند که شودم که مرد خندان و خوشی، بخند،
تا خنده ترایم، می گوچو تو آمدی مرا هیچ خنده نیست، و هیچ طبع خوش نیست، آنچه گفتند و روغ
گفتند، همه دواعی خنده ام مشغولست که تو کی روی و از من و در شوی،

گفت آه کردی ذوق رفت، آه مکن تا ذوق نزود، فرمود گاهی بود که اگر آه
نه کنی ذوق برود علی اختلاف الحال، و اگر چنین نبود می نفرمودی ان ابا اھم کلا و لا
حلیم، و هم طاعتی اظهار بنیاستی کردن، که همه اظهار ذوق ست داین سخن که تومی گوئی از
به آن می گوئی که ذوق نیاید پس اگر برنده ذوق ست برنده ذوق را مباشرت میکنی،
بناید، و این نظیر آن باشد که خفته را بانگ زنند "برخیز که روز شد، کار روان می رود
گویند مزین بانگ که او در ذوقست ذوقش بر مد گوید آن ذوق هلاکتست و این ذوق
خلاص گویند تشویش مده که مایع است این بانگ فکر را گویند "بدین بانگ خفته در فکر

آید و گرنہ اور اچھ فکر باشد درین خواب بعد از آنکہ بیدار شود و در فکر آید
 آنکہ بانگ بر دو نوع باشد، اگر بانگ کتدہ بالائی او باشد، موجب زیادتی فکر
 باشد، زیرا منبت او صاحب علم باشد و اورا بیداری باشد، آگہی چون اورا بیدار کروا
 غفلت، از علم خودش آگاہ کند، و آنجا شش کشد، پس فکر او بالا گیرد چون اورا از جای بلند
 آواز داند، اما اگر بعکس باشد، کہ منبت تحت آن باشد و عقل چون اورا بیدار کند اورا نظر
 بزیرافتد، چون بیدار کتدہ اسفلست لابد اورا نظر باسفل افتد، و فکر او بعالم سفلی بود

فصل

این کسانی کہ تحصیل کرده اند و در تحصیل اند می پندارند کہ اگر اینجا ملازمت کنند
 علم را فراموش کنند، بلکہ چون اینجا آئند علمہا شان ہمہ جان گیرد، علمہا ہمہ نقشند،
 چون جان گیرند بچیان باشد کہ قالب مرده جان پذیرفتہ باشد، اصل این ہمہ علمہا از
 آنجاست، از عالم بی حرف و صوت نقل گردد،
 و کلمہ اللہ موسیٰ تکلیماً حق تعالیٰ بموسیٰ سخن برفت و صوت نگفت زیرا حرف
 را کام و لب می باید تا ظاہر شود حق تعالیٰ و تقدس منزہ از لب و دہان پس انبیاء را
 در عالم بی حرف صوت گفت و شنودست یا حق کہ او بلام این عقول جزوی آنجا نرسند
 و نتوانند بے بردن اما از عالم بی حرفی در عالم حرف ورمی آئند، و طفل می شنود براسے
 این طفلان کہ لغزش معلّم، اکنون اگر چه این جامعست کہ در حرف و صوت مانده اند
 باحوالی او نرسند اما از وقوت گیرند و نشو و نما یا بند و باوے پیارمند، همچنانک طفل

لے "اور خدا نے موسیٰ سے کلام کیا" (نسا ع ۲۳) لے "میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں"

اگرچہ مادر رانگی شناسد تفصیل، اما بوی می آرد و قوت می گیرد و همچنانکہ میوه بر شاخ می
آرد و شیرین می شود، و از درخت خبر ندارد، همچنان از آن بزرگ می شود، و از حرف و صوت
او اگرچہ اورا ندانند و بوی نرسند، اما از قوت گیرند و پرورده شوند و در حبل نقوش این است
کہ در اے عقل و حرف و صوت چیز می و عالمی هست عظیم،

نه بینی کہ ہمہ خلق میل کند بدیوانگان و بزیارت ایشان می روند،
و گویند باشد کہ این آن باشد، راست، چنین چیزے هست، اما محل را
غلط کرده اند، آن چیز در عقل نگنجد، اما نہ ہرچہ کہ در عقل نگنجد آن باشد،
کل جویند و مدد و لیس کل مدد و رجوع، نشانش آن باشد کہ گفتیم کہ
اگرچہ اورا حالتی باشد کہ در گفت و ضبط نیاید اما از وی عقل جان قوت گیرد
و پرورده شود و درین دیوانگان کہ اینها گرداوی گردند این معنی نیست و از خوشنیت نمی گردند، و
با او آرام نمی گیرند اگرچہ می پذیرند کہ آرام گرفته اند آنرا آرام نگوئیم، چون کہ طفلی از مادر
جداشد بخطہ یا دیگری آرام یافت آن را آرام نگوئیم زیرا غلط کردن است،

طبیعیان می گویند ہرچہ مزاج را خوش آید و شتہای اوست اورا قوت دهد، و خون
اورا صافی گرداند، اما وقتی کہ بی علتش خوش می آید تقدیراً اگر گل خواری را گل خوش
می آید، آن را نگوئیم مصلح مزاج است، اگرچہ خوشش می آید، و همچنین صفرائی را ترشی خوش
می آید و شکر ناخوش، آن خوشی را اعتبار نیست زیرا بنا بر علت است، خوشی آنست کہ اول
بیش علت اورا خوش می آید، مثلاً دست یکی را بریدہ اند، یا شکستہ اند، و آویختہ است
جراح آن را راست می کند و بر جائے اول می نشاند اورا آن خوش نمی آید و ورم میکند
جراح می گوید ترا اول آن خوش می آید کہ دست راست بود، و بان آسودہ بودی،

و چون کثری کردند مستالم می شدی و می رنجیدی این ساعت ترا اگر
آن کثر خوش می آید این خوشی دروغست این را اعتبار بنا نشو بچنان
ارواح را در عالم قدس خوشی بود از ذکر حق و استغراق در حق
بود همچون ملائکه اگر ایشان بواسطه اجسام معلول شدند و گل خورون شان خوش می آید
نجی و ولی که طیب است می گوید که ترا این خوشی دروغ است ترا خوش چیزی دیگر
می آید آنرا فراموش کردن خوشی مزاج اصلی صحیح تو آنست که اول ترا خوش می آید
این علت ترا خوش می آید تو می پنداری که ترا خوش می آید

عارفی پیش نحوی نشسته بود نحوی گفت سخن ازین سه بیرون نیست یا اسم یا فعل
یا حرف است عارف جامه بدرید که او دلتا به بیت ساله عمر من و سعی و طلب من بیاورد
که معلوم گردد که برودن ازین سخن دیگر هست مجاهده با کرم تو امید مرا ضائع کردی هر چند
که آن عارف بآن سخن و مقصود رسیده بود الا نحوی را باین طریق تنبیه می کرد
آوردند که حسن و حسین رضی الله عنهما شخصی را دیدند در وقت طفلی که وضو کثری کرد
و نامشروع خواستند که بطریق احسن او را وضو تعلیم دهند پیش او رفتند که این مرا می گوید که
تو وضوی کثری سازی هر دو پیش تو وضو بسیاریم بنگر از هر دو کدام راستست و مشروط
هر دو پیش او وضو ساختند گفت ای فرزندان وضوی شما سخت راستست و نیکوست
وضوی من مسکین کثربود است

چند آنکس همان پیش شو و خانه را بزرگتر کنند و اندایش بیشتر شود و طعام پیش
سازندانی مینی طغی را چون قدک او کوچک است اندیش او نیز که همان است لائق خانه
قالب دوست غیر شیر و دایه نمی داند و چون بزرگتر شد همانان اندیشهای او فرو نهند

از عقل و ادراک و تیز و غیره خانه بزرگتر گردد.

و چون همان عشق آید در خانه نگیرد، خانه را ویران کند، و از نو عمارت سازد و پروهای
پادشاهانه بردارد و او لشکر با چشم او در خانه نگیرد و آن پروهای لائق این درها نباشد آنچنان
چشم بی حد را مقام بی حد می باید و آن پروهای را چو بر آویزند، همه روشاینها دهند، و حجابها
بر خیزند، و پنهانها آشکارا گردند، بخلاف پروهای این عالم که حجاب می افزایند، این
پروهای عکس آن پروهاست

انی کاشکو خطی بالاعینها لیجمل الناس عن عذری عن عذری

کما الشمع یبکی کلایه رای اعتبره امن محبة الناس من فقه العسل

شخصی گفت این را قاضی ابو منصور هر وی گفته است، گفت آنچه قاضی منصور
گوید پوشیده و تردد و آمیز و متلون باشد اما منصور بر تافت، پیدا و فاش گفت همه عالم سیر
قضا اند، و قضا سیر شایه، و شایه پیدا کند پنهان ندارد،

گفت صفی از سخنان قاضی بخوان، بخواند بعد از آن فرمود که خدا را بندگانند
که چون زنی را در چادر ببیند، حکم کند که نقاب بردارد تا روی ترا بینیم، که چه کسی و چه چیزی
که چون تو پوشیده بگذری و ترا بینیم، مرا تشویش خواهد بود، که که بود و چه کس بود،
من آن نیستم که اگر روی ترا بینیم، بر تو فتنه شوم، و البته تو شوم، مرا خدا ویرست که از شما
پاک و فارغ کرده است، از آن ایتم که اگر شما را بینیم مرا تشویش شود الا اگر بینیم در
تشویش باشم که چه کس بود و بخلاف طایفه دیگر که اهل نفس اند ایشان اگر روی شاهدان
باز بینند فتنه ایشان شوند، و مشوش گردند پس در حق ایشان آن به که روی باز
نکند تا از فتنه برهند.

فخصه گفت در خوارزم کسی عاشق نہ شود کاجا شاہدان بسیار اند چون شاہدی بینند
و دل درویندند، بعد از ان از دہتری بینند، آن بر دل شان سر و شود فرمود کہ بر
شاہدان خوارزم اگر نتوان عاشق شد، آخر بر خوارزم عاشق باید شدن کہ در شاہدان
بی حدند آن خوارزم فقرست کہ در شاہدان معنوی بسیارند و صورتہای روحانی بید
کہ بہر چہ فرود آئی و قرار گیری، دیگر روی نماید کہ اولین فراموش شود اسے
مالا نہایت پس بنفس فقر عاشق شویم کہ در چنین شاہدانند،

فصل

سيف الدين البخاري سلاح الى مصل كل واحد يجب ملة العايش ملة الصفا
و فوائد و هو لا يعرف حقيقة وجهه انما يحسب بس قعته وجهها والى الله بس قعته والوجه
ملا لا واكتشف انت وجهك تجدني ملة لوجهك اني انا ملة لا واشت ايلد
قال تحقق عندي ان الانبياء والاولياء على طوبى باطل وما ثمة شئ سعى ادعاء
قال اتقول هذا جزا اقام ترى فتقول فان كنت ترى وتقول فقد حققت
الم ويدا في الوجود، وهذا احوا عند الاشياء عندك في الوجود، فصدق الانبياء
لانهم ما ادعوا الا الروية، وقد اقتضت بها انت،

ثم الروية لا تتم الا بصبي لان الروية من افعال متعديات، لا بد للروية
من صبي وساي ع واما المراتي فمطلوب، واما المراتي فطالب، او على العكس فقد
ثبت بانكارك الطالب والمطلوب، الروية في الوجود، فيكون الالهي هبة والمحقق
قضيتين في نفسها واثباتها، فكانت واجبة الثبوت البتة،

قيل اولئك الجماعة يدرون لذاتك المفضل ويعظمونك، قلت لا يكون ذلك
 الشيخ المفضل ادنى من الحج والحثن وعبادها تعظيم تفخيم ورجاء وشوق وسؤال
 وحاجات وبكاء ما عند الحج من هذه من شئ ولا خبر لا حسن شمر قد جعلها الله تعالى سببا
 لما قسم من الصدق وما عند ما جاز ذلك فقية كان يضرب صبيا فليل لا يشق تضرب
 وما ذنبه قال اما انتم تعرفون، هذا اولك النافاعل صانع قبل الشئ يعمل وقت الشئ قال
 يهرب وقت الانزال، يعني عند التخميش يهرب خياله فيبطل على الانزال، ولا شك ان
 عشقه كان يمنع خياله، وكان للصبي خير من ذلك فكذا لك عشق هو لا مع خيال
 هذا الشيخ البطل وهو غافل عن محبهم ووصالهم وحالهم ولو كان العشق مع الخيال لكان
 المحظي مواجبا للوجد لكنه لا يكون مثل المعاشقة مع معشوق حقيقى خبير بصير بحال عاشقه
 كالذى يعانى فى ظلمة الليل اسطوانته حسبا يامن انه معشوق ويكسى ويشكو لا يكون فى
 اللذة شبيها بمن يعانى حبيب اللطيف الخبير

فصل

ہر کسی چون غم جانی و سفری می کند اور اندیشہ معقول رومی نماید کہ اگر انجارد
 مصلحتها و کارهای بسیار میسر می شود، و احوال من نظام گیرد، و دوستان شاد شوند، و
 بروشمنان غالب آیم اور اپیش نہا و نیست، و مقصود حق خود چیزے دیگر چندین تدبیر
 کرد و بیرون شوہا اندیشید کی میسر نشود و بروفی مراد او، و مع ہذا بر تدبیر و اختیار خود عہد
 می کند، بیت

تدبیر کنند بندہ وقت تدبیر نداند تدبیر بقتدیر خداوند چہ ماند

و مثال این چنان باشد که شخصی در خواب می بیند که بشهر غریب افتاد، و در آنجا هیچ
 آشنائی ندارد، سرگردان می گردد و نه کس او را می شناسد، نه او کسی را این مرد پشیمان
 میشود و غصه و حسرت می خورد که من چرا درین شهر آمدم که آشنائی ندارم، دست بردست
 می زند، و لب می خاید، چون بیدار شود، نه شهر میندونه مردم معلوش گردد که آن غصه و تاس
 بے فائده بود، پشیمان گردد از آن حال، و آن را ضایع داند باز باری دیگر چون در
 خواب رود خوشی را اتفاقاً در چنان شهر بید غم و غصه خوردن آغاز کند، و پشیمان شود
 از آمدن در چنان شهر، هیچ نمیدانست که من در بیداری ازین غم خوردن متقدم بودم و می دانستم
 که ضایع بود و خواب بود و بے فائده، اکنون تهنیت است خلاقان صد هزار بار دیده اند
 که غم و تدبیر ایشان باطل شد، و هیچ کار بر مراد ایشان پیش نرفت، الا حق تعالی نیانی
 بر ایشان می گمارد، که آن جمله را فراموش می کنند، و تابع اندیشه و اختیار خود می گردند،
 ان الله یحول بین المراء و قلبه،

ابراہیم او هم در وقت پادشاهی بشکار رفته بود، در بے آہوی تاخت، تا چند انک
 یکی از لشکر جدا گشت، و دور افتاد، و اسب در غرق غرق شده، او هنوز می تاخت در آن
 بیابان چون از حد گذشت، آہو سخن درآمد، و روی باز پس کرد که ملاحظت لهذا اثر ابر
 این نہ آفریده اند و از عدم جہت این بوجود نیار و وہ اند، کہ مرا شکار کنی خود مرا صید کرد
 گیر تا چه شود، ابراہیم چون این را بشنید لغز زود از اسب خود را انداخت، هیچ کس در آن
 صحرا نبود غیر شبانے باولابہ کرد و جامہ پادشاہ نہ مرصع و سلاح و اسب خود را بدو داد کہ
 آن نہ خود بمن وہ دہیج کس مگو و کس را از احوال من نشان مدہ آن نذر اور پوشیدہ
 راہ گرفت، اکنون غرض اورا یہین کہ چہ بود او خواست کہ آہو را صید کند، حق تعالی اورا

بآہو صید کرد تا بدانی کہ در ہمہ عالم آن واقع شود کہ حق خواهد،
 عمر رضی اللہ عنہ پیش از اسلام بخانہ خواہر خود و در آمد خواہرش قرآن می خواند ^{لنا} و طفلان
 بآواز بلند چون برادر را دید پنهان گرد و خاموش شد عمر شہید برہنہ کرد کہ البتہ بگو کہ چہ می
 خواندی و چرا پنهان کردی و الا این دم گردنت را ببرم ایچ امان نیست خواہرش عظیم رسید
 خشم و مہابت اورا می دانست ازیم جان مقرر شد گفت ازین کلام می خواندم کہ حق تعالی ^{مذا}
 زمان محمد فرستاد گفت بخوان تا بشنوم طہ را فرد خواند عمر عظیم خشکین شد غضبش صد چند ان
 گشت گفت اگر ترا این ساعت بکشم زبون کسے باشد اول بروم سراور را ببرم آنگاہ بکار
 بروم ^{محمیان} از غایت غضب با شمشیر برہنہ روی مسجد مصطفیٰ نہاد در راہ چون صنادید
 قریش اورا دیدند گفتند ^{محمیان} عمر قصد محمد دارد اگر کاری خواہد آمدن ازین بیاید زیر اعراف
 و رجولیت عظیم بود بہر لشکرے کہ روی نہادہ البتہ غالب گشتی بحدے کہ مصطفیٰ علیہ السلام
 ہمیشہ می فرمود کہ خداوند ادین مرا لعل نصرت دہ یا ابو جہل زیرا این دو لعل خود مشتے بودند
 و آخر چون مسلمان گشت ہمیشہ عمر می گریستی و می گفتی یا رسول اللہ و ای بر من اگر ابو جہل
 را ہستم می داشتی و می گفتی کہ خداوند امر با ابو جہل نصرت و قوت دہ یا بہ عمر حال من
 چہ بودی در ضلالت می ماندی فی الجملہ در راہ شمشیر برہنہ روی مسجد رسول نہاد
 و در آن میان حیریل وحی آورد کہ یا رسول اللہ اینک عمر بنی ایدتاروی باسلام آورد
 در کنارش گیر ہمین کہ عمر در مسجد درآمد معین دید کہ تیری از نور پدید آمد از مصطفیٰ و در دلش
 نشست لغزہ زد و بے ہوش افتاد ہری و عشقی در جاننش پدید آمد و می خواست کہ در
 پیش مصطفیٰ بگدازد از غایت محبت و نحو گرد و گفت یا نبی اللہ ایمان عرض فرما و آن
 کلمہ مبارک بگو تا بشنوم چون مسلمان شد گفت اکنون بعد از ان کہ شمشیر برہنہ ^{محمیان}

آدم و بختارت آن بعد ازین از حق کہ نقصانی در حق تو بشنوم فی الحال اما نش ندیم و بدین
شمشیر سرش را بستم از مسجد رفت، ناگاہ پدرش پیش آمد کہ دین گروا میدی، فی الحال
سرش از تن جدا کرد، و شمشیر خون آلود و در دست می رفت، صنادید قمرش شمشیر خون
آلود دیدند، گفتند آخر وعده کرده بودی، کہ سر آورم سر کو گفت اینک سر گفتند این سر را
ازین جابرو می گفت این سر آن سر نیست اکنون بگر قصد عمر چه بود و حق تعالی را مراد
چه بود، تا بدانی کہ کار با همه آن شود کہ او خواهد،

شمشیر بکف عمر در قصد رسول آید

در دام خدا افتد و زنجیر نظر پاید

اکنون اگر شمار اینز گویند کہ چه آورد وید بگویند سر آوردیم و اگر گویند کہ ما این سر را
دیدہ بودیم گویند نے این سر آن سر نیست، سر آنست کہ در آن سرست باشد، و اگر نہ
ہزار سر بیولی نیز د،

این آیت بخواند کہ واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا و اتخذوا من مقام ابراهيم ^{عليه السلام}
ابراهيم صلوة الله عليه گفت خداوند چون مرا بخلعت رضای خویشستن مشرف گردانیدی
فدیات مرا نیز این کرامت روزی گردان، حق تعالی فرمود کاینال عہدی انظالمین ^{عليه السلام}
یعنی آنها کہ ظالم باشند ایشان لایق خلعت و کرامت من نیستند، چون ابراهيم دانست
کہ حق را با ظالمان و طاغیان عنایت نیست، گفت کہ خداوند آنها کہ ایمان آورده اند
و ظالم نیستند ایشان را از رزق خویشستن با نصیب گردان، و از ایشان دریغ مدار،

۱۵ جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ ٹھہرایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کنارا
کی جگہ بناؤ، (بقرہ ۱۵) ۱۶ میرا اقرار ظالموں کے لئے نہیں، (بقرہ ۱۵)

حق تعالیٰ فرمود رزق عام است همه را نصیب باشد و ازین همان خانه کل، لایق منتفع شوند
 الا خلعت رضا و قبول و تشریف کرامت قسمت خاصان است و برگزیدگان
 اهل ظاهر گویند که غرض از بیت کعبه است، که هر که در وی گریزد از آفات این باشد
 و در آنجا صید حرام باشد، و کسب نشاید ایزد ساینده و حق تعالی آن را برگزیده است، این
 راست است، و خوب است، الا این ظاهر قرآن است، محققان می گویند که غرض از بیت
 بدون آدمیت یعنی خداوند باطن را از وسواس و مشاغل نفسانی خالی گردان، و از وسوسه
 و فکرهای فاسد و باطل پاک کن تا هیچ درد و خوبی نماند و امن ظاهر گردد و بجای محل وحی تو باشد
 دیو و وسواس را و در آن راه نباشد، همچنان که حق تعالی بر آسمان شهب گماشته است، تا ایشان
 رحیم را مانع می شوند از استماع اسرار ملائکه تا هیچ کس را احوال ایشان و قوت نیابد
 ایشان از آفت بادر باشند، یعنی خداوند تا تو نیز با سببان عنایت خود را بر و درون ما گماشته
 و از تا وسواس شیاطین و مکرهای نفس و وسوسه را دور دارند، این قول اهل باطن و
 محققان است هر کسی از جای خود می جنبد،

قرآن دیبای دور وید است بعضی ازین روی بهره می یابند، و بعد از آن رکوع و سوره
 است است است چون حق تعالی می خواهد که هر دو قوم از دستبند شوند، همچنانک زنی را
 شوهری است، و فرزند می شیر خواره و هر دو را از حظ و دیگر است طفل را لذت پستان
 و شیر و شوهری را لذت حقیقی، خلایق طفلان راه انداز قرآن لذت ظاهر یابند، الا آنها که
 رجال اند و کمال یافته ایشان در معانی قرآن تفرجی دیگر دارند، و فهمی دیگر،
 مقام مصلاهی ابراهیم در حوالی کعبه جایست که اهل ظاهر می گویند، آنجا دو رکعت نماز
 باید کرد و این خوب است، ای والله الا مقام ابراهیم پیش محققان آنست که ابراهیم و اخو

را در آتش اندازی از بہر حق و خود را بدین مقام رسائی بجد و سعی و در راہ حق یا نزدیک
 این مقام کہ او بہر حق خود را فدا کرد یعنی نفس را پیش او خطر نماند و بر خود نہ لرزید و در مقام
 ابراہیم و در کعبہ نماز خوب است الا چنان نمازی کہ قیامش درین عالم باشد و رکوعش
 در آن عالم بمصو و از کعبہ ول انبیا و اولیا است کہ محل وحی حق است وین کعبہ فرع
 است اگر ول نباشد کعبہ بچہ کار آید، انبیا و اولیا سبکی مراد خود ترک کر و اند و تابع مراد
 حقند تا ہر چہ او فرماید آن کنند، باہر کہ اور اعنایت نباشد، اگر چہ و ماور بود از ویزا شوند و در ویدہ ایشان دشمن نماید،

داویم بدست تو عنان دل خویش تا ہر چہ تو گوئی بخت من گویم خست

ہر چہ می گویم مثال نیست مثل دیگرست و مثال دیگر حق تعالی نور خود را
 مبصباح تشبہ فرمود بہت مثال، و وجود او لیار ابرجہا، این بہت مثال است، نور او
 در کون و مکان نگیرد، و رز جابہ و مصباح کی گنجد بہ مشارق انوار حق جل جلالہ در ول کی
 گنجد الا چون طالب آن باشی آنرا در ول یابی، نہ از روی ظرفیت کہ آن نور در آنجا است
 بل آنرا از آنجا یابی ہچنانکہ نقش خود را در آئینہ یابی، مع ہذا نقش تو در آئینہ نیست، الا چون
 در آئینہ نظر کنی خود در آئینہ چیز ہای کہ آنرا نامعقول نماید چون آنرا مثال بگویند معقول می شود
 و چون معقول گردد محسوس شود، ہچنانکہ بگوئی چون کی چشم ہم می بند چیز ہای عجب می بیند
 و صورت اشکال محسوس مشاہدہ می کند، و چشم چون می کشاید بیچ نمی بیند، این را ہیچ کس معقول
 نداند، و باور نکند، الا چون مثال بگوئی معلوم شود و این چون باشد، چون کسی کہ در خواب
 صد ہزار چیز ہای بیند کہ در بیداری از آن ممکن نیست کہ یک چیز بیند، و ہچنین ہندسی کہ در بیداری

لے شوی و ترا دل عنوان دل نہادن مردوب بر التماس و لہرائم گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است من بچشم ہیچ در بالا و پست
 و زمین آسمان عرش نیز، من بچشم این یقین ان لے عزیز و در دل ہومن بچشم لے عجب گر مر اجوئی در آن و لہا طلب
 لے اس مقام پر شیون ہندی فسفہ ختم ہو جاتے ہین، بحر ایک مختصر عبارت کے جو بالکل آخر میں ملے گی،

تصور خانہ کرد، و عرض و طول و شکل آن کس را معقول ننماید، اما چون صورت آنرا بر کاغذ
نگار د، ظاهر شود و چون معین کند کیفیت آن معقول گردد، و بعد از آن چون معقول شود خانہ
را بنا کند بر آن شق محسوس شود، پس معلوم شد کہ جملہ نامعقولات بمثال معقول و محسوس گردد
و همچنین می گویند کہ در آن عالم نامہا پران شود بعضی بدست راست بعضی بدست چپ، و
ملائکہ و حشر و نار و جنت باشد، و میزان و حساب و کتاب و ہرچ معلوم نہ شود تا این را
مثال نگویند اگر چہ آنرا درین عالم مثال نبود الا بمثال معین گردد،

و مثال آن درین عالم آنست کہ شب ہمہ خلق می خپند، از کفشگر و پادشاہ و قاضی
و خیاط و غیر ہم، اندیشہا از ایشان می پرد، و ہرچ کس را اندیشہ نمی ماند، باز چون سپید صبح
ہمچون نغمہ ز صور اسرافیل وارد گردد، ذرات اجسام ایشان را زندہ گرداند، اندیشہ ہر کی
چون نامہ پران سوی ہر کس می آید ہرچ غلط نمی شود، اندیشہ خیاط سوی خیاط، آہنگر سوی
آہنگر، و اندیشہ فقیہ سوی فقیہ، اندیشہ ظالم سوی ظالم، اندیشہ عادل سوی عادل
ہرچ در زنی خفت و بابت او کفشگر بر خاست نے زیرا کہ عمل و مشغولی او آن بود، تا بدانی
کہ در آن عالم نیز ہچنان باشد این محال نیست، و درین عالم واقع است، پس اگر
کسی خدمت کند، و بر سر رشتہ رسد جملہ احوال آن عالم را درین دنیا مشاہدہ کند
و برو مکشوف شود، تا بداند کہ در قدرت حق ہمہ می گنجد بسا استخوان ہا در گور بینی،
بوسیدہ الا متعلق راحتہ باشد خوش و سرمست خفتہ و اذ آن لذت سی باخبر، آخرین
گذاخت نیست کہ گویند خاک برو خوش باد پس اگر خاک را از خوشی خبر نبودی
کہ گفتند،

صد سال بگا آن بت مہوش باد تیر غم اور اول من ترکش باد

بر خاک و ریش پر خوش خوش کن یارب کہ دعا کرد کہ خاکش خوش باش
 مثال این در آن عالم محسوس و اقصیٰ همچنانک دو کس در یک بستر خفته اند یکی خود
 را ایمان خوبان و گلستان و بهشت می بیند و یکی خود را ایمان ماران و زبانه دوزخ می بیند
 اگر باز کاوی نه این بینی نه آن بینی پس چه عجب که اجزای بعضی در گور و لذت و راحت
 و مستی باشند و بعضی در الم و محنت و هیچ نه این بینی نه آن پس معلوم شد که نامعقول بمثال
 معقول شود و مثال مثلی مانند همچنانک عارف کشاد و خوشی و قیطر را نام بهار کرده است
 و قیض و غم را خزان چه ماند خوشی بهار یا غم خزان از روی صورت الا این مثالست که
 بی این عقل آن معنی را نفوذ و در اک نتوان کردن همچنانک حق تعالی می فرماید کالیتوی
 الظلمات ولا النور ولا الظل ولا النور و ایمان را بنور نسبت کرد و کفر را بظلمت یا
 ایمان را بسایه خوش نسبت فرمود و کفر را بافتاب سوزان بی ایمان که مغرور و بچوش آرد
 و چه ماند روشنی و لطفت ایمان بنور این جهان یا ظلمت و کفر تباریکی این عالم
 اگر کسی در وقت سخن گفتن مای خسد این خواب از غفلت نباشد بلکه از آن
 بود همچنانک کاروانی در راه صعب مخوف در شب تاریکی می رود می رانند از بیم تا
 بساوا که از دشمنان آفتی رسد همین که آواز سگ و خروس بگوش ایشان رسیده و بدیده
 آمدند فارغ گشتند و پاکشیدند و خوش خفتند و در راه هیچ آواز و غلغله نبود از خوف خوابشان
 نمی آمد و در دیه بوجدان بآن همه غلغله سگان و خروس و خروس و خوش و خواب می شنیدند
 سخن مایه آبادانی و امن می آید و حدیث انبیاء و اولیاست ارواح چون سخن آشنایان

لے ہمارے اورو روشنی نہیں برابر ہو سکتی اور نہ سایہ اور آفتاب قرآن پاک کی اصل عبارت

یون ہے، ایستوا (اعنی) والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا النور (فاطر، رکوع ۳)

می شنوند، این می شوند و از خوف خلاص می یابند، زیرا ازین سخن بوی امید و دولت
می آید، همچنانک کسی در شب تاریک با کاروانی همراه است از غایت خوف هر لحظه می پند
و حرامیان با کاروان آخته شده اند، می خواهند تا سخن همراهان بشنود و ایشان را سخن
بشناسد چون سخن ایشان بشنود این می شود،

قل یا محمد اقرا تو بگو زیرا ذات تو لطیفست نظر با آنجانی رسد چون سخن میگوئی در می
یابند که تو آشنائی ارواح این می شنوند و می آسایند،

لولا عظامی ایاک لم تونی کفی بجسمی منی کالانی سرجل
در کشت زار جانور کجاست که از غایت خوردگی در نظر نمی آید چون بانگ کند او را
می بیند بواسطه بانگ یعنی خلایق در کشت زار وینا مستغرق اند و ذات تو از غایت ^{لطف}
در نظر نمی آید سخن بگو تا ترا بشناسند،

چون تو خواهی که جای روی اول دل تو می رود، و می بیند بر احوال آن مطلع
می شود آنکه دل بازی گردد، و بدین راهی کشاند، اکنون این جمله خلایق نسبت بانبیا و اولیا
اجسام اند، دل عالم ایشانند، اول ایشان در آن عالم سیر کردند، و از بشریت برود
آیند، و تحت و فوق آن عالم را مطالعه کردند، و قطع منازل کردند تا معلوم شان
شد که راه چون می باید رفتن آنکه آیند، و خلایق را دعوت می کنند که بیایند بدان
عالم اصلی که این عالم خرابه است، و سرای فانیست، و ما جانی خوشی یافتیم، شمارا
خبر می کنیم، پس معلوم شد که دل فی جمیع الاحوال ملازم دلداریست، و او را حاجت قطع
منازل و خوف راهزنان و پالان و اشتریت تن سگین است که
مقید اینهاست، شعر،

بادل گفتم که ای دل از نادانی
 محروم ز خدمت کنی می دانی
 دل گفست مرا بخت غلط می خوانی
 من لازم خدمت تو سرگردانی
 هر جا که باشی و در هر حال که باشی
 جهد کن تا محب و عاشق باشی و چون محبت ملک
 تو شد همیشه محب باشی و در گورد و در شرود و در بهشت
 الی مالا نهایی چون گندم کاشتی قطعاً
 گندم روید و در انبار همان گندم باشد و در تنور همان گندم باشد
 همچون خواست تا پیش لیلی
 نامه بنویسد قلم در دست گرفت

خیالک عینی واسهات فی فی
 و ذکر ک فی قلبی الی این اکتب
 پس چون خیال تو مقیم شست و نام تو بر زبان و ذکر تو در صمیم جان
 پس نامه پیش تو
 کجا نویسم چون در این محله می گردی قلم بشکست و کاغذ بدرید
 بسیار کس باشد که دلش ازین سخن پُر باشد
 الا عبارات و الفاظ نتوان آوردن
 اگر چه عاشق و طالب و نیازمند این باشد
 عجب نیست و این معنی عشق نباشد
 بلکه خود اصل دلست و نیاز و عشق
 همچنانکه طفل عاشق شیرست
 و از آن مدومی یابد و قوت می گیرد
 مع هذا نتواند شرح شیر کردن و حد آن را گفتن
 و در عبارت آوردن که من از خوردن
 شیر چه لذت می یابم و بنا خوردن آن چگونه متالم و ضعیف می شوم
 اگر چه جانشن خواهان و عاشق شیرست و بالغ اگر چه هزار گونه شیر را شرح دهد
 اما در از شیر هیچ لذت نباشد
 و از آن حظ ندارد

فصل

نام آن جوان صیت سیف الدین فرمود سیف در خلافت نمی توان دیدن

سیف او باشد کہ برای دین جہاد کند و کوشش او کلی برای حق باشد و صواب را از خطا پیدا
کند و حق را از باطل تمیز کند الا جنگ اول با خویشین کند و اخلاق خود را مہذب گرداند
ایداً بفساد و ہمہ نصیحتاً با خویشین گوید،

آخر تو نیز آدمی دست و پا دسرداری و گوش و ہوش و چشم و دہان، انبیاء و اولیاء
نیز کہ دولہا یافتند و مقصود رسیدند ایشان نیز شہر بودند و چون ما جز او اعصاب و اشتہا یعنی کہ ایشان
را راہ می دہند و در می کشایند، و مرائی گوش خود را ببالد و شب و روز با خود جنگ کند کہ
تو چہ کردی و از تو چہ حرکت صادر شد کہ مقبول نمی شوی تا سیف الدین و لسان الحق
باشی مثلاً وہ کس خواہند کہ در خانہ روند نہ کس راہ می یابند و یک کس برون می ماند و در
نمی دہند قطعاً این کس با خویشین بیندیشد و زاری کند کہ عجب من چہ کردم کہ مرا اندرون
نگذاشتند، و از من چہ بی ادبی آمد باید کہ گناہ برخود دہند و خویشین را مقصودی ادب شناسد
نہ چنانک گوید این را بمن حق می کند من چہ کم خواست او چنین است اگر بخوہی راہ دادی
کہ این بکنایت و شنام باشد حق را و شمشیر زدن ناحق باین معنی سیف علی الحق باشد نہ
سیف اللہ حق تعالی منزه است از خویش و اقربا۔ لَعَزِيلٌ وَلِمَلَكٌ لَّدِيَّ

بیچ کسی سوی او راہ نیافت الا بہ بندگی اللہ الغنی وانتم الفقراء مکن نیست
کہ بگوئی آنکس را کہ بحق راہ یافت او از من خویش تر بود و از من آشنا تر بود و او متعلق
تر بود پس قربت باو میسر نہ شود الا بہ بندگی او معطی علی الاطلاق است و امن در یار گوہر گرد
خار را خلعت گل پوشانید و شتی خاک را حیات و روح بخشید بی غرضی و سابعہ و ہمہ اجزای

۱۔ نہ کوئی اس کی اولاد ہے، اوز نہ وہ کسی کی اولاد ہے، (اخلاص)

۲۔ اللہ بے نیاز ہے، اور تم محتاج ہو، (سورہ محمد، ع ۴)

عالم از نصیب دارند کسی چون بشنود که در فلان شهر کرمی هست که عظیم بخششها و احسان می کند بدین امید البته آنجا رود تا از و بهره مند گردد پس چون انعام حق چنین مشهور است و همه عالم از لطف او باخبر اند چرا از و گدائی نکنی و طمع خلعت و صله نداری کابل و آبشینی که اگر او خواهد مرابد و هیچ تقاضا نکنی سگ که عقل داوراک ندارد چون گرسنه شود و نانش نباشد میش تو می آید و دلم می جنباند یعنی مرانان ده که مرانان نیست و تربیت آن قدر نیز دارد آخر تو کم از سگ نیستی که او بان قدر راضی نمی شود که در خاکستر بخسپد و گوید که اگر خواهد مرا خود مان و بد لایه می کند و دوم می جنباند تو نیز دم بجنبان و از حق خواه و گدائی کن که پیش چنین معطی گدائی کردن عظیم مطلوب است چون بخت نداری از وی بخت خواه که او صاحب دولت است

حق عظیم نزدیک است بتو هر فکری و تصویری که می کنی او ملازم آنست زیرا آن تصور و اندیشه را او هست می کند و برابر تو می وارد و الا او را از غایت نزدیکی نمی توانی دیدن و چه عجیبست که هر کاری که می کنی عقل تو با آنست و دوران کار شروع دارد و هیچ عقل را نمی توانی دیدن اگر چه با اثر می بینی الا ذاتش را نمی توانی دیدن مثلاً کسی در حمام رفت گرم شد هر جا که می گردد آتش با اوست و از تاثیر تاب آتش گرمی یابد الا آتش را نمی بیند و چون بیرون آید و آتش معین بیند بداند که از آتش گرم شد و معلوم گردد که تاب حمام هم از آتش بود و خود آدمی نیز حمامی شکرست و در او تابش عقل و روح نفس همه هست الا چون از حمام بیرون آئی و بدان جهان روی معین ذات عقل را بینی و ذات نفس و ذات روح را مشاهده کنی و بدانی که آن زیر کی و ادراک تابش عقل بوده است معین و آن تدبیر و حیل از نفس بود و حیوة اثر روح بود معین ذات

ہر یک را بینی الاما دام کہ در حمایے آتش را محسوس نتوانی دیدن الا با اثر توان دیدن یا چنان
کہ کسی ہرگز آب روان ندیدہ است اورا چشم بستہ در آب انداختند چیزی نرم نرم بر جسم
ادمی زندالانی داند کہ آن چسپت الا چون چشمش بکشاید بداند معین کہ آن آب بود اول
باثر می دانست این ساعت ذاتش را می بیند پس گدائی از حق کن و حاجت از خود
کہ هیچ ضایع نہ شود کہ اہمونی استجب لک!

در سمرقند بودیم خواہ از ہم شاہ سمرقند را در حصار گرفتہ بود و لشکر کشیدہ جنگ می کرد
و در آن محلہ دختری بود صاحب جمال چنانک در آن شہر اورا نظیر بنو و ہر خطہ می شنیدند
خداوند اتوکی را داری کہ مرادست ظالمان و ہیومی دانم کہ ہرگز را دانداری
و بر تو اعتماد دارم چون شہر را غارت کردند ہمہ خلق را اسیری بردند و کثیرکان آن
دختر را اسیری بردند بیچ با اولیٰ نرسید و در غایت حسن کس اورا التفات نمی کرد
و نظری نہ کرد تا بدانی کہ ہر کہ خود را بحق سپرد از آفتنا ایمن گشت و بسلامت ماند و حاجت
ہیچ کس در حضرت اوضائع نشد،

در ویشی فرزند خود را آموختہ بود کہ ہر چہ می خواست پدرش گفتی کہ از خدا خواہ
چون می گریست و آنرا از خدای خواست حاضر می شد تا بر این سالہا برآمد روزی
کو دک در خانہ اتہا ماندہ بود ہر سیہ اش آرزو کرد و بر عادت مہود گفت ہر سیہ خواہم
ناگاہ کاسہ ہر سیہ از غیب حاضر شد، سیر بخورد و پدر و مادر چون بیامند گفتند چیزی نمی
خواہی گفت آخر ہر سیہ خواہم و خوردم پدرش گفت الحمد للہ کہ بدین مقام رسیدی
و اعتماد و وثوق حق بر تو قوت گرفت،

۱۷۷ ہم سے دعا مانگئے زہو ہم قبول کرتے رہیں گے، (مومن ر ع ۶)

مادر میر تم چون میر تم را ندانند کرده بود بخدا که اورا وقت خانه خدا کند و بوی
 بیج کاری نه فرماید و در گوشه مسجدش بگذاشت زکریا می خواست که اورا ایستاد و او هر که
 نیز طالب بود ندید میان ایشان منازعت افتاد و در آن دور عادت چنان بود که هر که
 چوبی در آب اندازد و خوب هر که بروی آب بماند می آن چیز از آن او بودی التی
 فال زکریا راست شد گفتند حق این است و زکریا هر روز چون طعامی می آورد و در گوشه
 مسجد حبس آن آنجای یافت گفت ای میر تم آخر وصی تو منم این از کجای آوری گفت چون
 محتاج طعام می شوم هر چه می خواهم حق تعالی می فرستد کرم و رحمت او بی نهایت است
 و هر که بر و اعتماد کرد هیچ ضایع نشد زکریا گفت خداوند چون حاجت همه را روا می کنی
 من نیز حاجتی دارم میسر گردان و مرا فرزندی ده که دوست تو باشد و بی آنک او را
 ترخیص کنم او را با تو موافقت باشد و بطاعت تو مشغول باشد حق تعالی ای را در وجود
 آورد و بعد از آنک زکریا پشت و دو تا وضع شده بود و مادرش خود در جوانی عیقم بود در حاجت
 پیری حیض دید و آبتن شد تا بدانی که این همه پیش حق بهانه است و همه اوست و حاکم
 مطلق اوست،

مومن اوست که بداند که در پس پرده کسی هست یک بیک بر احوال ما مطلع است
 و می بیند اگر چه ما در انی بینیم و این اورا یقین باشد بخلاف آنکس که گوید فی این همه حکایت
 و باور ندارد و روزی بیاید که چون گوشش باله پشیمان شود گوید آن بدگفتم و خطا گفتم خود همه
 او بود من اورا نفی می کردم مثلاً تو که در بابی میدانی که من پس و یو ارم و در باب می زنی
 قطعاً نگاه داری و منقطع نکنی،

این نماز آخر برای آن نیست که همه روز قیام و رکوع و سجود کنی الا غرض آنست

می باید آن حالتی که در نماز ظاہری شود پیوستہ با تو باشد اگر در خواب و اگر در بیداری اگر بنویسی و اگر بخوانی در جمیع احوال خالی نباشی از یاد حق ^{لہ} $\text{ہُمُ فِی صُلٰحٍ تَصْمَدًا یٰقُتٰبُ}$ باشی، این گفتن و خاموشی و خوردن و خفتن و خشم و عفو و جمیع اوصاف گردش آسیاست کہ می گردد قطعاً این گردش او بواسطہ این باشد زیرا خود او در آبی است آب نیز از نمود است پس اگر اسباب این گردش از خود بنید عین جبل و بی خبری باشد پس این گردش و میدان تنگ است زیرا احوال این عالم است بحق بنال کہ خداوند امرای غیر این سیر گردش گردش دیگر روحانی میسر گردان چون ہمہ حاجات از تو حاصل می شود و کرم و رحمت تو بر جمیع موجودات عامست پس حاجات دم بدم بر حق عرضہ دار و بے ذکر او مباش کہ یاد او مرغ روح را قوت و پروبال است اگر آن مقصود کلی حاصل شد نور علی نور الا بے یاد کردن حق اندک اندک یا طن منور شود و ترا از عالم انقطاعی حاصل گردد مثلاً همچنانک مرغی خواهد کہ بر آسمان پروا گرچہ بر آسمان نرسد الا و مبہم از زمین دور می شود و از مرغان دیگر بالامی گیر و مثلاً و حقہ مشک باشد و وہاں حقہ تنگ است دست وردی می کنی مشک نمی توانی بیرون آوردن الا مع ہذا دست معطر می شود و شام خوش می گوید پس یاد حق بچنین است اگرچہ بذاتش نہ رسی الا یادش جل جلالہ اثر ہا در تو کند و فائدہ ہا عظیم از ذکر حق حاصل شود

فصل

شیخ ابراہیم عزیز دولشی است چون اورامی نیم از دوستان یاد می آید مولانا شمس الدین را عظیم عنایت بود با ایشان پیوستہ فرمودے "شیخ ابراہیم ما" و بخود اضافت کردی عیناً

چیزی دیگرست و اجتهاد و کاری دیگر اینها بمقام نبوت باجتهاد نرسیدند آن دولت نبی
یافتند الاسنت چنان است که هر کس آن مقام حاصل شود سیرت و زندگانی او بر طریق جهاد
و صلاح باشد و آن هم برای عوامست تا بر ایشان و قول ایشان اعتماد کنند زیرا نظر خلق
بر باطن نمی افتد ظاهر بینند و چون متابعت ظاهر کنند بواسطه و سیرکت آن باطن را نهان
آخر فرعون نیز جهاد می عظیم کرد و در بذل و احسان و اشاعت خیر الا چون عنایت نبود لاجرم
آن طاعت و اجتهاد او را فروغی نبود و آن جمله را بپوشانید،

بچنانک اسیری در قلعه باطل قلعه احسان و خیر می کند و عرض او آنست که بر پادشاه
خروج کند و طاعتی شود لاجرم از احسان او را قدری نباشد اگر چه بکلی نتوان نفی عنایت کرد
از و شاید که حق تعالی را با و عنایت خفی باشد برای مصلحت او را مردود گرداند زیرا پادشاه را
قدر و لطفت و خلعت و زندان هر دومی باید اهل دل از و بکلی نفی عنایت نکند الا اهل ظاهر
او را بکلی مردود دانند و مصلحت در آنست جهت قوام ظاهر پادشاهی را برداری کند و
بر ملای خلایق بر جای بلندی آویزد اگر چه نبوی دیگر پنهان هلاک توان کردن اما عرض
آنست تا مردم اعتبار گیرند و نفاذ حکم و امتثال امر پادشاه ظاهر شود آخر همه دارها و چوب
نباشد منصب و دولت دنیا نیز دار عظیم است چون حق تعالی کسی را خواهد که بگیرد او را در دنیا
منصبی عظیم و یا پادشاهی بزرگ دهد همچون فرعون و ملحد و امثال اینها همچون دارسیت
که حق تعالی ایشان را بر انجامی کند تا جمله خلایق بر آن مطلع شوند،

حق تعالی می فرماید کُنْتُ كُنْزًا مَحْفِيًّا فَاحْبِبْنِي ان شاء الله یعنی جمله عالم را آفریدم و غرض
از آن همه اظهار مابلودگایی بلطف و گاهای بهتر این آچنان پادشاه نیست که ملک او را

یک معرفت پس باشد اگر ذرات عالم معرفت شوند در تعریف او عاجز و قاصر باشند پس ہم
 خلاق روز و شب اظهار حق می کنند الا بعضی می دانند و بر اظهار واقعند و بعضی نوافلند
 اما اظهار حق ثابت می شود و چنانکه امیری فرمود تا یکی را تا دیب کنند آنکس بانگ می زد
 و فریادی کند مع هذا هر دو اظهار حکم امیری کنند اگر چه از درد بانگ می زند الا دانند که ضارب
 و مضروب محکوم امیرند و ازین هر دو اظهار حکم امیر پیدا می شود و آنکس بشت حشمت، اظهار
 می کند حق را همیشه و آنکس که نافیت ہم منظرست زیرا اثبات چیز بی نفی تصور ندارد
 و بی مزه و لذت باشد مثلاً مناظری در محفل مسئله گفت اگر آنجا معارضی نباشد که لاسلم گوید او
 اثبات چه کند و نکته اورا چه ذوق باشد زیرا اثبات در مقابل نفی خوش باشد همچنین این عالم
 نیز محفل اظهار حق است بی ثبوت و نانی این محفل را در وقتی نباشد و هر دو منظر حقند یا ران
 رفتند پیش امیر آن بر ایشان خشم گرفت که این همه اینجا چه کار دارند گفتند این غلبه ما و انبوی
 ما هست آن نیست که بر کسی ظلم کنیم برای آنست تا خود را در محفل و صبر معا و ن باشیم و بعد
 رایاری و بیم چنانکه در تعذیب خلق جمع می شوند برای آن نیست که مرگ را دفع کنند
 غرض آنست تا صاحب مصیبت را متکی شوند و از خاطرش دفع و حشت کنند

الْمُؤْمِنُونَ كَنُفُسٍ وَاحِدَةٌ و دیشان حکم یک تن دارند اگر عضوی از اعضا در
 گیر و باقی اجزا متا لم شوند چشم دیدن خود بگذارد و گوش شنیدن و زبان گفتن همه بر آنجا جمع
 شوند شرط یاری آنست که خود را فدای یار خود کند و خوشیتن را در غوغا اندازد و همت یار
 زیرا همه رو بیک چیز دارند و غرق یک بحرند اثر ایمان و شرط اسلام این باشد یاری که
 بتن کشند چه ماند به یاری به جان کشند کلاصیرا تا الی ساء بنا لمقلوب کت مومن چون

لے تمام مومنین مثل ایک ذات واحد کے ہیں " لے کچھ ہرچ ہین ہکو تو اپنے پروردگار کی خاطر پیشا رہی " (شعر اربع ۳)

خود را فدای حق کند از بلا و خطر دست و پا چراند نشد چون سومی دوست می رود و دست
و پا چه حاجت دست و پا برای آن داور تا از و بدین طرف روان شوی لکن چون
سومی پای سازد دست ساز می روی اگر از دست بروی و در از پای افتی و بے دست
و پای شوی چون سحره فرعون چه غم باشد شعر

ز هزار گفت یار سیرتوان خورو تلخی سخنش همچو شکر بتوان خورو
بس یا نمکست یار بس یا نمکست جای که نمک بود جگر بتوان خورو

فصل

ان الله صابغ للخنزیر و النش کلہما و لا یرضی الا الخیر لانہ قال کنت کثیرا مخفیا فاحببت
ان یغسل لک ان الله تعالی یرید الامر و النہی و الامر لا یصح الا اذا کان الامر من سائر کما قال
امر به لا یقال کل الحلاوة و السكر یا جامع وان قيل هکذا لا یسمی امرا بل یسمی امر اما کذا النہی
لا یصح عن شیء یرغب عنہ الا انسان لا یصح ان یقال لا تأکل الخبز و لا تأکل الشوک و یقول هکذا لا یسمی
نہیا فلا بد لصحة الامر بالخیر و النہی عن الشر من نفس لا غبہ الی الشر و ارادة و جود مثل
هذه النفس ارادة للشر و لکن لا یرضی الشر و لا لما امر بالخیر و یظهر من ارادة التدریس
انہ صابغ للجنس المتعلم لان التدریس لا یمکن الا بحمل المتعلم ان ارادة الشئ ارادة ما هو من لوازم
و لکنہ لم یرضی بحملہ و لا لما علمہ و کذا الک الطیب فانه انما یرید مرضی الناس اذا اراد
طهری و طب نفسہ لانه لا یمکن طهری و طبہ الا بمرضی الناس و لکنہ لا یرضی بمرضی الناس
و لا ما داواهم و لا عالجهم و کذا الخبائث یرید جمع الناس و لکنہ لا یرضی بمرضی الناس
یرضی بحباعتهم و لا لما باع الخبز و کذا الامر و الخیل یریدون ان یکون لسلطانهم

مخالف وعد ولا لما يظهر رجلي ليرسم ومحبهم للسلطان ولا يحجم السلطان لعدم الحاجة اليهم
لكن لا يريد من عن مخالف فيه ولا لما قائلوا وكذا لك الانسان يريد دواعي الشرف في نفسه لانه يحب
ان يكون شاكرا مطيعا متقيا وهذا لا يمكن الا بوجي دال دواعي لترك الشك والطاعة والتقوى في
نفسه واما دة كلشئ اما دة ما هو من لوازمه ولكن لا يريد مني بها لانه مجاهد بانه الله مثل هذه الاشياء
من نفسه فعلم انه يريد للشرف وجه وغيره يريد له من وجه والحضم يقول انه غير يريد للشرف من
وجه ما وهذا الحال ان يريد الشئ ولما يريد ما هو من لوازمه ومن لوازم الامور التي هذه النفس
الابية التي ترغب الى الشرف طبعاً وتنفر عن الخير طبعاً وهذه النفس من لوازمها جميع الشرف والحق
في الدنيا لم يريد هذه الشرف ولم يريد النفس واذا المرير والنفس لم يريد الامور والنفس
المؤمن ومين النفس ولو مني بها ايضا لما امرنا ولما بها نانا فالحاصل ان الشرف ما ولغيره،
ثم نقول اذا كان ما يريد الكل خيراً ومن الخيرات دفع الشرف وكان ما يريد الدفع الشرف
ولا يمكن الايمان الا بعد الكفر فيكون من لوازمه الكفر الحاصل اما دة الشرف انما يكون قبيحاً اذا
امارة عينه اما اذا امارة لغيره لا يكون قبيحاً قال الله تعالى ولكم في القصص حكمة لا تشك بان
القصص شرف وهدم لبنيات الله تعالى ولكن هذا مشجج وى وصون الخلق عن القتل ^{خير}
كلى واما دة الشرف لجن وى لا سادة الخيرات الكلى فليست بقبيحة وترك اما دة الشرف لجن وى ساداً بالاشرف
الكلى فهو القبيح ونظير هذا ان الام لا تريد من جبر الوالد لانه لا يتطهر الا الى الشرف لجن وى و
والاب يريد ان يربح لا يقطع الجن والكلية نظراً الى الشرف الكلى ^ب الله تعالى عفو عفو سرشد ايد العقاب
فهل يريد ان يصدق عليه هذه الآثام ام لا فلا بد من بله ولا يكون عفو عفو الا بعد ^{جود}
الذنب واما دة الشرف اما دة ما هو من لوازمه وكذا اما دة العفو واما دة الصلح والاصلاح
ولا تكون بهذا الا صفة فائدة الابي جود الحفصة نظيرة ما قال صدر الاسلام ان الله تعالى

امرا تا بالکسب و تحصیل المال لانه قال و انفقوا فی سبیل اللہ ولا یکن اتفاق المال الا بالمال فکما
 امر بتحصیل المال ومن قال لغيره قم فصل فقد امره بالی فضل و امر بتحصیل الماء و کل ما هو من لوانه

فصل

الشکری صید و قید للنعم، اذا سمعت صوت الشکر تا هبت للنمید، اذا احب الله عبداً
 ابتلاه، فان صبر اجتبا، وان شکا صطفا، بعضهم یشکرون الله لقهره، و بعضهم یشکرونه للطفه
 و کل واحد منهما خیر لان الشکر تریاق، یقلب القهر بالطف، العاقل الکامل هو الذی یشکر علی الجفا
 فی الخضر و الحفاء، فهو الذی اصطفاه الله، وان کان صاده دساک الناصر بنا الشکری لیتجمل مقصود
 لان شکری الظاهر تنقیض لشکری الباطن، قال النبی علیہ السلام انا الضحی کالقتول یعنی
 خفی فی وجه الحافی قل له و المارد من الضحک الشکر مکان الشکایت و حکي ان یهودیا کان فی
 جوار احدی من اصحاب رسول الله صلعم و کان الیهودی با علی غرقة یتر ل منها الاحداث
 و الانجاس و البوال الصبیان و غیل الثیاب الی بیتة و هو یشکر الیهودی و یا صا اهلہ با شکری
 و مضی علی هذا اثمان سنین، حتی مات المسلم فدخل الیهودی ليعتدی اهلہ فرائی فی البیت تلک
 النجاسات وراء مناذها من الخافه فعلم ما جری فی المد لا الماضیه و قدما نذ ما شد بد او قال لا اهلکم
 له لم یردوا انما کنتم تشکرون فی قالوا انه کان یا مرنابا شکری یجد و عن توکلا لشکر فامین الیهودی

ذکر نیکان محض نیکی است، ہجو مطرب کہ باعث بکی است

لما ذکر اللہ فی القرآن انبیاء و صالحی عبادہ و شکرم علی ما فعلوا و لمن قدر و غفر شکرم تریدین پستان نعمت است
 پستان اگر چه پر پودانہ منزلی شیرینہ آید، پر سید کہ سبب ناشکری چیست، انجی مانع شکرت چیست شیخ فرمود مانع
 شکر خام طمعیست انجی بدور رسید پیش از آن طمع کردن بود آن طمع خام اورا نا شکر کرد

پس از غیب خود غافل بود و آن نقد که پیش کرد از غیب و از وزیر یافت آن غافل بود
 لاجرم طمع خام چون میوه خام خوردن است و مان خام و گوشت خام خوردن است لاجرم
 موجب تولد علت باشد و تولد ناشکری چون دانست که آن مضر خورد است فریغ واجب
 حق تعالی بحکمت خوشتن اورا به بے شکری مبتلا کرد تا استفرغ کند و از آن پنداشت
 فاسد فارغ شود و آن یک علت صد نہ شود،

و بلونا هم بالحسنات والسيئات لعلمهم يرجعون، یعنی سرز قناهم من حيث لا يحتسبون وهو الغيب
 و تنفس نظم هم عن روية الاسباب التي هي كالشركاء لله كما قال ابو يزيد يا رب ما اشكك بك
 قال الله تعالى يا ابا يزيد انا ليلته اللين يعني ذات ليلته اضرب في اللين، وانا الضائر
 النافع، فقل الى السبب فعلا لا الله مشركا و قال انا الضار قبل اللين و بعد اللين و لو
 جعلت اللين كالذنب والمضرة كالتأديب من الاستاد، فاذا قال الاستاد لا تأكل الفواكه
 فاكل التلميذ فضرب الاستاد على كتف سرجه لا يصح ان يقول اكلت الفواكه فاضرب رجل
 وعلى هذا الاصل من حفظ لسانه عن الشك تكفل الله ان يعطى روحه عن اعراض الشك، تقليل
 عند الله كثير الفارق بين الحمد والشكر ان الشكر على النعم لا يقال شكركه على جماله على شجاعته والحمد

فصل

شخصے امامت می کرو و خواند اہلاب آشد کف و اتفاقا مگر از روستای عرب کی
 حاضر بود سیلی محکم ویرا فرو گرفت در رکعت دیگر خواند و من الاعلاب من یومن
 لے اور ہم نے نعمتوں اور مصیبتوں و دونوں کے ذریعے انکی آزمائش کی تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں
 (اعراب ۱۲) عرب کے دیہاتی کفر و نفاق میں بڑے ہی سخت ہیں، (توبہ ۱۲)

باللہ والیوم الآخر ان عوب گفٹ الصفحہ اصلحہ ہر دم سیلے می خوریم از غیب
در ہر چہ پیش می گیریم ایسی از آن دور می کنند باز چیزی دیگر پیش می گیریم

قل لا الاقہ لنا بہ الخسف والقذف قبل قطع الاوصال الیست قطع الموصال، مراد خسف
بدینا فرو رفتن است، وز اہل دنیا شدن، و از قذف از دل او لیا بردن افتادن چنانکہ
کسی طعام نخورد و در معدہ وی ترش شود، و آن راستے کند اگر آن طعام ترشیدی دوقی نکروی
جز و آدمی خواست شدن، اکنون مرید نیز چاہلوس و خدمت می کند تا در دل شیخ گنجائی
یابد، العیاذ باللہ چیزی از مرید صادر شود، و شیخ را خوش نیاید، و اورا از دل پسندازد، مثل
اکن طعام است کہ خورد و دوقی کرد چنانکہ برور ایام شیخ خواست شدن، بسبب حرکت
ناخوش از دلش بیرون انداخت،

عشق تو منادی بعالم در واد تا دلمہا را بدست شور و شر واد
و آنکہ ہمہ را بسوخت خاکستر کرد و آور دیاد بے نیازی بر واد
در آن باد بے نیازی ذرات خاکستران و لہار قصان و منعرہ زنانند، و اگر نہ
چنین اند این خبر را کہ آورد و ہر دم این خبر را کہ تازہ می کند و اگر دلمہا حیات خوشتن
را در آن سوختن و برباد وادون نہ بیند، چندین چون رغبت کنند در سوختن، آن دلمہا
کہ در آتش شہوات دنیا سوختہ و خاکستر شدند، ہیچ الیشان را آوازہ در و نقی
می بینی و می شنوی،

لقد علمت و ما الامساك من خلقي ان الذی هو رزقی سوف یأتی

لے عوب کے دیہاتیوں میں سے ایسے ہیں جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں،

اسی لہ فیتعینی تطلبہ ولو جلست اتانی لایعیننی

بدرستی کہ من دانستہ ام قاعدہ روزی را و خوی من نیست کہ بگزاف و داد و کنم و رنج برم
بے ضرورت بدرستی، ارنج روزی من است از سیم و از خورش و از پوشش و از شہوت
چون بہ نشینم بر من بیاید من چون می دوم و طلب این روزی مرا پر رنج ماندہ و خوار میکند
طلب کردن اینہا و اگر صبر کنم و بجای خود بہ نشینم و اورا می کشد چون نتواند مرا کشد ن
بر من بیاید زیرا کہ روزی ہمہ طالب من ست و او مرا می کشد،

حاصل سخن این ست کہ بکار دین مشغول می باش تا وینا پس تو دوم را دین نشستن
نشستن است بر کار دین اگر چہ می دود و او نشسته است و اگر نشسته است چون برای دنیا
نشسته است او می دود، قال البیہ صلی علیہ وسلم جعل لہم ما و لحد کفایہ اللہ سائرہ ہر کرا دہ غم
باشد غم دین را بگیر و حق تعالی نہ را بی سہی اورا ست کند چنانک انبیا و ربنان و نام
نمودہ اند و ربنہ رضا طلبی حق بودہ اند نام ایشان بر وند ہر کہ رضای حق طلبیدہ
ہمان و آن ہمان با پیغمبر است ہم نشین و ہمچانہ اولئک مع النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین
چہ جای این ست بلکہ با حق ہم نشین است انا جلس من ذکر فی اگر حق ہم نشین او
نبودی در دل او شوق حق نبودی ہرگز بوی گل بے گل نباشد ہرگز بوی مشک بے مشک
نباشد این سخن را پایان نیست و اگر پایان باشد چون سخنائے دیگر نباشد،

۱۔ جس نے اپنے تمام رنجوں کو چھوڑ کر صرف ایک رنج و فکر کو قائم رکھا حق تعالی اسکی دوسری فکر کو از خود
دور کرے گا، ۲۔ یہ لوگ رفیق رہیں گے انبیا، و صدیقین، اور شہداء، اور صالحین کے، قرآن کی اصل
عبارت یوں ہے: نَآوُلِّکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِم مِّنَ الصّٰدِقِیْنَ الشّٰہِدِیْنَ وَ الصّٰلِحِیْنَ (نساء ۶)
۳۔ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں،

شب رفت و حدیث مابیان نرسید شب را چه گنہ حدیث ما بود در از
شب و تاریکی این عالم بگذرد و نور این سخن ہر دم ظاہر تو باشد چنانک شب عمر انبیاء
بگذشت و نور حدیث شان نگذشت و مقطع نشد و نخواہد شدن،

مجنون را گفتند کہ لیلی را دوست می داری چه عجب ہر دو طفل بودید و در یک کتب
مجنون گفت این مردمان ابلہندہ ای بلکہ لاشعہ بیچ مردی باشد کہ بز ن خوب میل نکند
بلکہ عشق آن ست کہ غذا و مزہ از ویاید ہچنانک دیدار پدر و مادر و خوشی فرزند و شہوت انواع
لذت از ویاید مجنون مثال شد از آن عاشقان چنانک در نحو عمر درید،

گر نقل و کباب گرمی ناب خوری می دان کہ خواب در ہی آب خوری
الدنیا کلم النائم و دنیا و تنم و دنیا ہچانست کہ کسی در خواب چیزی خورد پس حاجت دنیا
خواستن ہچانست کہ کسی در خواب چیزی خواست و دادندش عاقبت چون بیداری ست
از آنج در خواب خورد هیچ نفی نباشد پس در خواب چیزی خواستہ باشد و آن را بوی واوہ
باشد، فكان التوال بقدر السؤال

فصل

امیر گفت ما احوال آدمی را یک بیک دانستیم و یک سر موی از مزاج و طبیعت
و گرمی و سردی او از مافوت نہ شہیچ معلوم نہ گشت کہ آنج در او باقی خواہد ماندن چه
چیز ست،

فرمود کہ اگر دانستن آن بجز قول حاصل شدی خود بچندین کوشش و مجاہدہ بانواع
محتاج نبودی و ہیچ کس خود را در رنج نینداختی و فدای خودی مثلاً کی بے خبر آمد غیر آب شود

ہنگام و مہمان نمی بیند گوید کہ این گوهر کجاست مگر خود گوهر نیست گوهر بحر دیدن بحر کجی
حاصل شود اکنون اگر صد ہزار بار آب دریا را طاس طاس پیاید گوهر را نیاید غواصی
می باید تا گوهر را ہر راہ برد و در آنگاہ ہر غواصی فی غواہی چالاک بیک بختی این ہنر را و علمہا
بچون پیودن آب دریاست بطاس طریق یافتن گوہر زرع دیگرست بسیار کس باشد کہ
بجملہ ہنر را راستہ باشد و صاحب مال و جمال بود الا در او آن معنی نباشد و بسا کس ظاہر را و
خراب باشد اور احسن صورت و بلاغت نباشد الا آن معنی کہ باقیست در او باشد و آن نیست
کہ آدمی بدان مشرف و مکرمست و بواسطہ آن رجحان دارد بر سایر مخلوقات،

شیران و پلنگان و دیگر مخلوقات را ہنر و صنعتہا و خاصیتہا باشد الا آن معنی کہ باقی
خواہد بود در ایشان نیست اگر آدمی بآن معنی راہ برد خود فضیلت خوشتن را حاصل کرد و الا
اور از آن فضیلت هیچ بہرہ نباشد این جملہ ہنر با چون نشانند گوہر باست بر پشت آئینہ
روی آئینہ از آن فارغ است روی آئینہ را صفای باید آنکہ روی او زشت دارد و طمع
و ریش آئینہ کند زیرا کہ روی آئینہ غماز است و آنکہ خوب دوست روی آئینہ را بصد جان
می طلبد زیرا روی آئینہ منظر حسن دوست یوسف مصری را دوستی از سفر آید گفت بہت
من چہ ارمغانی آوردی گفت چیت کہ تر نیست الا بہت آنکہ از تو خوب تر هیچ چیز نہ
نہست آئینہ آوردم تا ہر لحظہ روی خود را در روی مشاہدہ کنی چیت کہ حق تعالی را نیست
و اورا بدان احتیاج است ہمیش حق تعالی ولی روشن می باید بدون تا در روی
خود را بیند الا اللہ تعالی لا ینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم بل ینظر الی قلوبکم

بلاد صا اسادت و جدت فیہا و لیس یفوتہا الا الکساکم

شہری کہ در او ہر چہ خواہی بیابی از خوب رویان و لذات مشتمای طبع و آسائش

گو تاگون الاور او عاقلی نباشد یا لیت کہ بعکس این بودی آن شهر وجود آدمی است
 اگر در او ہزار ہنر باشد و آن معنی نبود آن شهر خراب اولیٰ ترد اگر آن معنی ہست و آرایش
 ظاہر نیست باکی نبود سراومی باید کہ معمور باشد آدمی کہ در ہر حالتی کہ ہست او مشغول حق است
 و آن اشغال ظاہر مانع مشغولی باطن نیست بچنانکہ زن حاملہ در حالتی کہ ہست در صلح و جنگ
 و خوردن و خفتن آن بچہ در شکم آدمی بالہ و قوت و حواس می پذیرد و مادورہ از آن خبر نیست آدمی
 نیز حامل آن سراست کہ قال اللہ تعالیٰ و حملہا الانسات انہا کان ظلوفا جمعا کلا، ^{لے} الحق تعالیٰ
 اورا در ظلم و جہل نگذارو،

از چہ بی صورت آدمی مرافت و موافقت و ہزار آشنائی خیزد از آن سر کہ آدمی
 حامل آنست چہ عجب کہ یاری با و آشنائی با آید تا بعد از مرگ از وہا خیزد و سہری باید کہ معمور
 باشد زیرا سہر چون بیخ و رخت است اگر چہ پنهان است اثر او بر شاخسار ظاہر است اگر شاخی
 دو شکستہ شود چون بیخ شکست باز برود الا اگر بیخ خلل یابد شاخ ماند نہ برگ،
 حق تعالیٰ فرمود السلام علیک ایہا البنی یعنی سلام بر تو و بر ہر کہ از جنس تست و اگر
 غرض حق تعالیٰ این نبودی مصطفیٰ علیہ السلام مخالفت نکردی و نفرمودی کہ علینا و علی
 عباد اللہ الصالحین زیرا کہ چون سلام مخصوص بودی بر او اضافت بندگان صالح نکردی یعنی
 آن سلام کہ تو بر من وادی بر من و بندگان صالح تو کہ جنس منہ چنانکہ مصطفیٰ فرمود و در
 وقت وضو نیاز درست نیست الا باین وضو مقصود آن نبود الا بستی کہ نماز ہیچ کس درست نبود
 چون شرط صحت صلوٰۃ وضو می مصطفیٰ بودی پس غرض آنست کہ ہر کہ جنس این وضو نہ کند
 نمازش درست نباشد چنانکہ گویند این طبق گلناست چہ معنی یعنی کہ گلنا رہین است و پس
 نہ بل این جنس گلناست،

روستائی بھر آید و همان شہری شد شہری اور اعلوہ آید و روستائی اور اباشہتا
 بخورد گفت ای شہری من شب و روز بگذر خوردن آموختہ بودم این ساعت طعم حلوا چشیدم لذت
 گذر از چشم افتاد اکنون ہر باری حلوا نخواہم یافتن و اینچہ داشتہم بر دلم سر و شدہ چارہ کنم چون
 روستائی حلوا چشد بعد از آن میل بھر کرد و زیر شہری دلش بر دو چار و رپی دل بباہدفتن
 بعضی باشند کہ سلام دہند و از سلام ایشان بوی مشک آید و بعضی باشند کہ سلام دہند
 و از سلام ایشان بوی دود آید و این را کسی در یاد و اورہ شامی باشد یا رامی باید امتحان
 کردن تا آخر پشیمانی نباشد سنت حق اینست ابداء بنفست نفس نیز اگر دعوی بندگی کند
 بے امتحان از قبول مکن در و صور آب را در بینی می برند بعد از آن کہ می چشند بجز و دیدن عین
 نمی کنند یعنی شاید صورت آن بر جا باشد و ظلم و دلشس متغیر باشد این امتحان است جہت
 آبی آنکہ بعد از امتحان بروی می برند ہر چہ تو در ول پنهان داری از نیک و بد حق تعالی
 آن را بر ظاہر تو پیدا کرد اند ہر چہ بیخ و خست پنهان می خورد اثر آن در شاخ و برگ پیدا
 می شود و می آہم فی وجوہہم من اثر الشجیۃ و قولہ تعالی سَمِعَہُ عَلَى الْحَنَاطِیۃِ اگر ہر کس
 بر ضمیر تو مطلع نہ شود رنگ و وی خود را چہ خواہی کردن ؟

فصل

ہمہ چیز را تا بخوئی نیابی جز این دوست را تا نیابی بخوئی

طلب آدمی آن باشد کہ چیزی نیافتہ طلب کند و شب و روز و صحبت و جوی آن
 باشد الا طلبی کہ یافتہ باشد و مقصود حاصل بود و طالب آن حاصل یابد این عجب است
 لے ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان سے گتھے پڑے ہوئے ہن " (فتح، ص ۴۴) سلسلہ حاشیہ گذر چکا

این چنین طلب در دهم آدمی نگیرد و بشر آنرا نتواند تصور کردن زیرا طلب او از برای چیزیست که نیافته است و این چیزی که یافته باشد و طلب کند حق است زیرا حق تعالی همه چیز را یافته است و همه چیز در قدرت او موجود است مگر فیکون،

الواجد الموجد و احد آن باشد که همه چیز را یافته باشد حق تعالی طالب است که هو الظالم الغالب پس مقصود ازین نیست آن است که ای آدمی چند آنک تو در این طلبی که حاصل نیست و وصفت آدمیت از مقصود دور می و چون طلب تو در طلب حق فانی شود و طلب حق بر طلب تو مستولی گردد تو آنکه طالب شوی بطلب حق،

یکی گفت مرا هیچ دلیلی قطعی نیست که دلی و دواصل بحق کدامست نه قول و نه فعل و نه کرامات و نه هیچ چیز ازیرا قول شاید که آموخته باشد و فعل و کرامات رهبانان را نیز هست و ایشان استخراج ضمیری کنند و بسیار عجایب نیز بطریق سحر اظهار کرده اند و ازین جنس بر شمرد، فرمود که تو هیچ کس را معتقد هستی یا نه؟ گفت ای واللہ معتقد و عاشقم، فرمود که آن اعتقاد تو در حق آنکس مبنی بر دلیلی و نشانی بود یا خود همچنین چشم فرار کردی و آنکس را اگر فتنی گفت حاشا که بی دلیل و نشان باشد،

فرمود پس چرا می گویی که بر اعتقاد هیچ دلیلی نیست و سخن متناقض می گویی، یکی گفت که هر دلی را و بزرگی را زعم آن است که در قرب که مرا با حقست و این عنایت که حق را با منست بچاکس را نیست و با هیچ کس نیست،

فرمود این چیز را که گفت دلی گفت و یا غیر دلی؟ اگر دلی گفت پس چون او دانست و هر دلی را اعتقاد این است در حق خود؟ پس او بدین عنایت مخصوص نبوده باشد و اگر غیر دلی گفت پس فی الحقیقت ولی خاص حق است که حق تعالی این راز را

از جملہ اولیا پنهان داشت و از وی مخفی نکرد مثال گفت که پادشاهی را ده کنیز بود کنیز کا
گفتند خواهیم تا بدایم از ما محبوب تر کیست پیش پادشاه، شاه فرمود این انگشتری فردا در خانه
بهر که باشد او محبوب تر است، روز دیگر مثل آن انگشتری ده حلقه فرمود ساختن و بهر کنیز کی
یک انگشتری داد و فرمود سوال هنوز قائمست و این جواب نیست و بدین تعلق ندارد و این
خبر را از آن ده کنیز کی گفت یا بدون آن ده کنیز اگر از آن ده کنیز کی گفت پس
چون او دانست که این انگشتری با و مخصوص نیست و بهر کنیز مثل آن دارد پس او را رجحان
نباشد و محبوب تر نبود و اگر این خبر را غیر آن ده کنیز گفت پس رجحان خود و قریاق خاص
پادشاه و محبوب دوست،

یکی گفت عاشق می باید که ذلیل و خوار و خمول باشد ازین اوصاف بر شمرد، فرمود که
عاشق این چنین می باید که بر مراد معشوق رود اگر این تذلیل بی مراد معشوق بود او عاشق نبود
پیر و مراد خود باشد و اگر مراد معشوق باشد و چون معشوق نخواهد که ذلیل و خوار باشد او ذلیل
چون بود پس معلوم شد که معلوم نیست احوال عاشق الا تا معشوق او را چون خواهد،

علیه السلام فرموده است عجبت من الحيوان كيف يأكل الحيات اهل ظاهر میگویند
که آدمی گوشت حیوان می خورد و مهر و حیوانند، این خطاست، چرا زیرا که آدمی گوشت
می خورد و آن حیوان نیست جمادست زیرا چون کشته شد حیوانی نماند الا غرض آنست که شیخ
مرید را فرومی خورد و بی چون و چگونه عجب می دارم از چنین کاری نادر،

یکی سوال کرد که ابراهیم علیه السلام بنمود گفت که خدای من مرده را زنده کند و زنده را
مرده گرداند، فرمود گفت که من نیز کی را معزول کنم چنانست که او را میرانیم و یکی را منصب و هم
چنانست که او را زنده گردانیم، آنگاه ابراهیم از آنجا رجوع کرد و ملزم شد بدان، در

دلیلی دیگر شروع کرد کہ خدای من آفتاب را از مشرق بر می آورد و بمغرب فرود می برد تو بعکس آن کن، این سخن از روی ظاهر مخالفت آنست،

فرمود حاشاکہ ابراہیم علیہ السلام بدلیل او ملزم شود و اورا جواب نماد بلکہ این همان سخن است و مثال دیگر یعنی حق تعالی چنین را از مشرق رحم بر می آورد و بمغرب گود فرود می برد تو اگر دعوی خدائی می کنی بعکس آن کن از مغرب گود آورد و در مشرق رحم باز فرود بر پس یک سخن بوده باشد حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالی آدمی را ہر لحظہ از تومی آفریند و در باطن او چیز دیگر تازہ تازہ می فرستد کہ اول بدوم نمی ماند الا او از خوشی غافل است و خود را نمی شناسد،

سلطان محمود را اسپ بخری آورده بودند عظیم خوب بود و صورتی بغایت نغز داشت روز عید سوار شد بر آن اسپ جلہ خلایق بنظارہ بر یا مہانشستہ بودند و آن را الفرج می کردند مستی در خانہ نشستہ بود و اورا بزور تمام بر بام بردند کہ تو نیز بیات اسپ بخری را ہمینی گفت من بخود مشغول نمی خواهم کہ پردامی آن ندارم فی الجملہ چارہ نبود چون بر کنار بام آمد سخت سرمست بود چون مست سلطان را بر آن اسپ دید گفت این اسپ را پیش من چہ محل باشد اگر دین حالت مطرب ترانہ بگوید و اسپ از آن من باشد فی الحال آنرا میطرب بخشم سلطان این را بشنید عظیم خشکین شد فرمود کہ اورا مجوس بزدان کردند ہفتہ بر آن بگذشت این مرد سلطان مرد فرستاد کہ آخر مرا چہ گناہ بود بہ شاہ عالم بفرماید تا بندہ را معلوم شود، سلطان فرمود تا اورا حاضر کردند گفت ای زندی او ب آن سخن را چون گفتی و چون یارستی گفتن بہ گفت ای شاہ عالم آن سخن را من نگفتم آن دم مرد کی مست بر کنار بام ایستادہ بود آن سخن را گفت و رفت و دین ساعت من آن منیستم من مردی ام عاقل و ہوشیار شاہ را خوش آمد

خلعتش داد و از زندانش استخلاص فرمود،

هر که باما تعلق گرفت و ازین شراب مست شد هر جا که رود با هر که نشیند و با هر قومی که صحبت کند فی الحقیقت باما نشیند و با این جنس می آمیزد زیرا صحبت اغیار آئینه لطف صحبت یار است و آمیزش با غیر جنس موجب محبت و اختلاط با جنس است و بندگان آئینه الایثار، ابو بکر صدیق شکر رایی نام نهاده بود یعنی شیرین مادر زاد، اکنون میوه های دیگر بر شکر نوح می کنند که ما چندین تلخی چشیده ایم تا بمنزل شیرینی رسیده ایم تو لذت شیرینی را چه دانی چون مشقت تلخی را نه کشیده ؟

فصل

سوال کردند از تفسیر این بیت :-

ولیکن هوئی چون بغایت رسد شود دوستی سر بسر و دشمنی

فرمود که عالم دشمنی تنگ است نسبت به عالم دوستی، زیرا از عالم دشمنی می گریزند تا به عالم دوستی رسند، و هم عالم دوستی نیز تنگست نسبت به عالمی که دوستی و دشمنی از و هست می شود و دوستی و دشمنی و کفر و ایمان موجب دوستیت، زیرا کفر انکار است و منکر را کسی می باید که منکر او شود، و مقرر کسی می باید که بد و اقرار آر و پس معلوم شد که یگانگی و بیگانگی موجب دوستیت، و آن عالم در ای کفر و ایمان و دوستی و دشمنیت، و چون دوستی موجب دوئی باشد و عالمی هست که آنجا دوئی نیست و اتحاد و بیگانگی محضست چون آنجا رسید از دوئی جدا شد پس آن عالم اول که دوئی بود اگر عشق است و اگر دوستی نسبت بدان عالم که این ساعت نقل کرد و نازل و دوست است که آنرا نخواهد و دشمن دارد،

چنانک منصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گفت انا الحق
یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نهایت بندگی یعنی ادست و بس
و دعوی و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی خود را نیز اثبات کرده باشی اینجا دعوی لازم
آید و این نیز که می گوئی انا الحق هم دوست زیر آنکه تا انا نباشد هو ممکن نه شود پس حق گفت انا الحق
چون غیر او موجودی نبود و چون منصور فنا شده بود آن سخن حق بود،

عالم خیال نسبت به عالم مصورات و محسوسات فراخست زیرا جمله مصورات از خیال
می زاید و عالم خیال نسبت به آن عالم که خیال از وسعت می شود هم تنگ است از روی سخن
این قدر فهم شود و الا حقیقت معنی محال است که از لفظ و عبارت معلوم شود،

سوال کرد که پس الفاظ و عبارات را فائده چیست ؟

فرمود که سخن را فائده آنست که ترا در طلب آرد و تیج کند نه آنکه مطلوب سخن حاصل شود
و اگر چنین بودی بچندین مجاهده و تقاضای خود حاجت نبود می سخن چنانست که از دور چیزی
می بینی جنبیده در پی آن می دوی تا آزادی بینی نه آنک بواسطه تحرک او در این ناطقه آوی
نیز در باطن همچنین است میبخت ترا در طلب آن معنی و اگر چه او را نمی بینی بحقیقت،
یکی می گفت من چندین تحصیل علوم کردم و ضبط معانی کردم، هیچ معلوم نشد که از آدمی
آن معنی که هست که باقی خواهد بود،

فرمود که اگر بجز و سخن معلوم شدی خود محتاج اینست وجود و چندین رنجها نبودی چندین
می باید کوشیدن که توانائی تا بدانی آن چیز را که خواهد ماند، یکی میگوید که شنیده ام که کعبه است
ولیکن چند آنک نظری کنم کعبه را نمی بینم بر بام بروم و کعبه را نظر کنم چون بر بام می رود و گردد
در از می کند نمی بیند کعبه را منکر می شود و دیدن کعبه بجز و این حاصل نه شود چون از جای خود نمی

تواند بیند منکر می شود و بچیان که در زمستان پوستین را بجان می طلبی چون تابستان شد پوستین
را می انداز می و خاطر از آن متنفر می شود اکنون طلب کردن پوستین جهت تحصیل گریز بود
در زمستان بواسطه مانع گریز را نمی یافتی محتاج وسیلت پوستین بودی اما چون مانع
نماند پوستین را انداختی،

اذا السماء انشقت و اذا انزلت لزلت الارض زلزالها اشارت بآنست یعنی تو لذت
اجتماع دیدی اکنون روزی بیاید که لذت افراق این جزایمی و فراخی آن عالم را مطالعه کنی
و ازین تنگنای خلاص یابی مثلاً یکی را بچاریمخ میقد کردند و پندار و که در آن خوش است و لذت
خلاص افرمودن چون از چاریمخ برید بداند که در چه عذاب بود و بچیان طفلان را پرورش
و آسایش در گهواره باشد و در آنک و ستماش را بیندند الا اگر گهواره باغی را میقد
کنند عذاب باشد

بعضی را مرز و آنست گلهای شگفته کردند از غنچه سر برودن آرند و بعضی را مرز و در
آنست که اجزای گل جمله متفرق شوند و باصل خود پیوند اکنون بعضی خواهند که هیچ
یاری و عشق و کفر و ایمان نماند تا باصل خود پیوند زیرا این همه دیوارهاست موجب
دورئی و تنگیست و آن عالم موجب فراخی و وحدت است آن سخن خود است چندان عظیم
نیست و قوتی ندارد و چگونه عظیم باشد آخر سخن است و سخن موجب ضعف است موثر حقست
و هیچ دوست این در میان رومی پوششست ترکیب و دوسه حرف چه موجب حیات و بچیان
باشد و مثلاً یکی پیش تو آمد و در اموالعات کردی و اهل و سهل گیتی بآن خوش شد و موجب
محبت گشت و یکی را دوسه دشنام دادی آن دوسه لفظ موجب غضب شد و رنجید اکنون چه

له حب آسمان میط جائے، دانشقارے، احب زمین بھو پچال سے کاپنے لگے، (زالزال)

تعلق و اردو ترکیب دوسرے لفظ پر زیادتی محبت و رضا و برائیکشتن غضب و دشمنی الٰہی تعالیٰ اینہما
 را اسباب و پروہا ساخته است تا نظر ہر یکے بر جمال و کمال او نیفتد پروہا ہی ضعیف مناسب
 نظر ہا ہی ضعیف و او پس پروہا حکما می کند و اسباب می سازد این مان در واقع سبب حیو
 یت الٰہی تعالیٰ اور اسبب حیوۃ و قوت ساخته است آخر او چاد است ازین رو کہ حیوۃ
 انسانی ندارد چہ موجب زیادتی قوت باشد اگر اور احیات بودی خوشیستن را زنده
 داشتی،

فصل

پرسیدند معنی این بیت ہے

ای برادر تو ہمان اندیشہ مابقی تو استخوان و ریشہ

فرمود کہ تو باین معنی نظر کن کہ ہمان اندیشہ اشارت باندیشہ مخصوص است آن بالیشہ عبارت کرم
 جہت توسع امانی بحقیقہ آن اندیشہ نیست و اگر بہت این جنس اندیشہ نیست کہ مردم
 فہم کردہ اند ما را غرض این معنی بود از لفظ اندیشہ و اگر کہے خواہد کہ نازک تر تا دلیل کند جہت فہم
 عوام بگوید کہ انسان حیوان ناطق و نطق اندیشہ باشد خواہی مضمحل خواہی مظهر و غیر این حیوان
 باشد پس درست آمد کہ انسان عبارت از اندیشہ است مابقی استخوان و ریشہ است کلام
 همچون آفتاب است ہمہ آدمیان گرم زندہ از و اند و اما آفتاب بہت و موجود است و ہمہ از و
 و اما گرم اند الا آفتاب در نظر نمی آید و نمی دانند کہ از و زندہ و گرم اند اما چون بواسطہ لفظی عبارت نمی خواہی
 شکر خواہی شکایت خواہی خیر خواہی شر گفتہ آید آفتاب در نظر آید چہن آفتاب فلکی و اما تابانست ما و نظری آید

لے تنوی و فروم، «گمان برون کار و اینان کہ مگر ہمہ صوفی رنجور است»

تا بر دیواری تابد همچنانک تا بواسطه حرف و صورت نباشد شعاع آفتاب سخن پیدا نشود اگر چه
 دائم است زیرا که آفتاب لطیف است و هوا لطیف کثافتی می باید تا بواسطه آن در نظر آید و ظاهر شود
 یکی گفت خدا او را هیچ معنی ننمود و غیره و انشراح اندی چونک گفتند خدا چنین فرمود و چنین
 نمی کرد گرم شد و دید پس لطافت حق را اگر چه موجود بود و بروی تافت نمی دید تا بواسطه
 امر و نهی و خلق و قدرت بوی شرح نه کردند نتوانست دیدن بعضی هستند که از ضعف طا
 انکسین ندارند بواسطه طعامی مثل زرده، برنج و حلوا و غیره نتوانند خوردن تا قوت گرفتن
 بجای رسد که غسل را بے واسطه می خوانند پس دانستم که لطف آفتاب است لطیف تا با آن
 غیر منقطع الا تو محتاجی بواسطه کثیف تا شعاع آفتاب را بینی و حظی ستانی چون بجای
 برسی که آن شعاع و لطافت را بی واسطه کثافت بینی و با آن خود کنی در تماشای او گشت
 شوی و قوت گیری در عین آن در یابی لطافت رنگهای عجب و تماشای عجب بینی که این
 لطف همیشه در تو هست اگر می گویی و اگر نمی گویی و اگر چه در اندیشه ات لطفی نیست آن لحظه
 می گویم لطف هست و اما همچنانک گفتند انسان حیوان ناطق آن حیوان نیست و اما در تو هست
 تا زنده همچنان لازم می شود که لطف تیر با تو باطن باشد و اما همچنانک اینجا خوابیدن حسب
 ظهور حیوان نیست و شرط نیست همچنان لطف را موجب گفتن و لاییدن نیست
 آدمی سه حالت دارد اولش آنست که گرد خدا نکرده و همه را عبادت و خدمت کند
 از زن و مرد و کودک و مال و حجر و در و خدا را عبادت نکند باز چون او را معرفی و اطلاع
 حاصل شود غیر خدا را خدمت نکند باز چون درین حالت بیشتر رود خاموش شود و بگوید خدمت
 نمی کنم و بگوید خدمت خدایم کم بیرون ازین هر دو مرتبت رفته باشد ازین قوم در عالم
 آواز برودن نیاید

خدانہ حاضر است و نہ غائب آفرینیدہ ہر دو دوست یعنی حضور و غیبت پس او غیر ہر دو
 بود زیرا اگر حاضر باشد باید کہ غیبت نباشد و غیبت ہست و حاضر نیز نیست زیرا عند الحضور غیبت
 نیست و ہست پس او موصوف نباشد بحضور و غیبت والا لازم آید کہ از ضد ضد زاید زیرا کہ در حاکم
 غیبت لازم شود کہ حضور را او آفریدہ باشد و حضور ضد غیبت است و ہچنان در غیبت نشاید
 کہ از ضد ضد زاید و نشاید کہ حق مثل خود را آفریند زیرا می گوید لا تدلک اگر ممکن شود مثل
 مثل را آفریدن ترجیح لازم شود بلامرجح و ہم لازم آید ایجاد الشی بنفسہ و ہر دو متقنی است چون اینجا
 رسیدی بالیت و تصرف کن کہ عقل را دیگر اینجا تصرف نیست تا کنار دریا رسید باز ایستد
 چند انک ایستادن نماید،

ہمہ سخنما و علمہا و مہرہا و حرفتہا مزہ و چاشنی ازین سخن دارند کہ اگر این نباشد در ہیچ کار
 و حرفتی مزہ نماند غایت مافی الباب را نمی دانند و دانستن شرط غیبت ہچنانک مردی زنی
 خواستہ باشد مالدار کہ او را گو سفندان و گلہ اسپان و غیرہ باشد و این مرد بیمار داشت آن
 گو سفندان و اسپان می کند و با غنہا را آب می دہد اگر چہ بآن خدمت ہا مشغول است مزہ
 آن کار ہا از وجود آن زن دارد کہ اگر آن زن از میان برخیزد و در آن کار ہا ہیچ مزہ نماند
 و سرد شود و بے جان بماند ہچنین ہمہ حرفتہا عالم علوم و غیرہ زندگی و خوشی و گرمی از
 پر تو ذوق عارف دارند کہ اگر ذوق او نباشد وجود او در آن ہمہ کار ہا ذوق و لذت
 نباشد و ہمہ مردہ نماید،

فصل

فرمود کہ اول شعر می گفتیم، و اعیہ بود عظیم کہ موجب گفتن بود اکنون در آن وقت

اثر داشت و این ساعت که داعیه فائز شده، و در غروب است، هم اثر با دارد و سنت حق
تعالی چنین است که چیز با در وقت شروق تربیت می فرماید، و از اثر با می عظیم و حکمت بسیار
پیدا می شود و در حالت غروب نیز همان تربیت قائم است و ب المشرق و المغرب یعنی
یربی الداعی الشارقة والغریبة.

معتر که می گویند که خالق افعال بنده است، و هر فعلی که از صادر می شود بنده خالق
آن فعل است، شاید که چنین باشد زیرا فعلی که از صادر می شود یا بواسطه این آلت است که در
مثل عقل و روح و قوت و جسم یا بی واسطه فی کل حال شاید که او خالق افعال باشد بواسطه
اینها زیرا که او قادر نیست بر جمیع اشیاء شان پس او خالق این فعل نباشد بواسطه این
آلت چون آلت محکوم او نیست و شاید که بی این آلت خالق فعل باشد زیرا محال است
که بی این آلت از فعلی آید پس علی الاطلاق دانستیم که خالق افعال حقست نه بنده هر فعلی
اما خیر اما شر که از بنده صادر می شود او آنرا به نیتی و پیش نهاد می میکند اما حکمت آن کار با هم قدر
نباشد که در تصور او آمد آن قدر معنی حکمت و فائده که او را و آن کار نمود فائده آن همان قدر
بود که این فعل از وجود آید اما فوائد کلی آنرا خدائی می داند که از آن چه بر ما خواهد یافتن
مثلاً چنانکه نمازی کنی به نیت انگ ترا ثواب باشد و آخرت و نیکنامی و امان در دنیا اما
فائده آن نماز همین قدر نخواهد بود و صد هزار فائده خواهد بود و آن در هم تو نمی گذرو
آن فائده را خدای میداند که بنده را بر آن کار می دارد و اکنون آدمی در دست قبضه
قدرت حق همچون کمان است و حق تعالی او را در کار با مستعمل می کند و فاعل در حقیقت
حقست نه کمان، کمان آلت و واسطه است لکن ب خبر و غافل است از حق جهت قوام
دنیا ز به عظیم کمافی که آگاه شود که من در دست کیستم،

چہ گویم دنیا می را که قوام او و ستون او غفلت بود نمی بینی که چون کسی را بیدار میکنند
از دنیا بیزاری شود و سرد می شود و او نیز می گذارد آدمی از کودکی که نشود نمانی بزرگ بود
غفلت بوده است و الا هرگز نه بالیدی و بزرگ نشدی پس چون او معمور و بزرگ بود
غفلت شد باز حق تعالی ربهما و مجاهده با جبراً و اختیاراً بآنها و تا آن غفلت بالا زد و بشوید و او را
پاک گرداند بعد از آن تواند بآن عالم آشنا گشتن، و وجود آدمی بر مثال مزبله است تل
سرگین الا تل سرگین اگر عزیز است و برای آنست که بر او خاتم پادشاه هست و وجود آدمی
چون جوال گندم است پادشاه ندانند که این گندم را کجای بری که صاع من و دوست
و آن از صاع غفلت و غرق گندم شده است اگر از صاع واقف شود بگندم کی التفات
کند اکنون هر اندیشه که ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سر و وفات می گرداند عکس و بر تو
آن صاع است که بر دهن می زند و آدمی میل بآن عالم می کند چون بجای میل بعالم سفلی کند
علامتش آنست که آن در پرده پنهان شده باشد

فصل

گفت قاضی عزالدین سلام می رساند و همواره حمد و ثنای شمارا می کند، فرمود که:
هر که از ما کند نیکی یا بد، یادش اندر جهان نیکی یا بد
اگر کسی در حق کسی نیک گوید آن خیر و نیکی بومی عاید می شود و در حقیقت آن ثناء حمد
خود را می کند نظیر آنچنان بود که کسی گرد خانه خود و گلستان و ریحان کار و هر بار که نظر کند
گل و ریحان بیند و دانا در بهشت باشد چون خود کرد بخیر گفتن مردمان چون بخیر کی مشغول شد
هم نکس محبوب باشد چون از ویش یاد آید محبوب را یاد آورده باشد و یاد آوردن محبوب گل و گلستان

است و روح و راحت است و چون بدی کی گفت و آنکس در نظر او مغبوض شد چون از و یاد کند
و خیال او پیش آید چنانست کہ ماریا کرشم یا خار یا خاشاک در نظر او پیش آمدہ اکنون چون
می توانی کہ شب و روز گل و گلستان بینی و ریاض چنان بینی چرا در میان خارستان
و مارستان گردی ہمہ را دوست دار تا ہمیشہ در گل و گلستان باشی و چون ہمہ را دشمن
داری و خیال دشمن در نظر است آید چنانکہ کہ شب و روز در خارستان و مارستان
می گردی،

پس اولیا کہ ہمہ را دوست می دارند و نیک می بینند آن را برای غیر نمی کنند بر
خود کاری کنند تا مباد کہ خیالی مکر و مغبوض در نظر ایشان آید چون مردمان و خیال ایشان
لابد و ناگزیر است پس ہمد کردند کہ در ذکر ایشان ہمہ محبوب و مطلوب آید تا کراہت مغبوض
مشوش راہ ایشان نگردد پس ہر چہ می کنی در حق خلق از نیکی و بدی بتو عاید می شود و
این حق تعالی می فرماید، من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فلنفسہا، ومن یعمل مثقال
ذرتہ خیرا یراہ، ومن یعمل مثقال ذرتہ شرا یراہ،

سوال کردند کہ حق تعالی می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفۃ فرشتگان گفتند
اتجعل فیہما من یفسد فیہا ویفک الہ ماء و نخت نسیم محمد و نقذت ہنوز آدم نیامدہ بود ملائکہ چون
حکم کردند بر فساد و بہ سفک و مار آدمی ؟

۱۔ جس نے نیک عمل کیا، اس نے اپنے لئے کیا، اور جس نے بدی کی، اس نے بھی اپنے ہی حق میں کی
(جاثیہ، ع ۲) ۲۔ حاشیہ گزر چکا، ۳۔ میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں، (بقرہ ع ۳)
۴۔ کیا اس وجود کو زمین پر پیدا کریگا، جو وہاں فساد کریگا، اور خون بہائیگا، حالانکہ ہم تیری حمد و
تقدیس کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں، (بقرہ ع ۳)

فرمود که آنرا دو وجه گفته اند یکی منقول و یکی معقول؛ اما آنچه منقول است آنست که ملائکه در لوح محفوظ مطالعه کردند که قومی بدون آیند که صفاتشان چنین باشد پس از آن خبر دادند و وجه دوم آنست که ملائکه بطریق عقل استدلال کردند که آن قوم از زمین خواهند بود و لابد حیوان باشند و از حیوان البته این یکدم هر چند که آن معنی و ایشان باشند و مناطق باشند اما چون حیوانیت در ایشان باشد ناچار منق کنند و خون ریزی که لوازم آدمیت،

قومی دیگر معنی دیگری فرمایند که ملائکه عقل محض اند و خیر صفت و ایشان را هیچ اختیاری نیست در کاری؛ همچنانکه در خواب کاری کنی در آن مختار نباشی لاجرم بر تو اعتراض نیست؛ در وقت خواب اگر کفر گوئی و اگر توحید گوئی و اگر زنا کنی، ملائکه در بیداری باین متابعت اند و آدمیان بعکس این اند؛ ایشان را اختیاری هست و آزاد و هوس و همه چیز ابرای خود خواهند قصد خون کنند تا همه ایشان را باشد و آن صفت حیوانیت پس حال ملائکه ضد حال آدمیان آمد پس شاید باین طریق از ایشان خبر دادند که ایشان چنین گفتند اگر چه آنجا گفتی و زبانی بنویس تقدیرش چنین باشد که اگر دو حال متضاد در سخن آیند و از حال خود خبر دهند این چنین باشد همچنانکه شاعری گوید بر که گفت من پیر شدم بر که سخن نمی گوید معنیش اینست که اگر بر که را زبان بودی درین حال چنین گفتی هر فرشته را الوهیت و رباطن که از آن لوح بقدر قوت خود احوال عالم را آنچه خواهد شدن پیشین می خواند و چون وقتی که آنچه خوانده است و معلوم کرده در وجود آید اعتقاد او در باری تعالی و عشق او و مستی او بفرزاد و تعجب کند در عظمت و غیب دانی حق، آن زیادتی عشق و اعتقاد و تعجب بی لفظ و عبارت تسبیح او باشد همچنانکه بنابر بناگر خود خبر دهد که در این سرای که می سازند چندین چوب و چندین خشت و چندین سنگ و گچ خواهد رفتن چون سرای تمام شود و همان قدر آلت رفته باشد بی کم و بیش شاگرد در عتقا

بیفزاید ایشان نیز باین مشابہت اند،

یکی از شیخ پرسید که مصطفیٰ ^{علیه} آن عظمت که لما خلقت الافلاک می گوید یا لیت
 سب محمد ^{علیه} لم یخلق محمداً این چون باشد؟ شیخ فرمود آن سخن بمثال روشن شود
 فرمود در ربه مروی بزنی عاشق شد و هر دور آخرگاه نزدیک بود بهم کام عیش می رانند
 و از همدگر فریب می شدند و می بالیدند حیثاً نشان از هم دیگر بود چون ماهی که آب زنده باشد
 سالها بهم می بودند ناگاه حق تعالی ایشان را غنی کرد گاؤ و گوسفند و گله اسبان و مال و زر
 و خدم و حشم بایشان روزی کرد از غایت تنعم غم شهر کردند و مهربانی سرای پادشاهانه بخریدند
 و آنجا منزل ساختند این بطرفی و او بطرفی و چون حال باین غایت رسید نمی توانستند
 آن عیش و آن وصال را در زیدن اندرون نشان زیر و زبر و جگر سوزان ناله های پنهان
 می کردند و امکان گفت نه تا این سوختگی بغایت رسید کلی ایشان درین آتش فراق خست
 چون چنین شد تاله در محل قبول افتاد اسباب و گوسفندان گم شدن گرفت بتدریج
 بجای رسید که بمشابت اول باز آمدند بعد از آن باز بآن ده اول جمع شدند و بعیش و
 وصل و کنار مشغول شدند از تلخی فراق یاد کردند آن آواز برآمد که یابیت رب محمد ^{علیه} خلق محمد
 چون جان محمد مجرب بود در عالم قدس و وصال حق تعالی می بالید در آن دریای رحمت چون
 ماهی غوطه های خور و هر چند درین عالم مقام پیغامبری و رهنمایی خلق و عظمت پادشاهی داشت
 و بشهرت و صحابه شد باز چون بعیش اول باز گرد گوید که کاشکی پیغامبر نبود می و باین عالم
 نیامد می که نسبت بآن وصال مطلق این همه ملکات و عذاب درنج است،

این همه علمها و نجاها و بندگیها نسبت باستحقاق عظمت باری همچنان ست که یکی سرزنش

له حاشیه گذر چکا، الله دو کاش رب محمد ^{علیه} نے محمد کو نہ پیدا کیا ہوتا۔

و خدمتی کرو ترا و رفت اگر ہمہ زمین را بر سر نمی در خدمت حق همچنان باشد کہ یکبار سر بر زمین
 نمی کہ استحقاق حق و لطف از بر وجود و خدمت تو ساقیست ترا از کجا با بر و ن آورد و موجود کرد
 و مستعد خدمت و بندگی گردانید تا تو لاف بندگی او میزنی این علما و بندگیها همچنان باشد
 و صورتکها ساخته باشی از چوب و از نم بعد از آن بظہرت عرض داری کہ مرا این صورتکها
 خوش آمد ساختم اما جان بخشیدن کارست اگر جان بخشی علیہا می مر از نہ کرده باشی و اگر نہ
 بخشی فرمان تراست ابراہیم گفت کہ خدا آنست کہ یحیی و یسیت ^{علیہ السلام} فرود گفت انا احی و امیت ^{علیہ السلام}
 چون حق تعالیٰ اورا ملک داد و نیز خود را قادر و دید بحق حوالہ نکرد گفت من نیز زندہ کنم
 و بمیرانم و مرادم ازین ملک دانش است چون حق تعالیٰ آدمی را علم و زیر کی و خداقت
 بخشید کار با بخود و اضافت کند کہ من باین علم و عمل کار بار از نہ کنم و ذوق حاصل کنم نہ گفت
 ہو یحیی و یسیت

یکی سوال کرد از مولانا ی بزرگ قدسنا اللہ سبرہ المقدس کہ ابراہیم فرود گفت کہ
 خدای من وہ کڈ زندہ کند فرود گفت من نیز چنین کنم ابراہیم باز دلیل دیگر گفت کہ خدای من
 آنست کہ آفتاب را از مشرق بر آورد و بمغرب فرودان اللہ بآقی بالشمس من المشرق ^{علیہ السلام}
 اگر تو دعویٰ خدائی میکنی لعین کن از اینجا لازم شود کہ فرود ابراہیم را ملزم گردانید کہ سخن و
 دلیل اول را بگذاشت جواب نگفتہ و دلیل دیگر شروع کرد،

فرمود کہ دیگر اثر خایندہ تو نیز اثر می خاے این یک سخن است در دو مثال تو غلط
 کردہ و ایشان نیز این را معنی بسیار است یک معنی آنست کہ حق تعالیٰ ترا از کتم عدم در

۱۵ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، (بقرہ ۳۵) ۱۶ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں، (بقرہ ۵۴)

۱۷ خدا آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، (بقرہ ۳۵)

باطن مادر مصور کرد و مشرق تو شکم مادر بود از آنجا طلوع کردی و مغرب گور فرد رفتی این همه سخن اول است بعبارت دیگر که همدیگر بیعت اکنون تو اگر قادری از مغرب گور برون آرد و مشرق رحم باز بر معنی دیگر آنت که عارف را چون بواسطه طاعت و مجاہدہ و عملهای شستی و روشنی و ذوق وستی در روح و راحت پیدا کند در حالت ترک آن طاعت و مجاہدہ آن خوشی در غروب رود پس این دو حالت طاعت و ترک طاعت مشرق و مغرب او بود باشد اگر تو قادری بر زنده کردن درین حالت غروب که فسق و فساد و بیعت است آن روشنی و ذوق که از طاعت طلوع می گردد در این حالت ظاہر گردان این کار بنده نیست و بنده آنرا هرگز نتوان کردن این کار حق است اگر خواهد آفتاب را از مغرب طلوع گرداند و اگر خواهد از مشرق که هو الذی یحیی و یمیت.

کافرو مومن هر دو مسیح اند زیرا حق تعالی خبر داده است که هر که راه راست رود درستی و رزق و متابعت شریعت و طریق انبیاء و اولیا کند او را خوشیها و روشنیها و زندگیا پیدا آید و چون بعکس آن باشد تاریکیها و خوفها و چاهها و بلاها پیش آید هر دو چون این می درزند و آن چه حق تعالی وعده داده است لایسب و کاینقص راست می آید و ظاہر می گردد پس هر دو یک حق باشند و بزبانی این بزبانی شتان پیش آن مسح و این مسح مثلاً دزدی کرد و او را بردار کردند او نیز واعظ مسلمان است که هر که دزدی کند حالش اینست و یکی را پادشاه بهمت امانت و صیانت خلعت کرامت فرمود و ای هم واعظ مسلمان است اما خاین باین زبان و این بآن زبان اما فرق نگر میان این دو واعظ،

فصل

فرمود که خاطر خوشست چونست زیر خاطر عزیز چیزست همچون دام دام می باید که درست
 باشد تا صید گیرد اگر خاطر ناخوش باشد دام دریده باشد بکاری نیاید پس باید دوستی در حق کسی و
 و دشمنی با فراط نباشد که ازین هر دو دام دریده شود باید که دوستی میان باشد، این که دوستی
 با فراط می باید در حق غیر حق میگویم اما در یاری حق بیچ افراط مصور نگردد، محبت حق هر چه بیشتر
 بهتر زیرا که محبت غیر حق را چون مفراط باشد و خلق مسخر گرددش فلک اند و چرخ فلک در
 است و احوال خلق هم در پس چون دوستی با فراط باشد در حق کسی و انما صعود و بزرگی او
 خواهد و این متعذر است پس خاطر مشوش گردد و دشمنی چون مفراط باشد پیوسته کونست
 و نکبت او خواهد و چرخ فلک در است و وقتی مسود و وقتی منحوس این نیز که همیشه منحوس
 باشد میسر نگردد، پس خاطر مشوش باشد،

اما محبت در حق یاری در همه عالم و خلایق از گبر و جود و ترسا و جمله موجودات کائنات است
 کسی موجود خود را چون دوست ندارد و دوستی در او کامن است الا موانع آنرا محجوب میدارد
 چون موانع برخیزد آن محبت ظاهر گردد و چه جای موجودات که عدم در جوشست بتوقع آن
 که موجود گردد و اندامها را همچنانک چهار شخص بطلب منصبی پیش پادشاه صف زده اند و هر یکی
 میخواهد منتظر که پادشاه منصب را بوی مخصوص گرداند و هر یکی از دیگری شرمزده زیرا توقع
 او منافی آن دیگر است پس عدما چون از حق متوقع ایجادند صف زده که مرا هست کن
 و سبق ایجاد خود میخواهند از باری تعالی پس از هم دیگر شرمزده اند، اکنون چون عدما چنان
 باشد موجودات چون بود و دان منشی الایم محمد ^{علیه} عجب نیست، این عجب است

کفر و دین ہر دو در بہت پویان و جدہ لاشریک نہ گویان
 این خانہ را بنابر از غفلت است و اجسام و عالم را ہمہ قوامش غفلت است این جسم نیز کہ باید
 است از غفلت است و غفلت کفر است و دین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفر
 پس کفر بے باید کہ ترک او توان کرد پس ہر دو یک چیز اند چون این بی آن نیست و
 آن بی این لایتجزی اند، خالق شان یکی باشد کہ اگر خالقشان یکی نبود می متجزی بودند
 زیرا ہر یکی چیزی آفریدی پس متجزی بودند می پس چون خالق یکے است و جدہ
 لاشریک نہ باشد،

گفتند سید بر بان الدین سخن خوب می فرماید اما شعر سنائی در سخن بسیاری آورد فرمود
 چنان باشد کہ می گویند آفتاب خوب است اما نور می دہد عیش این است زیرا سخن سنائی آورد
 اظهار آن سخنت و چیز ہا را آفتاب نماید و در نور آفتاب توان دیدن مقصود از نور آفتاب
 آنست کہ چیز ہا نماید آخر این آفتاب چیز ہا می نماید کہ بکار نیاید آفتابی کہ چیز ہا نماید بکار
 آید حقیقت آفتاب او باشد و این آفتاب فرع و مجاز آن آفتاب حقیقی باشد آخر شمار این
 بقدر عقل جزوی خود ازین آفتاب دل می گیرد و نور علم می طلبید کہ شمار چیزی غیر محسوس
 دیدہ شود و دانش شمار در فرازش باشد و از ہر استاد ی و یاری متوقع می باشد کہ از
 چیزے فہم کنند و دریا پید پس دانستیم کہ آفتاب بے دیگر بہت غیر این آفتاب صورت کہ از وی
 کشف معانی و حقایق می شود و این علم جزوی کہ در وی می گریزی و از ان خوش می شوی
 فرع آن علم بزرگ است و پر تو آنست این پر تو تر ابا آن علم بزرگ و آفتاب اصلی میخوا
 اُولَئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ

۱۵ شنبہ دفتر چہارم، عنوان آمون پنشنہ گوئی قبیل از زاغ انج
 پس ستون این جہاں خود غفلت است حیست دولت کین و داد و پالت است

تو آن علم را سوی خود می کشی اومی گوید من اینجا نگم و تو آنجا دیری گنجیدن من اینجا محال
ست و آمدن تو آنجا صعب تکوین محال محال محال است اما تکوین صعب محال نیست پس اگر چه صعب است
جهد کن تا بعلم بزرگ پیوندی و متوقع مباشی که آن اینجا گنجد که محال است و همچنین اغنا از
محبت غنائی حق پول پول جمع می کنند و حبه حبه تا صفت غنا ایشانرا حاصل گردد و از پر تو
غنا پر تو غنائی گوید من منادی ام شمار از آن غنائی بزرگ مرا چه اینجا می کشید که من اینجا
نگنم شما سوی این غنا آئید فی الجمله اصل عاقبت است عاقبت محمود باد و عاقبت محمود من
باشد که درستی را که بخ او در آن باغ روحانی ثابت باشد و فروع او بجای دیگر آویخته شده
و میوه های آن ریخته عاقبت آن میوه با ریا آن باغ بر نذر ایراخ و در آن باغست و اگر لعکس
باشد اگر بصورت تسبیح و تمیل چون بخش در این عالمست آن همه میوه های او را باین عالم آورد
و اگر هر دو در آن باغ باشد نور علی نور بود،

فصل

اکمل الدین گفت که مولانا را عاشقم و دیدار او را آرزو مندم و آخر تم خود یاد نمی
نقش مولانا را بی این اندیشه و پیش نهاد با مونس می بینم و آرام میگرم بحال اولدتها حاصل
می شود از عین صورت او یا از خیال او،

فرمود اگر چه آخرت حق در خاطر نیاید الا همه مضمهرست در دوستی و مذکور است پیش خلیفه
رقاصه چهار پاره می زد و خلیفه گفت فی یدیک صنعته قالت و فی سرجلی یا خلیفه خوشی در
دستهای بمن از آنست که آن خوشی پا در این مضمهرست پس اگر چه مرید بقاصیل آخرت
را یاد نیارد و اما لذت او بدیدن شیخ و رسیدن او از فراق شیخ متضمن آن همه کیفیات

و آن جمله در او مضمست چنانک کسی فرزند را یا برادر را می نوارد و دوست می دارد اگر چه از بهت
و اخوت و امید و قاف و مهر او برخوشستن و عاقبت کار و باقی منفعتها که خویشان از خویشان
امید دارند از اینها هیچ بخاطر او نمی آید اما این تفصیل جمله مضمست در آن قدر ملاقات
و ملاطفت چنانک باد و در چوب مضمست اگر چه در خاک بود یا در آب بود که اگر در و
باد نبود آتش را با و کار نبودی زیرا که باد عطف آتش است و حیات آتش است،
نی مینی که شمع زنده می شود اگر چه چوب در آب و خاک باشد باد در او کانست اگر باد
در او کانست نبودی بر روی آب نیامدی،

و چنانک سخن می گوئی اگر چه از لوازم این سخن بسیار چیز است از عقل و دماغ و لب
و دهن و کام و زبان و جمله اجزای تن که ریسان تن اند و ارکان و طبایع و افلاک
و صد هزار اسباب که عالم بآن قائمست تا برسی بعالم صفات و آنکه ذات و با این
همه این معانی در سخن منظر نیست و پیدائی شود این جمله مضمست در سخن چنانک ذکر گفت
آدمی را هر دو پنج و شش بار بی مرادی پیش آید بی اختیار او قطعاً از و نباشد از
غیر او باشد و او سحر آن غیر باشد و آن غیر مراقب او بود پس بدفعی در بخش می دهد اگر مراقب
نباشد چون دهد؟ و با این همه بی مراد بی طبعش مقرر نمی شود و مطمئن نمی شود که من زیر علم
کسی باشم خلق الله ادم علی صورته در او صفت الوهیت که ضد صفت عبودیت
ستعار نهاده است چندین بر سرش می کوبد و آن سرکشی را نمی گزارد، زود فراموش
می کند این بی مراد بیار او لیکن سودش ندارد و تا آن وقت که آن ستعار را ملک او
نمکند از سیلی نرهد،

له حاشیه کند چکا،

فصل

عارف نے گفت رفتم در گلشن تا دلم بکشداید کہ گریز گاہ بعضی اولیا بوده است دیدم رئیس گلشن را شاگردی بود میان بستہ کاری کرد او ش می فرمود کہ چنین کن و چنان کن او چست کار می کرد و گلشن تاب را خوش آمد از چستی او در فرمان برداری گفت ہمچنین چست باش و چالاک و ادب نگاہ دار تا مقام خود بتو دہم و بر جای خود بنشام مرا خندہ گرفت و عقدہ من بکشد و دیدم کہ رئیس ان این عالم ہمہ بدین صفتند با چاکران خود،

فصل

گفت آن سخن می گوید کہ غیر افلاک و این کرہ خاکی کہ می بینم شما دعوی می کنید کہ بیرون این چیزے هست پیش من غیر این چیزے نیست و اگر هست بنماید کہ کجاست، فرمود کہ این سوال فاسد است از ابتدا زیرا کہ می گوئی کہ بنمائی کجاست و آنرا خود جائے نیست و بعد از آن بیا بگو کہ این اعتراض تو از کجاست و در چه جائے است؟ در زبان ست در زبان ست در سینہ هست، این ہمہ را بکاوی و پارہ پارہ و ذرہ ذرہ کنی این اعتراض و اندیشہ را ہیچ نیابی پس دانستم کہ اندیشہ ترا جایی نیست چون جایی اندیشہ خود را اندانستی خالق اندیشہ را چون دانی چندین ہزار اندیشہ و احوال کہ بر تو می آید بہت تو نیست و مقدور و محکوم تو نیست و اگر مطالع این را دانستی کہ از کجاست آنرا افزودی مدعیست این جملہ چیز ہا را بر تو و تو بے خبر کہ از کجای آید و یکجای رود و چہ خواهد کرد و چون از اطلاع احوال خود عاجزی چہ گونه متوقعی کہ بر خالق خود مطلع گردی،

قبحہ زنی می گوید که در آسمان نیست ای سگ چون دانستی که نیست آری، آسمان
 را وثره وثره پیودی همه را اگر دیدی اکنون آمدی خبر می دهی که در او نیست، قبحه خود را
 که در خانه داری ندانی در آسمان را چون خواهی دانستن؟ همی آسمان را شنیده و نام
 ستارگان و افلاک چیزی می گوئی اگر تو از آسمان مطلع بودی تا سوی آسمان وثره بالا
 می رفتی، ازین مهره با نگفتی، آنچه می گوئی خدا بر آسمان نیست مراد ما آن نیست که بر آسمان
 نیست یعنی آسمان بر او محیط نیست و او محیط آسمان است تعلقی دارد با آسمان بے چون و
 چگونه، چنانکه به تو تعلقی گرفته است بچون و چگونه و همه در دست قدرت اوست و مظهر اوست و در تصرف او پس
 بیرون از آسمان و اکوان نباشد بکلی در آن نباشد یعنی اینها بر او محیط نباشند و بر حلقه محیط باشد،
 یکی گفت پیش از آن که آسمان و زمین و عرش و کرسی نبود عجب خدا کجا بود،
 گفت این از اول فاسد است زیرا خدا آن نیست که او را جایی باشد تو می پرسی
 پیش ازین همه کجا بود، آخر همه چیزهای تو بی جایست، این چیز که در دست جایی آن را
 ندانستی که کجاست جایی او چون می طلبی که بی جای مطلق است؟ اندیشه ترا جایی
 تصویر نمی توانی بستن، آخر خالق اندیشه از اندیشه لطیف تر است، مثلاً این بنا که خانه
 ساخت او لطیف تر باشد از خانه زیر اصد چنین کارهای دیگر و تدبیرهای دیگر که یک بیک
 می تواند ساختن پس او لطیف تر باشد اما آن در لطف نظر نمی آید مگر بواسطه خانه عملی که در
 عالم حس در آید تا آن لطف او جمال نماید این نفس که در زمستان پیدا است و در تابستان
 پیدا نیست نه آنست که در تابستان نفس منقطع شد الا تابستان لطیف است و نفس لطیف
 از آن پیدائی شود بخلاف زمستان چنین همه اوصاف معانی تو لطیف اند در نظر نمی آید
 مگر بواسطه فعلی مثلاً علم تو موجود است اما در نظر نمی آید چون بر گنهار می یختائی علم تو

محسوس شود و پختن الی مالا نہایہ حق تعالیٰ از غایت لطفت و نظر غنی آید آسمان زمین
را آفرید تا قدرت و صنع او در نظر آید لہذا می فرماید انکم یبطلوا الی السماء کیف
بنیادھا

سخن من بدست من نیست ازین روی می رنجم زیرا کہ می خواہم کہ دوستان را
موعظہ گویم، و سخن منقاد من نمی شود، اما از آن رو کہ سخن من بالاتر از من است، کہ من محکوم
دیم، شاد می شوم، زیرا کہ سخنی را کہ حق گوید، ہر جا کہ رسد زندہ کند، و اثر ہای عظیم نماید،
و مامیت از وصیت و لکن اللہ دمی تیرے کہ از کمان حق جہد ہیچ سپری جوشنے مانے
آن نگرود، ازین رو شادم، علم اگر یکی فد آدمی بود می و جہل نبود می آدمی سوختی و نہادی
پس جہل مطلوب آمد ازین رو کہ بقای می وجود با دوست و علم مطلوب است از آن رو کہ دوست
بمعرفت باری پس ہر دو یار ہدیگرند، و ہمہ اصداد چنین اند، شب اگر چہ ضد روز است اما یار
اوست، و یک کاری کنند، اگر ہمیشہ شب بود می ہیچ کاری حاصل نشدی، و اگر ہمیشہ روز
بود می چشم و دماغ و آلہتہای بدن فی خیرہ و دیوانہ شدند می، پس شب می آسائند تا ہمہ آلہتہا
از دماغ و فکر و سمع و بصر قوت می گیرند، و روز آن توہما را خروج می کنند،

پس چلہ اصداد با ضد می نمایند، اما نسبت حکیم ہمہ یک کاری کنند، و ضد نیستند،
در ہمہ عالم بنا کہ کدام بدست کہ در ضمن آن نیکی نیست، و کدام نیکست کہ در ضمن آن بدی
نیست مثلاً نیکی قصد کشتن کرد و بزدنا مشغول شد و آن خون از دنیا بد، ازین رو کہ زناست

لے کیا آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسا بنا یا ہے، یہ الفاظ قرآن کے نہیں، قرآن میں بنیاد
کی جگہ دو دفعہ ہے، غالباً اصل میں دو آیتیں ہونگی والسماء یفنیھا اور افلا یبطلون... کیف
سے وجہ تم نے تیر چلایا تو تم نے نہیں بلکہ اللہ نے تیر چلایا، (الغالب ۲۷،

بدست و ازین رو کہ مانع قتل شد نیک است، پس بدی و نیکی یک چیز اند غیر متجزی و
 ازین رو ما را بحث است با مجوسیہ کہ ایشان میگویند و خداست، یکی خالق خیر و
 یکی خالق شر، اکنون تو بنا خیر فی شر تا ما مقرر شویم کہ خدای خیر و دیگر خدای شر و دیگر است
 و این محال است زیرا خیر از شر جدا نیست چون خیر و شر دو نیستند پس و خالق محال است
 ما شمار الزام نمی کنیم کہ البتہ یقین کن کہ چنین است کہ می گوئیم کم از آن کہ در تو ظنی در
 آید کہ مباد این چنین باشد کہ می گویند مسلم یقینست نشد کہ چنان است چگونه است یقین
 شد کہ چنان نیست؟ خدای فرماید کہ ای کافر کلا یظن اولئک انهم مبعوثون لیوم
 عظیم، ظنیت نیز بد پیشتر کہ این وعده ہای کہ ما کرده ایم مباد را راست باشد و موخو
 کافران بر این خواہد بود کہ ترا گمانی نیاید چرا احتیاط نہ کردی و طالب مانگشتی،

فصل

ما فضل ابی بکر بکثرۃ صلوات و صوم و صدقہ قبل شئی و قنای فی فرما یک تفصیل ابی بکر
 بر دیگران نہ از روی نماز روزہ بسیار است بل از آن روست کہ با او عنایت است و بہ
 محبت اوست در قیامت چون نماز ہا را بیارند و تراز و نهند و روزہ ہا و صدقات را بخین
 اما چون محبت را بیارند محبت و تراز و نهند پس اہل محبت است اکنون چون در خود محبت
 می بینی آنرا بسفیر ای ما افزون شود چون سرمایہ در خود دیدی و آن طلب محبت آنرا
 سلفہ در کیا ان کو اس کا خیال نہیں کہ قیامت کے برے سخت دن کو یہ لوگ اٹھائے جائیں گے
 (تلفیف ع ۱) سلفہ ابو بکر کی فضیلت نماز، روزہ، صدقہ، کی بنا پر نہیں بلکہ اس سنہ کی بنا پر
 ہے جو ان کے دل میں ہے۔

بطلب سفیرا که الحاکم برکت و اگر نپذیرای سرمایہ از تو برود، کم از زمین نیستی، زمین
بحرکات و بهیل گردانیدن و گرگون می شود، و نبات می دهد، و چون ترک کنند سخت
می شود پس چون در خود طلب دیدی می آئی و می رود و گو درین رفتن چه فائده؟ تو میرود
فائده خود ظاهر گردد در رفتن مرد سوی دکان فائده اش جز غرض نیست حق تعالی روزی
می دهد که اگر بجانه نشینند آن دعوی استغناست، روزی فرو نیاید عجب آن بچک که می گیرد
مادر او را شیر می دهد، اگر اندیشه کند که در این گریه من چه فائده است و چه موجب شیرداد
از شیر باند حایای منیم که بان سبب شیر لوبی میرسد،

آخر اگر کسی در این فرود رود که در این رکوع وجود چه فائده است، چرا کنم پیش امیر
در میسے چون خدمت می کنی و در رکوع می روی و چوک می زنی آخر آن امیر بر تو رحمت
می کند و ناپارہ می دهد آن چیز که در امیر رحمت می کند گوشت و پوست امیر نیست بعد
از مرگ این گوشت و پوست بر جاست و در خواب و هم در بهشتی، اما این خدمت
است پیش او پس دانستم رحمت که در آن امیرست، در نظر نمی آید، پس چون ممکنست که
در پوست و گوشت چیزی را خدمت می کنیم که نمی بینیم بیرون گوشت و پوست هم ممکن
باشد و این چیز که در پوست و گوشتست اگر پنهان نبودی ابوہل و مصطفیٰ ^{علی} کی بودی پس
فرق میان ایشان نبودی این گوشت از روی ظاهر کرد بشنو اکیست الا آن چه شنوا
نیست و را و پنهانست در نظر نمی آید،

پس اصل عنایت است تو که امیر می ترا و و غلام باشد کی خدمت های بسیار کرده و دیگر
کاهلست در بندگی آخر می بینم که محبت هست بان کاهل بیش از آن بنده خدمت کار اگر چه
آن بنده خدمت کار را ضایع نمی گذاری اما چنین می افتد بر عنایت حکم نتوان کردن این چشم

راست چشم چپ ہر دو از روی ظاہر یکیت عجب آن چشم راست چہ خدمت کرد کہ چپ
 نکرد و همچنین جمعہ پر باقی ایام فیضیت یافت اے اللہ از قلعہ اسرافات لہ کیت فی اللہ ح
 الحق فی طلبہ اجمعہ اکون این جمعہ چہ خدمت کرد کہ روزہا ہی دیگر نہ کروند اما عین
 باو کرد و این تشریف بوی مخصوص شد و اگر کوری گوید کہ مرا چنین کور آفرید معذورم
 با این گفتن او کہ کورم و معذورم هیچ کورنی او از روی رود و هیچ جمال روز و جمال خوب و بیا
 می بیند و پس گفتن لنگ و کور کہ معذوریم این معذوریم گفتن سود ندارد و رنج از و میرود
 این کافران کہ در کفرند باز چون نظری کنیم آن رنج عین عنایتست چون او در
 راحت کردگار را فراموش می کند، پس یاد می کند، پس دوزخ معید کافران است، زیرا
 حق را آنجا یاد کنند، چنانکہ در زندان و در بخوری و در دندان، چون رنج آمد پرده غفلت
 دریدہ شود و حضرت حق را مقرر شود و ناله میکنند کہ یارب یارب! چون عینیت باز پرده ہای غفلت پیش
 آید، می گوید کہ خدا نمی یابم، نمی بینم چہ جویم، چون مست کہ در وقت رنج یافتی دیدی و این
 ساعت نمی بینی؟ پس چون تو او را در رنج می بینی رنج را بر تو مستولی کند تا ذکر حق باشی
 پس دوزخی در راحت از خدا غافل بود یا خدا نمی کرد و در دوزخ مدام ذکر خدا کند، چون
 عالم را و نیک و بد را جلد برای آن آفرید کہ یاد او کنند و بندگی او کنند و مسخ او باشند، اکنون
 کافران چون در راحت نمی کنند، و مقصود از خلق ذکر اوست، پس در جہنم روند تا
 ذکر باشند،

اما مومنان را رنج حاجت نیست، ایشان درین راحت از آن رنج غافل نیستند
 و آن رنج را دائما ضرری بینند، چنانکہ کودک عاقل را یکبار با پدر فلق نهند پس فلق را
 لے خدا کے یہاں علاوہ رزق مقسوم کے اور بھی رزق ہے اسے جمعہ کے روز طلب کرنا چاہئے۔

فراموش نمی کند اما کودن فراموش می کند، پس او را هر محفظه قلوب می باید، و همچنان اسی زیرک
یکبار مہماز و تازیانه خورد، حاجت ضرب دوم نباشد اما اسپ کودن را هر محفظه مہمازی با
اولایق بار مردم نیست بر دسر گین بار کنند،

فصل

تو اتر شنیدن گوش فعل رویت می کند، و حکم رویت دارد، آچنانک از مادر و پدر خود
زادی، ترائی گویند، از ایشان زادی تو بچشم ندید می، اما بگفتن بسیار تر حقیقت می شود که اگر
بگویند از ایشان نزادی نشنوی و همچنان بغداد، و مکہ را از خلق بسیار شنیده، تو اتر کہ هست
اگر گویند نیست و سوگند خوردند باورنداری، پس دانستم کہ گوش چون تو اتر شنود حکم دیدار
دارد، چنانک از روی ظاہر کہ گفت تو اتر را حکم دید میدهند باشد کہ یک شخصی را گفت
حکم تو اتر دارد کہ او یکی نیست صد ہزار است، پس یک گفت او صد ہزار گفت باشد،
و این چه عجب می آید، این بادشاہ ظاہر حکم صد ہزار دارد، اگر چه یکیست اگر صد ہزار
بگویند بشی راست باشد،

پس چون ظاہر این باشد در عالم ارواح بطریق اولی، اگر چه ہمہ عالم را گشتی چون
برای او گشتی، ترا بار دیگر می باید گردیدن، قُلْ مَسِيرٌ وَاِنِّي الْاَرْضُ اَنْ سِيرَ بِهَا مِنْ
بنود برای غرضی بود، برای سیر و پیاز بود، آن غرض حجاب پوشده بود، نمی گذاشت
کہ مرآئینی، چنانک در بازار کسی را بید طلب می کنی، هیچ کس را نمی و اگر بینی خلق را
چون خیال بینی یا در کتاب مسئلہ طلب می کنی چون گوش و حسیست از آن یک مسئلہ پرسند

سے «اے پیرخان سے کہو کہ زمین پر چلو پھر و» (انعام ۲۷)

غیر آن در کتاب نمی بینی، پس چون ترا مقصد می دینی و گریه بوده باشد، هر جا که گریه دیده باشی از آن مقصود پر بوده باشی این را ندیده باشی،

در زمان عمر رضی اللہ عنہ شخصی بود سخت پیر شده تا بجای که دخترش او را شیر میداد چون طفلان می پروریدش عمر رضی اللہ عنہ بآن دختر فرمود در این زمان مانند تو پروریدی دارد هیچ فرزندی نباشد او جواب داد که راست می فرمائی و لکن میان من و پدر فرقی هست، اگر چه من در خدمت هیچ تقصیری نمی کنم، اما چون پدر مرا می پرور و ابر من می لرزید که بناد ابر من آفتی برسد، و من پدر را خدمت میکنم و شب و روز مردن او را از خدا بدعا میکنم تا زحمتش منقطع شود، من اگر خدمت پدری کنم آن لرزیدنش را بر من از کجا آرم عمر فرمود: هذا فقه من علم یعنی من بظاہر علم کردم و تو مغز آنرا گفتی و فقیہ آن باشد که بر مغز چیزی مطلع شود و حقیقت آنرا باز داند خاشا از عمر که از حقیقت و سرکار با واقع بودی الایسر صحابه چنین بود که خوشنیت را بشکنند و دیگر از امدح کنند،

بسیار گس باشد که او را قوت حضور نباشد، و حال او در غیبت خوشتر بود، چنانکه همه روشنائی روز از آفتاب باشد الا اگر کسی همه روز در قرص آفتاب نظر کند از هیچ کاری نیاید و نظرش خیره گردد، او را آن بهتر که بکاری مشغول شود و آن غیبت است از نظر بقرص آفتاب، و همچنین پیش بیمار ذکر اطعمه خوش میجست او را در تحصیل قوت داشتند الا حضور آن اطعمه او را زیان باشد، پس معلوم شد که لرزه و عشق می باید در طلب حق، هرگز لرزه نباشد او را خدمت لرزندگان واجب است او را هیچ میوه بر تنه درخت نریزد زیرا تنه را لرزه نیست سر شاخه ها را لرزه است اما تنه درخت هم مقویست سر شاخه ها را بواسطه میوه از

لرزه عورت عمر بر هر کس فقیه است،

زخم تبرایمن اندو چون لرزه تنه درخت تبیر خواهد بودون آن را نالرزیدن بهتر و سکون
اولی تر تا خدمت لرزندگان می کند،

زیرا «مبین الدین» است «عین الدین» نیست بواسطه می که زیاده شد بر عین
آن زیاده می نقصان شد الزیاده علی الکمال نقصان چنانکه کسی را شش انگشت
باشد نقصان است، احد کمال است احمد هنوز در مقام کمال نیست، چون میم بر خیزد یکی
کمال شود یعنی حق محیط همه است و هر چه بر او بیفزای نقصان باشد عدد یک یا جمله عدد
هست، و بی او هیچ عدد ممکن نیست،

سید بر بان الدین افاده می فرمود، اسب در میان سخن او گفت «ما را سخن می باید بینا»
سید فرمود تو بے مثال بیابا بے مثال شندی، آخر تو از خود مثالی، تو این نیستی این شخص تو بیابا
تست، چون یکی می میرد گویند فلانی رفت، اگر او این بود پس کجا رفت پس معلوم که ظاهر تو
مثال یاطن تست، تا از ظاهر تو بر باطن تو استلال گیرند، هر چیز که در نظر می آید غلیظی است
چنانکه نفس غلیظی سر ما ظاهر شود و در گریه محسوس نشود،

بر نی واجب است که اظهار قوت حق و بدعت تنبیه کند، الا بر او واجب نیست که
آنکس را بمقام استعداد رساند، زیرا آن کار حقست، و حق را او وصفست ست قهر و لطف،
انبیاء منظر اند هر دو را مومنان منظر لطف حقند و کافران منظر قهر حق، آنها که مقری
شوند خود را و انبیاء می بینند، و آواز خود را از وی شنوند و بوی خود را از وی یابند، کسی
خود را منکر نه شود، از آن سبب انبیاء با مست می گویند که «ما شاکم و شما ما یید» کسی می گوید این دست
من است از و هیچ گواه نطلبند زیرا که جزو است متصل، اما اگر گوید فلانی پسر مست از و گواه
طلبند، زیرا که جزو است منفصل،

فصل

بعضی گفتند محبت موجب خدمت است و اینچنین نیست، بلکه میل محبوب مقتضی خدمت است
 اگر محبوب خواهد که محب بخدمت مشغول باشد، از محب همه خدمت آید، و اگر محبوب خدمت
 نخواهد از ترک خدمت منافی محبت نیست، امّا اگر او خدمت نکند آن محبت در او محبت
 نمی کند، بلکه اصل محبت است و خدمت فرع، اگر آستین بچیند از جیبیدن دست باشد
 الا لازم نیست که اگر دست بچیند آستین نیز بچیند مثلاً یکی جیب بزرگ دارد و چنانکه در جیب
 می غلطد و جیب نمی چیند شاید، الا ممکن نیست که جیب بی چیناننده بچیند بعضی خود جیب را شخص پند
 اند و آستین را دست انگاشته اند موزه و شلوار را پای لگمان برده اند،

این دست و پای آستین و موزه دست و پای دیگر نیست، می گویند فلان زیر دست
 فلان است و فلان را دست بچیندین می رسد، و فلان را سخن دست می دهد، قطعاً غرض
 از آن دست و پا این دست و پانیت،

آن امیر آمد و مادر اگر در دوخ و رفت همچنانکه زنبور موم را با غسل جمع کرد و خود
 رفت زیرا وجود او اول شرط بود آخر بقای او شرط نیست مادران و پدران مثل آن
 زنبور اند که طایلی را مبطوبی جمع می کنند و عاشق را با معشوقه گرد می آورند و ایشان ناگاه
 می پرند، حق تعالی ایشان را واسطه کرده است در جمع آوردن موم و غسل، ایشان می پرند
 موم و غسل ماند ایشان از باغ بیرون نمی روند، این آچنان باغی نیست که از این جا
 توان بیرون رفتن، الا از گوشه باغ بگوشه باغ می روند، تن مانند کند دئے است و در
 آنجا موم و غسل عشق حق است، زنبوران مادران و پدران ما اگر چه واسطه اند الا تربیت

از باغبان می یابند و کند و را باغبان می سازد، آن زنبور انرا حق صورتی دیگر داد آن
وقت که این کار می کردند جامه دیگر داشتند بحسب آن کار، چون در آن عالم رفتند لباس
گردانیدند، زیرا آنجا از ایشان کار دیگری می آید، الا شخص همان است که اول بود،
مثلاً یکی در رزم رفت، جامه رزم پوشید و سلاح بست، و خود بر خود نهاد و زیر آن وقت
جنگ بود، اما چون در رزم آید جامه دیگر پوشد، و در هر مقام بچنین لباس دیگر ازیر که بکار
دیگر مشغول خواهد شد، الا شخص همان باشد، اما چون تو او را در آن لباس دیده باشی هر وقت
که او را یاد آوری در آن شکل تصور خواهی کردن، اگر چه صد لباس گردانیده باشد، یکی
انگشتی در موضع گم کرد، اگر چه آنرا از آنجا بردند او گرد آنجای گرد و یعنی من اینجام گم کرد
ام، چنانکه صاحب تعزیت گرد گوری گردد، که پیرا من خاک بے خبر طواف می کند و
آنرا می بوسد، یعنی آن انگشتی را این جاکم کرده ام، او را آنجا کی گزارند،

حق تعالی چندین صنعت کرده و اظهار قدرت فرمود، تا ردزی دور روح را با کالبد
تالیف داد، برای حکمت الهی، آدمی یا کالبد اگر لحظه در محذ نشیند، بیم آن است که دیوانه
شود، فکیف که از دام صورت دکنده قالب بجد کی آنجا ماند، حق تعالی آنرا برای تحلیف
دله و تجدید تحلیف نشانه ساخت، تا مردم را از وحشت گور و خاک تیره ترسی در دل پیدا
شود، چنانکه در راه کاروان را چون در موضع بزنند دو سنگ بر هم می نهند جهت نشان
یعنی اینجا مقام خوف است این گور با نیز همچنان نشانیست محسوس برای محل خطر،
آن خوف در ایشان اثر می کند لازم نیست که بعمل آید مثلاً اگر گویند که فلان کس از تو
می ترسد بی آنکه از دنفی صادر شود ترا در حق او مهری ظاهر می شود و قطعاً و اگر لعکس این گویند
که فلان ترا هیچ و قریه و محلی نمی دهد، بگرد این و در دل سوے او خشم پیدا

می شود،

این دویدن اثر خوف است جملہ عالم می دویدند الا دویدن ہر یکی مناسب حال او باشد
از آن آدمی نوعی دیگر و از آن بنات نوعی دیگر و از آن روح نوعی دیگر و دویدن روح
بی گام و نشان باشد آخر غورہ را بنگر کہ چند دوید تا بسودای انگوری رسید ہمین کہ شیرین
شد فی الحال بدان منزلت رسید الا آن دویدن در نظر نمی آید و حسی نیست الا چون
بان مقام برسد معلوم شود کہ بسیار دویدہ است تا اینجا رسیدہ چنانکہ کسی در آب میرفت
و کہ رفتن او را نمی دید، چون ناگاہ سر از آب بر آورد معلوم شد کہ او
می رفت کہ اینجا رسیدہ،

فصل

دوستان را در دل رہنما باشد کہ آن ہیج داروی خوش نہ شود، فی شخص، فی بخورد
فی نگشتن الابدیدار دوست کہ مع لقاء الخلیل شفاء العلیل تا حدی کہ اگر منافق میان
مومنان بنشیند، از تاثیر ایشان آن لحظہ مومن میشود کہ قولہ تعالیٰ وَاِذَا الْقَوَّالُ الذِّیْنَ اٰمَنُوْا
قَالُوْا اٰمَنَّا فَاٰمَنَّا فَاٰمَنَّا کہ مومن با مومن بنشیند چون در منافق این عمل می کند بگر کہ در مومن
چہ منفعتی کند بگر کہ شیم از مجاورت عاقلی چنین بساط منقش و این خاک مجاورت زیر کی
چنین سرای خوب شد صحبت عاقل در جمادات چنین اثر کرد بگر کہ صحبت مومن مومن
چہ اثر کند، از صحبت نفس جزوی و عقل مختصر جمادات باین مرتبہ رسیدند، و این جملہ سائے

لے یہ منافقین جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں، کہ ہم مومن ہیں، (بقرہ ۲۴)

دویدن "توکت"
کا ترجمہ "فعلی" ہے
متکلمین اصطلاح
ہیں کہ "توکت" یعنی
"توکت" ہے
یعنی ایک جگہ
سے دوسری
جگہ جانے کا نام
ہے بلکہ اس کا
اور تغیر و حال
بھی ایک گونہ
توکت ہے اس
معنی کہ دویدن
سے بعض بھائی
مادہ نہیں بلکہ
ایک تقریر حالت
مادہ ہے،

عقل جزو لیست، از سایہ شخص را توان قیاس کردن اکنون از اینجا قیاس کن چه عقل و ذکاوت
می باید که از آن این آسمانها و ماه و آفتاب و طبقات زمین پیدا شود،
این جمله موجودات سایہ عقل کلیست سایہ عقل جزوی مناسب شخص و سایہ عقل کلی که
موجوداتست مناسب اوست و ادویای حق غیر این آسمانها و آسمانهای دیگر مشاهده کرده
اند که این آسمانها در چشمشان نمی آید و این حقیر می نماید و پای بر اینها نهاده اند و گذشته و چه
عجب می آید که آدمی از میان این آدمیان تخصیص یابد که پابر کیوان نهد، نه ما حبس خاک بودیم
حق تعالی در ما قوتی نهاد که ما از حبس خود بدان قوت ممتاز شدیم و متصرف آن گشتیم و آن
متصرف ما شد تا در وی تصرف می کنیم، هر نوعی که می خواهیم گاه بالایش می نیمیم گاهی زیر
گاه سرایش می سازیم گاه کاسه و کوزه اش می کنیم گاه دراز و گاه کوتاهش می کنیم، اگر اول
همان بودیم و حبس بودیم حق تعالی ما را ممتاز کرد و همچنین از میان ما که یک هستیم چه عجب
که اگر حق تعالی بعضی را ممتاز کند که ما نسبت بوی چون جادو باشیم و او در ما تصرف کند و ما
از وی خبر باشیم و او از ما باخبر،

این که می گوئیم بی خبر، بی خبری محض نمی خواهم بگویم بلکه هر چیزی را در بے خبری خبرت
از چیزی دیگر خاک نیز بآن جادوی از آنچه خدا او را داده است باخبر است، که اگر بے خبر
بودی آب را که پذیرا شده، و هر دانه را بحسب آن که دانگی کردی و پروردی، شخصی
چون در کاری بجد باشد، ملازم آن کار را بیدارش و رآن کار بے خبر نیست از غیر آن اما ازین
غفلت غفلت کلی نمی خواهم، گر بے رانی خواستند که بگیرند هیچ ممکن نشد روزی آن گر بے بصیرتی
مشغول شد و انگلی خود را بآن داده در آن حالت او را گرفتند، پس نمی باید در کار دنیا بکلی
مشغول شدن آن را سهل می باید گرفتند و در بند آن نمی باید بودن که مبادا این بر بجد

می باید کہ گنج نرنجد اگر انیان برنجد او شان باز بگرداند اما اگر او برنجد نفوذ باشد اورا کہ گردانند
 اگر ترا قیامات باشد از ہر نوعی بوقت عرق شدن عجب دست در کد امین زنی
 اگر چہ ہمہ در بانست است و لکن یقین است کہ در چیزی نفیس تر دست زنی، کہ یک گوہر
 و یک پارہ لعل ہزار تحمل توان ساخت، از درختی میوہ شیرین ظاہری شود اگر چہ آن
 میوہ جزو او بود حق تعالی آن جزو را بر گل بگزید و ممتاز کرد کہ در وی حلاوتی نہاد کہ در آن
 باقی نہاد کہ بواسطہ آن جزو بر آن کل رجحان یافت و بہاب و مقصود و رخت شد کقولہ
 تعالیٰ، بَلْ عَجِبْتَ اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ۔

شخصی گفت مرا حالتی ہست کہ محمد و ملک مقرب آنجانی گنج، شیخ فرمود کہ عجب
 بندہ را حالتی باشد کہ محمد آنجا نگیرد محمد را حالتی نباشد کہ چون تو گندہ لعل آنجا نگیرد، مسخرہ
 می خواست کہ پادشاہ را بطبع آورد و ہر کسی از امر چیزے بوی نمی پذیرفتند کہ پادشاہ عظیم
 رنجیدہ بود، بر لب جوئی پادشاہ سیران می کرد خشکیں، مسخرہ از طرفی دیگر پہلوی پادشاہ
 سیران می کرد ہیچ وجہ پادشاہ بہ مسخرہ نظر نمی کرد، جز در آب مسخرہ عاجز شد، گفت لے
 شاہ عالم در آب چہ می بینی کہ چندین در آن نظری کنی، گفت قلبتانی را می بینم، گفت بندہ
 نیز کور نیست، اکنون چون ترا وقتی باشد کہ محمد در آن نگیرد عجب محمد را آن حالت نباشد
 کہ چو تو گندہ لعلی او در نگیرد، آخر این قدر حالتی کہ یافتہ از برکت و تاثیر اوست زیرا اول
 جملہ عطا ہار ابر او میریزند، آنکہ از و دیگران بخش می شود سنت حق چنین است حق تعالیٰ
 فرمود کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، جملہ ثنا بر تو بخشیم و گفت کہ علی

لے "ان منکرون کو اس میں حیرانی ہے کہ ان میں میں سے ایک شخص ڈرانے والا ان کے پاس آیا" (رقی ۱)
 لے اسے پیغمبر تھا ہے اور خدا کی سلامتی، اور رحمت اور برکتیں نازل ہوں،

عباد اللہ الصالحین^۱ راہ حق سخت خوف و بے پروا جانیازی او کرد و آید
 را راند و راه را بشکافت هر که در این راه رود از هدایت و عنایت او بود چون راه او پیدا
 کرد و هر جانی نشان نهاد و چو بہا ایستاند کہ این سو بروید و آن سو مروید و اگر آن سو
 ہلاک شود چنانک قوم عا و نمود و اگر این سو روید خلاص بیاید چنانک مومنان،
 ہمہ قرآن و ربیان انست کہ فیہ آیات بینات^۲ یعنی در این راه نشانیہا نہادہ ایم اگر
 کسی قصد کند کہ ازین چو بہا چو بی بشکند ہمہ قصد او کنند کہ راه مار اویران می کنی و در بند
 مای کوشی مگر تو رہزنی؟ اکنون پیش محمدست تا اول بر محمد نیاید بر ما نرسد چنانک چون
 خواہی جای بروی اول رہبری عقل می کند کہ فلان جانی می باید رفتن مصلحت انست آنگہ
 چشم پیشوائی کند آنگہ اعضا و حرکت آیند بدین مراتب اگر چہ اعضا را از چشم خبر نیست و
 چشم را از عقل آدمی اگر چہ غافلست الا از دیگران غافل نیستند،

پس کار دنیا را قومی نمی باید گرفتن کہ بناد اچون در کار دنیا قوی مجد باشی از حقیقت^۳
 کار غافل شوی رضا حق باید طلبیدن نہ رضای خلق کہ آن رضا و محبت و شفقت و خلق مستعنا^۴
 حق نہادہ است اگر خواہد ہمچ جمعیت و ذوق نہد بوجود اسباب نعمت و بآن تنہات ہر
 رنج و محنت شود پس ہمہ اسباب بچون قلیست در دست قدرت حق، محرک و محرر حقست
 تا او نخواہد قلم نخبند اکنون تو در قلم نظری کنی می گوئی این قلم را دستی باید قلم را می بینی دست را
 یاد می آوری کو آنک می بینی و آنک می گوئی اما ایشان ہمیشہ دست را می بینند می گویند
 کہ قلمی نیز می باید بلک از مطالعہ خوبی دست پر دای مطالعہ قلم نہ دارند و می گویند کہ بچنین
 دست بی قلم نہ باشد جانی کہ ترا از حلاوت مطالعہ قلم پر دای دست نیست ایشان را از حلاوت^۵

۱۔ در خدا کے نیک بندوں پر، ۲۔ اس میں کئی نشانیان ہیں، (ال عمران، ۱۰۴)

آن دست چگونہ پروای قلم باشد چون ترا در نان جوین حلاوتی هست که یادنان
گزمین نمی کنی ایشان را بوجو دنان گندی یادنان جوین کی باشد چون ترا بر زمین
ذوقی بخشید که آسمان را نمی خواهی که خود محل ذوق آسمان است و زمین از آسمان حیوة
دارد اهل آسمان از زمین کی یاد آورد؟ اکنون خوشیهارا از اسباب بسین و یقین دان که
معانی در اسباب مستعار است که هوالنصار و النافع چون ضرورت از دست تو بر اسباب چه پیچیده
خیر الکلام ماقول و دل بهترین سخنهاست که مفید باشد نه بسیار قل هو الله احد
اگر چه اندکست بصورت اما بر البقره رحمان دارد از روی افادت، نوح
هزار سال دعوت کرد چهل کس با و گرویدند، مصطفی را خود زبان دعوت پیدا است که چه
بود چندین اقا لیم به او ایمان آوردند و چندین اولیاد او تا روز ظاهر شدند، پس اعتبار
بسیاری را و اندکی را نیست غرض افادت است، بعضی را شاید که سخن اندک مفید تر باشد
از بسیار، چنانکه تنوری را چون آتش بغایت باشد از آن منفعت نتوانی گرفتن، و
نزدیک نتوانی رفتن، و از چرخ اغنی ضعیف فائده گیری، پس مقصود فائده است بعضی را
خود مفید است که سخن نشنوند، همین بینند و پس باشد، و نافع آن باشد، و اگر سخن بشنود
زیانش دارد و شیخ از هندوستان قصد بزرگی کرد چون آنجا رسید بر در زاویه شیخ آمد آواز
آمد که باز گرد در حق تو نفع این است که بر این در رسیدی اگر شیخ را معنی ترا زیان دارد،
سخن اندک و مفید همچنان است که چراغی افروخته چراغ نا افروخته را بوسه داد و رفت
آن در حق او پس است، و او بمقصود رسید، بنی آخر صورت نیست بنی آن عشق است و محبت
و باقی آنست همیشه همچنانکه ناقه صلح صورتش ناقه است بنی آن عشق و محبت است و آن
جاوید است،

یکی گفت کہ بر منارہ خدا را تنها چرانشانی گویند و محمد را نیز می آورند،
گفتند آخر شنای محمد شنای حقست، مثالش چنانک یکی گوید کہ خدایا پادشاہ را عمرے
در از و ہاد، و آنکس را کہ مرا پادشاہ راہ نمود یا نام پادشاہ را بمن گفت، شنای او بحقیقت
شنای پادشاہ بود، این بنی غی گوید کہ بمن چیزے وہید، من محتاجم، یا جبہ خود را یا مال خود را،
او جبہ و مال را چہ کند، می خواہد کہ لباس ترا سبکتر کند تا گرمی آفتاب بتو رسد کہ اقصیٰ
اللہ قسّ مخلصنا مال و جبہ تنہائی خواہد تو بسیار چیز ہادادہ است غیر مال مانند علم و فکر و
دانش و نظر، یعنی لحظہ نظر و فکر و تامل و عقل را بمن خرج کن، آخر مال باین آلت بدست
آورده، ہم از مرغان و ہم از دام صدقہ می خواہد اگر برہنہ توانی شدن پیش آفتاب فہما
کہ آن آفتاب سیاہ نکند بل سپید کند و اگر نہ باری جامہ را سبکتر کن تا ذوق آفتاب را بینی،
مدتی بترشی خو کرده بارے شیرینی را پیاز ما،

سید علی شہید
سے جانشین

فصل

مولانا در خانہ امیر پروانہ سخن می فرمود امیر گفت ای مولانا اصل متابعت است؟
فرمود امانہ این متابعت کہ خلقان نہم کرده اند، معنی متابعت آن باشد کہ بادشاہی
باداد و دہش عادل، حکیم، کریم با انواع محاسن متصف خزان و لشکر ہای بسیار بہ ملکتن
معمور نقل کند، و وارثی کہ ولی عہد او باشد بر تخت بنشیند کہ العلماء و شاہ الانبیاء
و ہمان سیرت داد و دہش و اخلاق او ورزد و متابعت این را گویند نہ آن کہ ہر گدائی بر خیزد
و عوامی متابعت کند متابعت دیگرست و مباہلت دیگر،

لے خدا کو قرض جنہ دو (حدید ۱) شہ شہ، دفتر پنجم، عنوان تعمیل فرمودین پادشاہ امارا الخ،
چند گفتی نظم و نشر و از فاش خواہد یک روز انجان کن گفتکاش

فصل

”من بکلی عدم محضم و هیچم“ تواضع در اینجا بیشتر است. اینست که مردم فهم نمی کنند، این که مردی
 بندگی کند حسب الله آخر بندگی او در میان است اگر چه برای خداست خود را می بیند و خدا را
 می بیند و غرق آب باشد غرق اوست که در او هیچ خنثی و فعلی نماند اما جنبشهای او جنبش آب
 باشد شیر می آهوسے را در پی کرد آهواز می می گرخت تابی گرخت و دست و پایی هستی شیر و
 یکے هستی آهوا اما چون شیر بر آهوا رسید آهوا در زیر پنجه او تهر شد و از بهیبت شیر بے هوش و در پیش
 شیر افتاد، این ساعت هستی شیر ماند، او محو شد و نماند، استغراق این باشد که حق تعالی اولیا
 را غیر آن خوف که خلق می ترسند از شیر و پلنگ و از ظالم حق تعالی او را از خود خائف گرداند
 و بر او کشف گرداند که خوف از حقست و امن از حقست و عیش و طرب از حقست.

فصل

سراج الدین گفت مسئله گفتم اندرون من در و کرد فرمود که آن موکلست نمی گذارد
 که آنرا بگوئی اگر چه آن موکل را محسوس نمی بینی ولیکن چون شوق و خطه والے بینی دانی که موکل
 هست، در آب میروی، نرمی گلهای تو میرسد، و چون طرنی دیگر می روی خارها در تو می خلد،
 معلوم شود که آن طرف خارستان است و ناخوشی و رنج است، و این طرف گلستان فراخ است
 و راحت است، اگر چه هر دو را نمی بینی این را وجدانی گویند از محسوس ظاهر تر است مثلاً اگر سنگی
 و تشنگی، و غضب و شادی جمله محسوس نیستند اما از محسوس ظاهر ترند زیرا که اگر چشم
 را فراز کنی محسوس را بینی اما دفع گر سنگی بهیچ حیلہ نتوانی کردن و همچنین گرمی در غذاها می

گرم و سردی و شیرینی و تلخی در طعم اهرانا محسوسند اما از محسوس ظاہر تر اند آخر تو
بدین تن چه نظری کنی ترا با این چه تعلق است تو قائمی باین و ہمارہ بی اینی اگر شب است
پردای تن نداری و اگر روز است مشغولی بہ کار ما ہرگز با این نیستی اکنون چه می لرزی بر این
تن چون یک ساعت باوئی غیبی جاہای دیگر می، تو کجا و آن کجا و انانی و ادوانت فی داد

این تن مغلطہ عظیمست چشم پندارد کہ تن مرد او نیز مرد، ہی تو چه تعلق داری با تن ؟
این چشم بندی عظیمست ساحران فرعون چون ذرہ واقف شدند تن را اندا کردند و خود را
دیدند کہ قائم اند بی این تن دتن با ایشان هیچ تعلق ندارد و همچنین ابراہیم و اسمعیل و انبیاء
و اولیا چون واقف شدند، از بود و نبود او فارغ شدند حاج بنگ خورده بود و سر بر درہا و
بانگ می زد کہ در را بجنبانید تا سرم نیفتد پنداشته بود کہ سرش از بدن جداست
و بواسطہ در قائمست، احوال ما و خلق همچنین است پندارند کہ بہ بدن تعلق دارند یا
قائم بہ بدن اند،

فصل

خلق آدم علی صو سقا آدمیان ہمہ منظر می طلبند بسیار زنان باشند کہ مستور
اماروی خود باز کنند تا مطلوب خود را بیازمایند چنانک تو استرہ را بیازمائی و عاشق بمعشوق
می گوید من بختتم و خوردم و چنین شدم و چنان شدم بی تو، ہمیشہ این باشد کہ تو منظر می طلبی
منظر تو منم تا بمعشوق معشوقی کند و معشوق را منظر عشق خود و حسن خود کند و چنین علماء
و ہنرمندان جملہ منظر می طلبند، کنت کثر اخصافا فاجبت ان اعترف،

سے حاشیہ گز چکا، سے حاشیہ گز چکا،

خلق آدم علی صورتی علی صورۃ احکامہ احکام او در ہمہ خلق پیدا شود زیرا کہ
ہمہ ظل حقند و سایہ شخص ماند اگر پنج انگشت باز شود سایہ نیز باز شود و اگر در رکوع رود سایہ
ہم در رکوع رود و اگر دراز شود سایہ ہم دراز شود پس خلق طالب مطلوبی و محبوبی اند و خواہند
تا ہمہ محب ایشان باشند و خاضع و با اعدا اعدا و با اولیا اولیا، این ہمہ احکام و صفات
حقست کہ در ظل می نماید غایت مافی الباب این ظل ما از مافی خبرست اما با خبریم ولیکن
نسبت بعلم خدا این خبر با حکم بی خبری دارد ہر چہ در شخص باشد ہمہ در ظل ننماید جز بعضی چیزها
پس جملہ صفات حق در ظل ما ننماید کہ و ما او ندیم من العلم الاقلید،

فصل

ہر علمے کہ آن تحصیل و کسب در دنیا حاصل شود آن علم
ابدان است و آن علم کہ بعد از مرگ حاصل شود آن علم ابدان بہت و نہت
علم انا الحق علم ابدان است، انا الحق شدن علم ابدان است نور چراغ را و آتش را ویدن
علم ابدان است و سوختن در آتش علم ابدان است، ہر چہ آن دیدہ است علم ابدان است
ہر چہ آن شدہ است علم ابدان است محقق دیدست و دیدنت و باقی ہمہ علم خیال است
مثلاً مهندس فکر کرد و عمارت مدرسہ را خیال کرد ہر چند کہ آن فکر راست و صواب است اما
خیالست حقیقت وقتے گردد کہ مدرسہ را تمام بر آورد اکنون از خیال تا خیال فرقت است
خیال ابوبکر و عمر و عثمان و علی بالای خیال صحابہ باشد چنانکہ مهندس و انا خیال
بنیاد خانہ کرد و غیر مهندس ہم خیال کرد و فرق عظیم باشد زیرا خیال مهندس

لے «ہم نے تم کو بہت ہی مقدر اعظم دیا ہے» (بنی اسرائیل، ع ۱۰)

بحقیقت نزدیک است.

بمچنین آن طرف در عالم حقایق و دیدار و پدید آمدن فرقه‌هاست مالا نهایت، پس آنچه می‌گویند بهفت صد پرده است از ظلمات و بهفت صد از نور هر چه عالم خیال است ظلمت و آنچه حقایق است پرده‌های نور است اما میان پرده‌های ظلمت که خیال است هیچ نتوان فرق کردن و در نظر آوردن از غائب لطف خیال، با وجود چنین فرق شگرت در حقایق نیز نتوان فرق فهم کردن.

فصل

اهل دوزخ در دوزخ خوشتر باشند که اندر دینار زیرا که در دوزخ از حق باخبر باشند و در دینا بی خبر اند از حق و چیزی از خبر حق شیرین تر نباشد پس آنکه دینار را از دوزخ برده برای آنست که عملی کنند تا از منظر لطف باخبر شوند نه آن که دینا خوشتر است از دوزخ و منافق را در درک اسفل از آن کنند که ایمان بر و آمد کفر او قوی بود عمل نکرد او را عذاب سخت تر باشد تا از حق خبر یابد اما کافر را ایمان بر او نیاید کفر او ضعیف است بکثر عذاب بی باخبر شود و همچنانکه میرزے که بر او گرد باشد و گلی می که بر او گرد باشد میرزے را یک کس بیفتانند اما قالی را چهار کس باید تا سخت بیفتانند تا گرد از او برود و آنچه دوزخیان می‌گویند فیض علینا ما در قسمة الله، حاشاک طعامها و شرا بها خواهند یعنی از آن چیز که شما یافتید و بر شما می‌تابد بر ما نیز فیض کنید.

قرآن مجموع و سیت پانک چادر او کشتی او روی تو نماید آنک از ابحت می کنی و ترا

له حاشیه کدر حیکا،

ذوق و کشف نمی شود آنست که چادر کشیدی توار کرد و با تو مکر کرد و خود را بتوزشت نمود
یعنی من آن شاهد نیستم اوقات درست خود را بہر صورت کہ خواهد بنماید اما اگر چادر نہ کشی در رضا
او طلبی و برو می کشت اورا آب و می از دور خد مہمای او کنی بسیار و در آنچه رضاے
اوست در آن کوشی بے آنکہ چادر و کشتی بتور وے بنماید اہل حق را طلبی کہ فادخلی فی
عبادی و ادخلی جنتی

حق تعالی بہر کس سخن نگوید بچنانک پادشاہان دنیا بہر حوالہ سخن نگویند وزیرے و
نائبے نصب کردہ اند تارہ پادشاہان از ایشان ببرند حق تعالی ہم بندہ راگزید تا ہر کہ
حق طلب کند در او باشد و ہم انبیاء برای این آمدہ اند کہ رہبران جز ایشان نیستند

فصل

سئل عینی علیہ السلام یا صاحب اللہ ای شیخ اعظم و اصعب فی الدینا و الاختہ
قال غضب اللہ قالوا و ما یغی عن ذالک قال ان تکبر غضبت بکظم غیظک
طریق آن بود چون نفس خواہد کہ شکایت کند خلافت او کند و شکر گوید و مبالغہ کند چندان کہ در
اندرون خود محبت او حاصل کند زیرا کہ شکر گفتن بدرون از خدا محبت جستن است

اے "سیرے بندون میں داخل ہوا اور پھر میری جنت میں داخل ہو جا" (مجر)

سے شوی دفتر ہم عنوان سوال کردن شخصے از عینی علیہ السلام الخ

گفت عینیؑ رایکے ہشیار سر

چیت در ہستی ز جملہ صعب تر

گفت اے جان صعب تر خشم خدا

کز ہمان دوزخ نمی لرزد چوما

گفت از آن خشم خدا چہ بود امان

گفت کظم خشم خویش اندر ہمان

چنین می فرماید مولانا می بزرگ قدس اللہ سرہ کہ الشکایۃ عن الخلق شکایۃ عن الخلق
 فرمود دشمنی و غیظ و غیبت تو بر تو پنهان است همچون آتش چون دیدی که ستاره جست آزا
 بکش تا بعدم باز رود از آنجا که آمده است و اگر مدد کنی بکسیریت جوابی و نفقت مجازاتی را به یابد
 و از عدم و گریه و ان شود و دشوار توان آنرا بعدم باز فرستادن اِدْفَعْ بِاَلَّتِي هِيَ اَحْسَنُ
 تا قهر عدو کرده باشی از دو وجه یکی آنکه عدو گوشت و پوست او نیست اندیشه و لیسیت چون
 دفع شد از تو بسیار می شکر هر آئینه از و نیز دفع شود یکی طبعاً انسان عبید کلاحت
 و دوم چون فائده نه بینند چنانک که دوکان یکی را بنده می خوانند او دشنام می دهد
 ایشان را رغبت زیادت می شود که سخن ماعمل کرد و اگر تخیر نه بینند و فائده نه بینند
 می نشان نماند دوم آنک چو این صفت عفو و در تو پیدا آید معلوم شود که مذمت و دروغ
 کز دیده است او ترا چنانک توئی نه دیده است معلوم شود که مذموم او است
 نه تو، و هیچ حجتی خصم را نخل ترا از آن نکند که دروغ او ظاهر شود پس تو بستانیش در
 او را هر میدهی زیرا که اظهار نقصان تو می کند تو کمال خود ظاهر کردی که محبوب حقی
 که و العافین عن الناس واللہ یحب المحسنین محبوب حق ناقص نباشد چندانش بستانی که
 یاران او گمان افتد که مگر با ما بنفاقت که با او دش چندان اتفاقت
 بر کن بر نفی سبقتشان گرچه سبقتند لیکن بحکم گردنشان گرچه گردند
 وفقنا للہ بعدا،

۱۵ اس کو بہتر طریقہ سے دور کرو (جم، سجدہ، ع ۵)

۱۶ 'لوگون کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے، اور خدا نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے'

(آل عمران، ع ۱۴)

فصل

میان بنده و حق حجاب همین دوست و باقی حجب ازین ظاہری شوتد و آن صحت است
و مال آنکس که تن تندرست می گوید خدا کو من نمی دادم و نمی بینم و همین که ریش پیدا شود آغاز می کند
یا الله یا الله و با حق ہمارا وہم سخن می گردد پس دیدی کہ آن صحت حجاب او بود و حق زیر
آن در و پنہان بود چند آنک آدمی را مال و نوال ہست اسباب مرادات مہیامی کند
و شب و روز بآن مشغول است ہمین کہ بی نوا سیش رو نمود، نفس ضعیف گشت
و گرد حق گردد،

مستی دہتی دستیت آوردین من بنده مستی دہتی دہتی تو
حق تعالیٰ فرعون را چهار صد سال عمر و مملکت و پادشاہی و کام روانی داد و آن
جملہ حجاب بود کہ او را از حضرت حق دوری داشت یک روزش بے مرادی و درد سر
نداد تا بمباد کہ حق را یاد کند گفت تو میرا خود مشغول می باش و مرا یاد مکن سے
از مملکت سیر شد سلیمان و الیوب نگشت از بلا سیر

فصل

فرمود اینکہ می گویند کہ در نفس آدمی شرے ہست کہ در حیوانات و سباع نیست،
نہ از آن دوست کہ آدمی از ایشان بدترست از آن دوست کہ خوبتر نفس و شومیہا
کہ در آدمی است بر حسب گوہر خفیت کہ در دوست کہ این اخلاق و شومیہا و شر حجاب
آن گوہر شدہ اند چند آنک گوہر نفیس تر و عظیم تر و شریف تر حجاب او بیشتر، پس شومی

و مشرو اخلاق بد آدمی سبب حجاب آن گوهر بوده است و رفع این حجب ممکن نشود الا
 بجاهدات بسیار و مجاہد با انواع است و عظم مجاہدات آن میخس است بایارانی که روی بوی
 آورده اند و ازین عالم اعراض کرده اند هیچ مجاہد سخت تر از آن نیست که بایاران صالح
 نشینند که دیدن ایشان گذارش و فنائے آن نفس است و از این است که می گویند چون
 مار چهل سال آدمی نه بیند از دها شود یعنی کس را نمی بیند که سبب گذارش شر و شومی او شود
 هر جا که قفل بزرگتر نهند دال بر آن است که آنجا چیزی نفیس و شین هست و این که هر جا
 حجاب بزرگتر گوهر بهتر حجاب نک مار بر سر گنج است تو زشتی مار را مبین او نقاب است
 است گنج را مبین

اقتضای کمال میل غیرست بوی و همزه میل بکمال خود بود نه بقصان کمال
 کمال مستیهاست و تجویر نقصان بروی سبب کمال و مصالح عالم و بطلان جهان است
 و تجویر عدم ابطال العالم مرزه را تصور میکنی و کیفیت و حدود و می طلبی مرزه می بروی پس
 تو کیفیت و تصور فعل الله کنی و تصور الله کنی ندانی که مرزه است حاصل نشود و هرگز آن
 صورت و آن خیال الله نباشد یعنی طالب دعا شق مای باش و ترک تحصیل و تصور
 و حدود و کیفیت و اعراض کن به الله تا ترا کمال حاصل شود و سر دپای تو که درد
 می کند چون گفت دان که از سر دیگر بیرون میرود و ز جوشش عشق یاد دیگر تا از خود بی خبر
 نشوی از ما با خبر نشوی در هر صفتی از صفات الله تا صفات از حیات و غیروی و یافت
 و بخوی مشرعی و خلائی روشنی و اشتقاق تازی طلبی بروی که اصل آن نکته ترا روشن
 باشد چون در شرح و استکشاف آن روز بگزینی و سالها در آن باشی بهیچ ترتیب
 پیروازی بوی مشک آن حالت خوش همه جهان رود و همه کس ترا با قدر و با شرف دانند

و در آن یک کلمہ جو یا می الہ باشی و با ذوق باشی و با ہمہ انواع علوم در آن لحظہ با الہ باشی کہ کہ ہر کدام را در آن لحظہ یاد کنی مدار سئلہ و غیر وی،

ترا آن تیزی و زیرکی در آن حالت پدید آید کہ ہمہ کلمہا یکیت و ہمہ رنگ رنگ روح دارد اگر در آن یک کلمہ بی الہ و بی ذوق باشی در ہمہ انواع علوم در آن حالت بے ذوق باشی و غلبہ و اکرام آن ست کہ خلق خود را بدان رنج رسانی و بدان صفت و حالت کنی کہ روحهای دیگر را بر باید از حالت ایشان و آن کنار و آن بادہای پریشان فراموش شود و ناپدید شود در آن روشنی حالت چنانکہ ستارگان در روشنائی چراغ روز، لاجرم آن روشنائی تو ایشان را بنماید گویند زہے دانا وزیرک اکنون شتاب مکن و عمر بدین کوتاہی را در چند کلمہ پایان بر و رنجها و کتاب علمها ترا شود، گر نہ آیم ہیچ می توانی حق را ہتدیدے کنی از نا آمدن خود ہا اگر بیانی بہت خود می آئی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم قولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا، فرو شمر و نعمتہا و دو عد ہا بر مصطفیٰ علیہ السلام اول آنکہ درے کہ می کو بی باز کردم کہ دعا ہاے تو پیش ما مستجاب است دوم لیغضاک اللہ مغفرت آمرزش کہ نشانہای دوستیت کہ ہر کرا دوستداری گناہ او ترا گناہ نماید، و عیب او ترا عیب نماید این ست سر مغفرت سیم و بیہم نجات تمامی نعمت بیان خصوصیت اوست زیرا دلیل کند کہ بعضی نعمتہا تمام نیافتہ اند پس او از ایشان خاصتر باشد و راہ یافتہ تر و بحقیقت حق رسیدہ تر و بحق قائم تر چهارم و بیغضاک اللہ نصراً عن سیرا، دلیل سلطنت و ولایت کند و این ولایت کد است

سے "اے پیغمبر! ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی" (فتح، ع ۱)

قوت نظرست که همه چیز را از حق بنید چنانکه ابراهیم قدم در آتش نهاد، و چون موسی قدم بر دریا نهاد و چون سلیمان حکم بر آفتاب کند و چون نوح حکم بر طوفان کند و چون داود بر آهن خیر کردن گیرد و کوه را مفتی ساختن گیرد و چون عیسی بر ارواح حیوانی حکم کردن گیرد و چون محمد طبقات سموات را مبعراج و دیدن گیرد و گذشتن و امثال این را شمارست چون همه را امور و بنده حق دانستند و امر کلی حق دیدند همه مسخر ایشان بودند و ایشان مسخر حق و قوله تعالی لیغفلک الله ما تقدم من ذنبک وما تأخر.

این عطاء گوید چون مصطفی علیه السلام در معراج بدرخت سدره المنتهی رسید که بالا عرشست و مقام و آشیانه جبرئیل است و از آنجا شش بگزرا ایند جبرئیل که همراه او بود، قدم باز کشید گفت یا خدیج جبرئیل مرا رها کردی در این موضع با هیبت تنها حق تعالی عتاب فرمود و نذا آمد که درین دوسه گام با او چنین الفت گرفتی مرا و ازین گناه که لیغفلک الله آن گناهست یعنی از تو آن الفت را پاک کردیم، و از غیر مستغنی کردیم،

ابن عطاء می گوید اینیاد او لیا را بگناه مبتلا کرد تا بحضرت نالیدند آنکه ایشان را پیامبر است اما مصطفی را (علیه السلام) بعطای عنایت ازان حالت مستور داشت که لایه کند و بر آن گناهی کردن بلکه پیشین و پسین را عفو کرد نام نابرده که آن گناه عیبت غرض ازین مرتبه محبت است بالای دیگران بود، ابن عطاء گفت که بخشدیم بتو گناه مقدم را یعنی زلت آدم را و تا آخر یعنی گناه بان امت را که امید بتو دارند که رهبر ایشان معصود و آلت که اولیان و آخرین را وصول نیست الا بتو،

و گویند استغفار پیغمبر علیه السلام در هوشیاری بود از حالت مستی و بعضی گویند بلکه در حالت مستی استغفار کرد از حالت هوشیاری و بعضی گویند در هر دو حالت مستغفر

بود زیرا که نظر او بر حق بود و سکر و صحو نسبت با بندگان است که قابل تلویند نسبت بحضرت نه
سکر است و نه صحو پس چون ناظر حق بود از هر دو مستغفر بود و در قصه بودی و شرح را
لوح و قلم تواند کردن مگر آن لوح که صفت خداست نامش لوح است و در حقیقت
صفیت بی نهایت،

خلق را زیر گیند و وار چشمها در و و دیدنی بسیار
مگر عنایت در رسد و محل عبودیت الله بسیار این چندین خبر پاک
دیدیم اگر بوقت طفولیت با گفتند اسکان فهم کردن بودی

رضیت بما قسم الله لی وقضت امسی الی خالق
لقد احسن الله فیما مضی کذلک یحسن فیما بقی
این چندین هزار چیز را که نمود از آثار پاکان شکر آن می گذاریم که شکر سبب
مزید است انشاء الله تعالی و یتیم نعمت علیک تمام نعمت ملک محبت است اول توفیق
طلب محبت بودی محبوب شدی تابع رسل بودی متبوع شدی محتاج بودی
بمعراج شدی، از سیاه و سپید خلاص یافتی، سلطان سیاه و سپید شدی، ذاکر بودی
مذکور شدی، بر منار ها و محرابها و سکها،

قوله تعالی، و یهدیک صراطاً مستقیماً یعنی آن راه که بحق رساند و ینصک
الله نصراً اعن یتراهم بر شیاطین جن و وسواس منصور شدی و هم بر شیاطین انس
که کفارند نصر اعزیز آچنان منصور فی که خوف باشد از زوال دولت قوله تعالی و اتزل
المسکین، سکینه آن بود که از دل بصیرت ظاهر شود سکینه آن بود که آن چه ندارد از اسباب
چنان داند که دارد از غایت اعتماد، بعضی گویند سکینه آن باشد که چنانک ظاهر چیزها فرق

می کند باطن چیزها را فرق کند قوله تعالیٰ لیسنّداد وایماناً یعنی درویشان نورایان
 روز بروز سبزیزاید همچون ماه و بیش جنود السموات و الارض، جنود السموات
 ملائکه اند و از آن زمین غازیان و مجاهدان نفس بعضی گویند لشکرهای آسمان و لها اند
 و از آن زمین قابلهای بعضی گویند شباطین هم لشکر اوست خواهد آزا غالب کند
 خواهد این را

و قوله تعالیٰ اناس سئلوا شاهدوا گواه توحید بقول فعل و بحال شاهد بقوله و شاهد
 بفعله و شاهد بحاله و میثاقاً یعنی بامرزش و تدبیراً ترسانده از بدعت و ضلالت بدستوری
 حق بشیر است و نذیر نه بواسطه خود و قوله تعالیٰ لتؤمنوا بالله، تاراست گوارا است گو
 دانند و تحسّس و آزار امن گرامی و حرمت داشتیم شما هم حرمت دارید هم خدمت
 هم بزبان با خلق صفت کردن بندگی او و قوله تعالیٰ ان الذین یبایعونک
 آنها که با تو دست پیمان می گیرند با خدا دست پیمان می گیرند یعنی بشیریت در تو عاریت
 است واسطه عاریتی رابی واسطه باید دیدن و قوله تعالیٰ ید الله فوق ایدیهما یعنی در
 این بیعت منت خدای راست بر ایشان نه ایشان را بر خدای بعضی گویند بعضی بیعت ایشان
 و قوت ایشان زیر قوت حق است اگر در کارشان نیارود در کار نیارند
 که لاحول و لا قوه

و قوله تعالیٰ و لعلکم جال مؤمنون، سهیل گفت رضی الله عنه مومن برستی
 آن کس است که از نفس و دل خود غافل نیست و حجت و جوی می کند احوال خود را که
 فلان وقت چه کردم و چون شدم و چون تغییر می کند چنانک بلای بر زمین بیاید
 از ماه گرفتگی و آفتاب گرفتگی و زلزله زمین و سیل و باران و عوفای طح و و باد غیر آن

اہل زمین حقیقت دانند کہ آن از گناہ ایشان ست بزاری آیند و مومن نیز چون
نور یقین را کم بیند و آب چشم را خشک بیند و دبا ی دل بیند کہ اوقات او مردہ
است در زاری آید، بلکہ آن بلا ہای دنیا نشان فراق حق نیست و این
تغییرات و بلا ہا در دل نشان فراق حقست پس در نقصان زیادت بیند
در زیادت نقصان بیند چنانکہ دیگران از نقصان دنیا ترسان باشند
او از زیادت دنیا ترسان باشد و از اندک تغیر دل و نفرت دل از
طاعت و بے فائدہ دیدن طاعت ترسان باشد زیرا کہ اندک
بسیار را بکشد،

قوله تعالى اذ جعل الذین كفروا فی قلوبہم الحیثۃ یعنی متابعت
نفس کنند و در آزار مومنان از حد ایمان ایشان کہ ما را منحصر می کنند عیش
خویش و ما را یادمی دهند از عاقبت و بداند کہ ایشان منحصر نمی کنند
عیش را بلکہ می خواہند کہ این عیش را با عیش پیوستہ دایم پیوندانند چنانکہ
شخصی از کسے جاہل گندم بستاند بستم و بکار دازد بہر او تا منقطع نشود قوت او،
او فریادی کند کہ چہ ظلمست، ؟

فرمود کہ انگشتری آہنی کہ در وی نام بادشاہ را نقش کردہ بودند
با انگشتری زرین سادہ گفت کہ ترا چنین نقش ہا است ؟ گفت بی، گفت
بس من بہتر از تو باشم، انگشتری زرین گفت کہ نام تو چیست ؟ گفت آہن،
گفت آن نقش ترا از آہنی رہانید ؟ گفت نے، گفت مرا این بی نقش
از ذات خود می معزول کرد، ؟ گفت نے، گفت پس بنشین و تو تصور

می کن کہ گفتہ کر است و غبن با کیست، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع
والمآب،

ومن کلامہ . اوصکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیہ، وبقلة الطعام وقلة المنا
وقلة الكلام وحجرتہ من المعاصی والأثام وتراک الشهوات علی الدوام واحتمال
الجفاء من جمیع الانام والمواظبۃ علی الصیام ودوام القیام وتراک المجالسۃ بالسفہاء والیاء
من العوام ومصاحبة الصالحین والکرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی ہذا الوصیۃ
لا تکلونہا فی قید دولة وفضیلة ولكن کونوا فی قید ان یفتر اللہ قلوبکم

J & K UNIVERSITY LIB

Acc No - 67036

Date - 20/2/68

[illegible]

مصنف کی بی بی سیدہ امینہ

محدثہ
مثنوی بحسب

شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی قیمت ۸ صفحات ۹ صفحے

پیام امن

موسیو پرچہ ڈپال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارہ امن عالم اخوت
انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے، اس کے بعد مولوی صاحب
موصوف کا تبصرہ ہے، ہمیں انہیں مسائل پر انجیل اور تائرن کی تعلیمات کی
تفصیل ہے، اردو میں بالکل نئے خیالات ہیں، حجم ۸۱ صفحے، قیمت ۴۰

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، قدام صوفیہ کے حالات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ
لکھائی، چھپائی عمدہ، صفحات ۱۲۸ صفحے قیمت ۴۰

منیر احمد مصنفین عظیم گدا

[illegible]

[illegible]

[illegible]